دورِ نبوت میں شادی بیاہ کے رسم و رواج
اور
پاکستانی معاشرہ
www.KitaboSunnat.com
گلریز محمود

نام کتاب : دورِ نبوت میں شادی بیاہ کے رسم و رواج اور پاکستانی معاشرہ

سن اشاعت : نو ترمیم شدہ ایڈیشن 13-2012

ناشر : الاحیاء بک سنٹر، لاہور

فون 37325451 -042-37241238

کمپوزر : عابد جاوید، فراز کمپوزنگ سنٹر، اردو بازار لاہور

فون 37352332

مطبع : معراج دین پرنٹرز، مچھلی مارکیٹ لاہور

Rs. 450

2606

وَ مِنْ اٰیٰتِہٖۤ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْۤا اِلَیْھَا.

"اور اسی کی نشانیوں میں ہے کہ اس نے تمہاری ہی جنس کی بیویاں بنائیں تا کہ تم ان سے سکون حاصل کرو۔"

دورِ نبوت میں شادی بیاہ کے رسم و رواج

اور

پاکستانی معاشرہ

گلریز محمود

الائیڈ بک سنٹر، اردو بازار، لاہور

میں اپنی کاوش کا انتساب اس ہستی کے نام کرتی ہوں جن سے نسبت
قائم رکھنے کے لئے میں نے اس موضوع کا انتخاب کیا۔

عمل کی اپنے اساس کیا ہے بجز ندامت کے پاس کیا ہے
رہے سلامت تمہاری نسبت میرا تو بس آسرا یہی ہے

مقدمہ

انسان اپنی پیدائش سے لے کر مرنے تک مختلف رسوم کے شکنجے میں جکڑا ہوا ہے وہ ان کی پاسداری فرض سمجھ کر کرتا ہے۔ پاکستان کے عوام راسخ العقیدہ ہونے کے باوجود خوشی اور غم کے موقع پر اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے فرامین کو نظر انداز کر دیتے ہیں بلکہ بعض مواقع پر تو مذہب کو بالائے طاق رکھ کر بھی ان رسوم کی پابندی کی جاتی ہے۔

اس کتاب کو لکھنے کا مقصد لوگوں میں یہ احساس بیدار کرنا ہے کہ موجودہ رسوم ورواج نہ تو ہمارے مذہب کا حصہ ہیں نہ اس سے میل کھاتی ہیں۔

سالہا سال سے دوسری قوموں کے ساتھ رہتے ہوئے برصغیر کے مسلمانوں نے ان قوموں کے بہت سے اثرات کو قبول کیا۔ جس تہذیب نے مسلم معاشرے پر سب سے زیادہ اپنے اثرات چھوڑے وہ ہندو تہذیب ہے۔ مسلم صوفیاء کی اشاعت اسلام کی وجہ سے بڑی تعداد میں ہندو حلقہ اسلام میں داخل ہوئے ، انہوں نے اسلامی تعلیمات کو قبول تو کیا مگر اپنے رسوم ورواج پر کوئی عار نہ سمجھتے ہوئے عمل کرتے رہے۔ شادی بیاہ کی رسموں میں خاص طور پر اس کا عکس نظر آتا ہے۔

ہمارے پاکستانی معاشرے میں خاص طور پر خوشی اور غمی کی رسمیں اسلام اور ہندوؤانہ تہذیب کا ملغوبہ سا بن گئی ہیں۔ بہت ساری رسوم کو مذہبی رنگ بھی دے کر مسلمانوں نے اسکو زندگی کا حصہ بنالیا ہے اور وہ ان کی عدم ادائیگی کو بدشگونی سمجھتے ہیں یہ بدعات اور غیر اسلامی رسوم ورواج دن بدن بڑھتے جارہے ہیں اور لوگ ان رسوم کی تکمیل کے لیے سنگین مشکلات کا شکار

ہوتے جارہے ہیں اس لیے اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ لوگوں کو عہد نبوی ﷺ کے سنہری دور کی جھلک دکھائی جائے کہ یہ تمام شادی بیاہ اس دور میں بھی ہوتے تھے اور تمام اسلوب بڑی سادگی اور خوشی سے طے ہوتے تھے۔

اس کتاب میں پہلے دور جاہلیت کے نکاح اور ان کی اخلاقی اور معاشرتی قباحتیں قرآن وسنت کی روشنی میں بیان کی گئی ہیں پھر ان جہالت پر مبنی رسوم کا بیان ہے جنہیں نبی آخرالزمان ﷺ نے یکسر ختم کیا اور عرب کے بیشتر قدیم رسم ورواج جو دین اسلام سے براہ راست متصادم نہیں تھے ان کو جاری رہنے دیا اور کچھ میں تھوڑی بہت تبدیلی کردی۔

اپنی بساط اور استعداد کے مطابق رسم ورواج کا اسلامی نقطہء نگاہ، دور نبوت اور پاکستان کے رسم ورواج بھی بیان کردیئے ہیں تاکہ لوگ اپنی جاری کردہ رسوم کو اسلامی رسوم کے ساتھ رکھ کر موازنہ کرسکیں کہ کون سی رسم جاری رکھنی ہے اور کس کو ختم کرنا ہے۔

جوں جوں لوگوں کی زندگی میں اسلامی تعلیمات کا فقدان ہورہا ہے توں توں شادی بیاہ کی رسمیں اور ان کے مسائل بھی شدید تر ہورہے ہیں۔ یہ کتاب لکھ کر میں نے اپنا دینی فریضہ پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر میری یہ کاوش کسی کی اصلاح کا باعث بن گئی تو آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق یہ میرے لئے دنیا جہاں کی چیزوں سے زیادہ قیمتی ہے

میری یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو قبول فرمائے اور اسے میرے لئے باعث نجات بنادے۔ (آمین)

فہرست

باب سوم

فصل اول

فصل دوم

فصل سوم

باب چہارم

فصل اول

فصل چہارم

باب پنجم

فصل اول

فصل دوم

فصل سوم

فصل چہارم

باب اول

شادی کے رسم ورواج کا تاریخی جائزہ

فصل اول

رسم ورواج کی اہمیت

شادی زندگی کی ایک اہم ضرورت ہے اور اسلامی نقطہ نگاہ سے یہ عبادت کا درجہ رکھتی ہے۔ جنسی جذبات کی تکمیل انسان وحیوانات کی جبلت ہے۔ خالق کائنات نے انسان کو تمام مخلوقات میں چونکہ ممتاز اور نمایاں مقام عطا کیا ہے اِس لئے ضروری ہے کہ اِس کی ممتاز حیثیت قائم رہے اور اس میں ایسے اعمال واخلاق نہ پائے جائیں جن سے انسانی حیثیت کو ٹھیس پہنچے لہذا اللہ نے جنسی جذبات کی تسکین کیلئے نکاح کا باوقار طریقہ مقرر کیا ہے جو انسان کو حیوانوں سے ممتاز کرتا ہے۔ اسلام نے بہت سے معاشرتی، اخلاقی اور روحانی مقاصد کے پیشِ نظر خاندانی نظام کو بھی بہت اہمیت دی ہے اسی لئے جب سے دنیا معرض وجود میں آئی ہے مرد اور عورت رشتہ ازدواج میں منسلک ہوتے آئے ہیں۔ اسی سے معاشرتی ارتقاء ہوا۔

شادی انبیاؑ کی سنت ہے:

قرآن حکیم کی رو سے پہلے انسان حضرت آدمؑ ہیں۔ آپ ہی سے ان کی اہلیہ حضرت حواؑ کی تخلیق ہوئی۔ سورۃ النساء کی پہلی آیت میں فرمایا:

﴿خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً﴾ (النساء : ۱)

”تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا اور اسی نفس سے اس کا جوڑا بنایا (آدمؑ اور حو) اور انہی دو سے ہی بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں۔“

قرآن مجید میں بتایا گیا ہے کہ انہی سے ان کی نسل چلی۔

حضرت آدمؑ اور حواؑ کا نکاح اس دنیا کا پہلا نکاح تھا۔ دنیا کو پھیلانے کے لئے ان کی اولاد کے مذکر اور مونث آپس میں ازدواجی رشتوں میں منسلک ہوتے رہے۔ جب حضرت آدم کی اولاد میں وسعت اور کثرت ہوگئی تو حقیقی بہن بھائیوں کی شادی ممنوع قرار دے دی گئی۔

حضرت ابراہیمؑ کی شریعتؑ میں ان قواعد کی مزید تکمیل ہو گئی تھی اور نکاح کے قواعد کا ایک جامع دستور معرض وجود میں آ گیا تھا۔

دینِ ابراہیمی میں وہ تمام بنیادی احکام، اصول اور طور طریقے موجود تھے جو نبی کریم ﷺ کی شریعت میں موجود ہیں۔ اہل عرب بھی حضرت ابراہیمؑ کی شریعت کے بعض طریقوں کی سختی سے پابندی کرتے تھے اور ان کی خلاف ورزی کو جرم سمجھتے تھے۔[2]

شریعت کے باقی اصولوں میں نکاح کے بنیادی قوانین سب شریعتوں میں ایک جیسے ہی ہیں صرف بعض جزئیات اور ضمنی مسائل میں فرق پایا جاتا ہے۔ یہ فرق تہذیب و تمدن کے فرق کی وجہ سے بھی ہے۔

قرآن کریم اور احادیث میں متعدد انبیاء کرام کے تعلق سے سنت نکاح کا ذکر آیا ہے۔

انبیاء کرام کی شادی کے سلسلے میں قرآنی ارشادات:۔

انبیاء کے سلسلہ میں قرآن میں ارشاد ہے:

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّنْ قَبْلِکَ وَ جَعَلْنَا لَھُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّیَّۃً. (الرعد: ۳۸)

''اور بالیقین آپ سے قبل ہم نے پیغمبر بھیجے اور ان کے لئے بیویاں اور بچے بھی رکھے۔''

حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہے:

وَ قُلْنَا یٰٓاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُکَ الْجَنَّۃَ وَ کُلَا مِنْھَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا (البقرہ: ۳۵)

''اور ہم نے کہا، اے آدم تم اور تمہاری بیوی بہشت میں رہو سہو اور اس میں جہاں سے چاہو خوب کھاؤ''۔

حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں قرآن کا ارشاد ہے:

ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلاً لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ کَانَتَا تَحْتَ عَبْدَیْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَیْنِ فَخَانَتٰھُمَا فَلَمْ یُغْنِیَا عَنْھُمَا مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا وَّقِیْلَ

ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِیْنَ. (التحریم: ۱۰)

''اللہ ان لوگوں کے لئے جو کافر ہیں مثال بیان کرتا ہے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی، وہ دونوں ہمارے صالح بندوں میں سے دو بندوں کے نکاح میں تھیں لیکن انھوں نے ان کے حق ضائع کیے تو دونوں نیک بندے اللہ کے مقابلہ میں ان کے ذرا کام نہ آسکے اور دونوں عورتوں کو حکم ملا کہ تم بھی ہوجاؤ دوزخ میں داخل ہونے والوں کے ساتھ۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہے:

وَ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِیْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِیْذٍ . فَلَمَّا رَاٰۤ اَیْدِیَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَیْهِ نَكِرَهُمْ وَ اَوْجَسَ مِنْهُمْ خِیْفَةً قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ . وَ امْرَاَتُهٗ قَآىٕمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَ مِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ. (هود: ۶۹. ۷۱)

''اور بالیقین ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر آئے (اور) بولے (آپ پر) سلام ہو۔ (ابراہیم نے) کہا (تم پر) سلام۔ پھر ابراہیم نے دیر نہیں لگائی کہ ایک تلا ہوا بچھڑا لے آئے پھر جب (ابراہیم) نے دیکھا کہ ان (مہمانوں) کے ہاتھ اس (کھانے) کی طرف نہیں بڑھ رہے ہیں تو ان سے متوحش ہوئے اور ان سے دل میں خوفزدہ ہوئے۔ وہ بولے، ڈریئے نہیں ہم تو قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ ابراہیم کی بیوی کھڑی تھیں پس وہ (بڑھاپے میں بیٹے کی پیدائش کی خوش خبری پر) ہنسیں، پھر ہم نے انھیں بشارت دی اسحاق کی اور اسحاق کے آگے یعقوب کی۔''

حضرت لوط علیہ السلام سے متعلق آیا ہے:

وَ لَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَ ضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّ قَالَ هٰذَا یَوْمٌ عَصِیْبٌ (هود: ۷۷)

قَالُوْا یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ یَّصِلُوْۤا اِلَیْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ وَ لَا

يَلْتَفِتْ مِنكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاتَكَ اِنَّهٗ مُصِيبُهَا مَآ اَصَابَهُم. (هود: ۸۱)

''اور جب ہمارے بھیجے ہوئے لوط کے پاس پہنچے تو لوط ان کی وجہ سے کڑھے اور ان کی وجہ سے بہت تنگ دل ہوئے اور بولے یہ آج کا دن بہت بھاری ہے۔''

وہ (فرشتے) بولے اے لوط ہم تو آپ کے رب کے بھیجے ہوئے ہیں، ان کی رسائی آپ تک نہ ہو سکے گی آپ رات ہی کے کسی حصے میں اپنے گھر والوں کو لے کر نکل جائیے اور تم میں سے کوئی پیچھے پھر کر نہ دیکھے، مگر ہاں آپ کی بیوی (دیکھے گی) اس پر بھی وہی آفت آئے گی جو ان (سب) پر نازل ہوگی۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہے:

اِذْ قَالَ يُوسُفُ لِاَبِيهِ يٰٓاَبَتِ اِنِّي رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِي سٰجِدِينَ. (یوسف: ۴)

''جب یوسف نے اپنے والد سے کہا کہ اے باپ میں نے گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو (خواب میں) دیکھا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ وہ میرے آگے جھک رہے ہیں''

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سلسلہ میں کہا گیا ہے:

فَلَمَّا قَضٰى مُوسَى الْاَجَلَ وَ سَارَ بِاَهْلِهٖٓ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوٓا اِنِّيٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيٓ اٰتِيكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ. (القصص: ۲۹)

''اور پھر جب موسیٰ (حضرت شعیب کے ہاں) کام کرنے کی مقرر اس مدت کو پورا کر چکے اور اپنے گھر والوں کو لے کر روانہ ہوئے تو انھوں نے طور کی طرف ایک آگ دیکھی۔ اپنے گھر والوں سے بولے کہ تم (یہیں) ٹھہرو میں نے تو آگ دیکھ لی ہے شاید کہ میں وہاں سے کچھ خبر لاؤں یا آگ کا کوئی انگارا ہی لیتا آؤں تا کہ تم سینک لو۔''

حضرت زکریا علیہ السلام کے متعلق کہا گیا ہے:

ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّکَ عَبْدَهٗ زَکَرِیَّا. اِذْ نَادٰی رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِیًّا. قَالَ رَبِّ اِنِّیْ وَ هَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَ اشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَیْبًا وَّ لَمْ اَکُنْ م بِدُعَآئِکَ رَبِّ شَقِیًّا. وَ اِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّ رَآءِیْ وَ کَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا. (مریم: ۲-۵)

''یہ تذکرہ ہے آپ کے پروردگار کی رحمت (فرمانے) کا اپنے بندے زکریا پر (قابل ذکر ہے) اس وقت جب انھوں نے اپنے پروردگار کو خفیہ طور پر پکارا۔ کہا کہ اے میرے رب میری ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں اور سر میں بالوں کی سفیدی پھیل پڑی ہے اور تجھے پکار کر اے میرے پروردگار میں (کبھی) نامراد نہیں رہا اور میں اپنے بعد (اپنے) رشتہ داروں کی طرف سے اندیشہ رکھتا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے سو تو ہی مجھے (خاص) اپنے پاس سے وارث دے''۔

(اِس بات کا تذکرہ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۳۸، ۳۹ میں ہے۔)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے سلسلہ میں درج ذیل حدیث ملاحظہ فرمائیں:

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ نے اپنی بیوی حضرت ہاجرہ اور بیٹے اسماعیل کو مکہ کے ویرانے میں چھوڑا تو وہیں قبیلہ جرہم آ کر آباد ہوا اور حضرت اسماعیل جب جوان ہوئے تو اِسی قبیلے میں اُن کی شادی ہوئی۔ [۳]

سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۳۴ میں بھی اللہ تعالی نے انبیا کی اولاد کا ذکر فرمایا

''بیشک اللہ نے منتخب کیا آدم کو، نوح کو اور آل ابراہیم کو اور آل عمران کو اہل عالم کی راہنمائی کیلئے اور یہ اولاد تھے ایک دوسرے کی''۔

(اس کے علاوہ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۴۰، سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۸۴، سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۸۵ اور ۸۸ اور سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۶۳ میں بھی انبیا اور ان کی اولادوں کا ذکر ملتا ہے۔)

فصل دوم

دور جاہلیت کے نکاح

نبی کریمؐ کے اجداد کی شادیاں:

نبی کریم ﷺ کے آباؤ اجداد میں سب کے نکاح عرب روایات اور دینِ ابراہیمی کے ضابطوں کے مطابق ہوئے تھے۔[۴]

جدامجد قصی بن کلاب قریشی کے نکاح سے لے کر والدینِ ماجدین کے نکاح تک کی بعض تفصیلات بھی سیرت کی کتابوں میں ملتی ہیں جن کے مطالعے سے ہمیں اس دور کے شادی بیاہ کے رسم ورواج کا اندازہ ہوتا ہے۔ان رسوم میں سے کچھ کا عکس ہمیں موجودہ عرب معاشرے بلکہ پاکستانی معاشرے میں بھی نظر آتا ہے۔

قصی بن کلاب:

قصی بن کلاب قریشی نے مکہ کے سردار اور متولی کعبہ، خلیل بن حبشیہ خزاعی کی بیٹی حبی خلیل خزاعی کو نکاح کا پیغام دیا۔لڑکی کے باپ نے اسے قبول کرلیا اور اپنی بیٹی حبی کی شادی قصی بن کلاب سے کردی۔دولہا نے اپنے سسرال میں مدتوں قیام بھی کیا۔[۵]

(گویا اس دور کی ایک رسم یہ پتہ چلتی ہے کہ شادی کے بعد دلہا کچھ عرصہ اپنے سسرال میں قیام کرتا)

قصی بن کلاب کے چاروں بیٹوں، عبدمناف، عبدالدار، عبدالعزیٰ اور عبدقصی کی شادیاں بھی اسی طرح مکہ کے مختلف خاندانوں میں کی گئیں۔ان میں سے عبدمناف بن قصی براہِ راست جدِ امجدِ نبوی ہیں۔ان کی شادی عاتکہ بنت مرہ سلمی سے ہوئی اور ان سے تین بیٹے، عبدمناف ہاشم، عبد شمس اور عبدالمطلب پیدا ہوئے اور چوتھے بیٹے نوفل دوسری بیوی واقدہ کے بطن سے تھے۔ یہ چاروں ساداتِ مکہ تھے۔[۶]

ہاشم بن عبدمناف:

ہاشم (عمرو) بن عبدمناف (مغیرہ) نے کئی شادیاں کیں۔ یہ بھی عرب روایت اور دین حنیفی

کے مطابق ہوئیں۔ طبقات ابن سعد میں ان کی شادی کی جو روایت ملتی ہے اس کے مطابق ان کی بارات میں قریش و خزرج کے چالیس افراد نے شرکت کی اور انہیں کھانا کھلایا گیا۔ ۷

اس وقت بھی مکہ میں ولیمہ کا رواج تھا اور بالعموم رخصتی کے بعد شوہر یا اس کے گھر والے ولیمہ کیا کرتے تھے اور اعزہ و اقرباء، احباب اور دوسرے لوگوں کو کھانے پر یا اکل و شرب کی عام مجلس پر ضرور بلاتے تھے۔ اس لئے حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی بی بی آمنہ سے شادی کے بعد ولیمہ کرنے کی روایت ملتی ہے۔ ۸

یثرب کے سردار عمرو بن زید بن لبید نے خزرجی کی دختر سلمٰی سے شام کے سفر کے دوران یثرب کے قیام کے زمانے میں شادی کی۔ یہ یثربی نکاح کی ایک مثال ہے۔ ۹

عبدالمطلب بن ہاشم نے بھی متعدد شادیاں کیں جن سے بارہ بیٹوں اور چھ بیٹیوں نے جنم لیا۔ ۱۰

عبداللہ بن عبدالمطلب :

والدِ ماجد جناب عبداللہ بن عبدالمطلب کی شادی ان کے والد نے کی تھی۔ انھوں نے باقاعدہ حضرت عبداللہ کو مکہ مکرمہ اور قریش کے ایک ذی وجاہت سردار وہب بن عبد مناف بن زہرہ سے متعارف کرایا۔ وہ بنو زہرہ خاندان کے سردار تھے اور شرف و جاہ اور سیادت و شرافت میں بنو ہاشم کے ہم پلہ و ہمسر اور کفو تھے۔ انہوں نے ان کی بیٹی حضرت آمنہ بنت وہب سے حضرت عبداللہ کی شادی سرانجام دی اور حضرت آمنہؓ قریش کی عورتوں میں نسب اور فضیلت میں سب سے افضل تھیں۔ شادی کے بعد دلہا کا اپنی بہن کے گھر تین دن یا کچھ عرصے قیام کرنا، اور سسرال میں شب زفاف منانا عربوں کی ایک سماجی روایت تھی۔

عربوں میں ایک تہذیبی سنت اور سماجی روایت یہ بھی تھی کہ نکاح کے بعد دولہا اپنی دولہن کے ساتھ اس کے گھر میں تین دن تک یا کچھ عرصے قیام کرتا تھا اور وہیں اپنی سسرال میں شب زفاف مناتا تھا۔ یہ ان کی خالص سماجی رسم تھی۔ ۱۱

رسول اکرم ﷺ کے والد ماجد حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کے بی بی آمنہ سے شادی اور

حضرت آمنہ کے گھر میں شب زفاف منانے کے ضمن میں سیرت و تاریخ کے متعدد آئمہ سے تائید میں روایات ملتی ہے۔ مثلاً

".... فمضی بہ، فزوجہ آمنۃ بنت وھب ... فاقام عندھا ثلاثا، ثم انصرف..." [۱۲]

"لما تزوج عبداللہ بن عبدالمطلب آمنۃ اقام عندھا ثلاثا و کانت تلک السنۃ عندھم ..." [۱۳]

(جب عبداللہ بن عبدالمطلب نے آمنہ سے شادی کی تو وہ ان کے گھر تین دن تک رہے اور ان کے ہاں یہی طریقہ رائج تھا)

سیرت نگاروں میں سے بعض نے نکاح کی اس تہذیبی روایت کا ذکر اپنی اپنی سیرت کی کتابوں میں کیا ہے۔ علامہ زرقانی نے بھی لکھا ہے: "دستور تھا کہ دولہا شادی کے بعد ۳ دن تک سسرال میں رہتا تھا۔ عبداللہ تین دن سسرال میں رہے، پھر گھر چلے آئے۔۔۔" [۱۴]

طبقات الکبریٰ میں لکھا ہے: "حضرت عبداللہ نے کہا کہ میں نے اس عرصہ میں وہب بن عبدمناف کی صاحبزادی آمنہ سے نکاح کیا اور نکاح کے بعد تین روز قیام کیا۔ [۱۵]

یہ بیان بعض دوسرے اردو عربی سیرت نگاروں کی کتب سیرت میں بھی ملتا ہے۔ اس سے بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوگئی ہے کہ حضرت عبداللہ یا رسول اکرم ﷺ اپنے اپنے سسرال یا بیوی کے مکان میں مستقل طور پر رہنے لگے تھے۔ روایات سیرت وضاحت کرتی ہیں کہ شادی کی رسموں کے بعد دولہا، دلہن کے گھر سے چلا آتا تھا۔ دوسری روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پھر دلہن رخصت ہو کر اپنے شوہر کے گھر رہنے کے لئے آجاتی تھی۔ [۱۶]

(موجودہ دور میں یہ رسم پاکستان کے صوبہ پنجاب میں موجود ہے۔ دولہا ولیمے کے بعد سسرال میں رات رہتا ہے۔)

حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب اور حضرت آمنہؓ کی شادی کی بعض دوسری تفصیلات بھی ملتی ہیں۔

روایات کے مطابق حضرت عبدالمطلب اپنے بیٹے عبداللہ کے ساتھ بنو زہرہ کے قبیلے میں گئے اور اپنا اور اپنے بیٹے کے نکاح کا پیغام ایک ساتھ دو زہری خواتین کے لئے دیا: ہالہ بنت وہب بن عبدمناف بن زہرہ کے لئے اپنا اور اپنے فرزند عبداللہ ہاشمی کے لئے آمنہ بنت وہب بن عبدمناف بن زہرہ کا۔ ان دونوں کی ایک ہی مجلس میں شادی ہوئی: ''فتزوجا في مجلس واحد'' ۱۷

باپ بیٹے کی ایک ساتھ دو زہری خواتین سے شادی کے بہت سے احکام و مسائل نکلتے ہیں۔ اول یہ کہ مرد و عورت کی شادی کسی وقت بھی ہو سکتی تھی۔ اس کے لئے کسی زمانے، ماحول اور دوسری کوئی زمانی مکانی قید نہ تھی۔ دوم حضرت عبدالمطلب کی بیوی اور ان کے بیٹے عبداللہ کی اہلیہ دونوں حقیقی چچازاد بہنیں تھیں جو نکاح کے بعد ساس بہو بن گئیں۔

ان دونوں نکاحوں میں سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ ایسی شادیوں کو عرب کے جاہلی سماج میں پوری سماجی اور دینی تائید حاصل تھی۔ دراصل قبائل اور خاندانوں کے مابین رشتے طے کرنے کا مقصد دو قبیلوں یا خاندانوں کے درمیان معاشرتی روابط استوار کرنا بھی تھا کیونکہ شادی اور مصاہرت کے رشتوں کی بنا پر وہ دونوں خاندان دوست، عزیز اور اتحادی بن جاتے تھے اور قبائل کی جنگوں میں ایک دوسرے کے مددگار بھی ہوتے تھے۔ ۱۸

(اس کا عکس بعد میں حضور ﷺ کی حضرت صفیہ، حضرت ام حبیبہ اور حضرت جویریہ کی شادیوں کے اثرات میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔)

عربوں میں پیغام نکاح:

''عہد جاہلیت میں عربوں کے ہاں نکاح کے کئی طریقے مروج تھے۔ ایک نکاح تو اسی طرح کا تھا جس طرح کا آج کل لوگوں میں مروج ہے۔ ایک شخص کسی دوسرے شخص کے پاس آ کر رشتے کے لیے درخواست کرتا کہ وہ اس لڑکی کے ساتھ جو اس کے زیر کفالت ہے یا خود اپنی بیٹی کے ساتھ اس کی شادی کر دے اور اگر معاملہ طے ہو جاتا تو مہر کے تعین کے بعد عقدِ نکاح ہو جاتا۔ عربوں کے یہاں کسی لڑکی کے رشتے کی خاطر اس کے باپ، اس کے بھائی یا اس کے چچا یا چچا کے بیٹوں

میں سے کسی ایک سے رشتہ طلب کرنے والا آ کر اَنْعِمُوا صباحاً (صبح بخیر) کہتا۔ ازاں بعد گفتگو کرتا "ہم آپ کے کفو اور برابر کے لوگ ہیں، اگر آپ رشتہ دے دیں گے تو ہمیں بھی ہماری مراد حاصل ہو جائے گی اور آپ کو بھی، اور ہم بشکریہ آپ کے قرابت دار بن جائیں گے اور اگر آپ کسی ایسے سبب کی وجہ سے جس کا ہمیں علم ہوا نکار کر دیں گے تو ہم آپ کو معذور سمجھتے ہوئے واپس چلے جائیں گے۔"

پھر اگر رشتہ طلب کرنے والا ان کی اپنی قوم میں سے ہوتا یا قریبی رشتہ دار ہوتا تو لڑکی کی رخصتی کے وقت لڑکی کا والد یا بھائی دعائیہ کلمات کہتا اور دلہن کو سسرال والوں سے حسن سلوک سے پیش آنے کی تلقین کرتا۔ [19]

مگر قریش اور کئی دوسرے قبائل میں لڑکی والے بھی لڑکے والوں کو نکاح کا پیغام بھجوا دیتے، بلکہ کئی مرتبہ تو لڑکیاں خود بھی پیغام نکاح بھیج دیتیں اور یہ بات معیوب نہ سمجھی جاتی۔

اسلام سے پہلے رسول پاکؐ کے دادا حضرت عبدالمطلب آپؐ کے والد عبداللہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے جا رہے تھے کہ بنی اسد بن عبدالعزیٰ بن خیر میں سے ایک عورت جو واقد بن نوفل کی بہن تھی کعبہ کے پاس بیٹھی تھی۔ اس نے حضرت عبداللہ کے نورانی چہرے کو دیکھ کر ان سے کہا کہ اے عبداللہ کہاں جاتے ہو؟ فرمایا اپنے والد کیساتھ جا رہا ہوں اس نے کہا جس قدر اونٹ تمہاری طرف سے ذبح کیے گئے ہیں اسی قدر میں تمہاری نظر کرتی ہوں مجھ سے شادی کر لو عبداللہ نے فرمایا میں اپنے والد کا مطیع و فرماں بردار ہوں اُن کی منشا کے خلاف نہیں کر سکتا۔ عبدالمطلب عبداللہ کو لے کر وہب بن عبد مناف کے پاس آئے جو کہ اپنے قبیلے کے سردار تھے اور نسب و شرف میں بڑے بزرگ مانے جاتے تھے اور حضرت عبداللہ کی شادی ان کی بیٹی حضرت آمنہ سے کر دی اور قریش کی سب عورتوں میں حضرت آمنہ نسب اور فضیلت میں سب سے افضل تھیں۔ [20]

آپ ﷺ کے آباؤ اجداد کی شادیوں کے بارے میں کچھ تفصیل جاننے سے مختلف طرح کی روایات سامنے آتی ہیں

اول: اس دور میں شادی بیاہ کرنا ہمارے پاکستانی معاشرے کے برعکس کوئی بہت بڑا مسئلہ نہ تھا۔

دوم: عربوں کے ہاں لڑکے اور لڑکی کی عمر کا کوئی لحاظ نہ رکھا جاتا۔

سوم: کبھی کفو کے لئے قبائل اور حسب و نسب کو دیکھا جاتا اور کبھی لڑکے کی جسمانی طاقت کو کہ یہ دشمن

کے خلاف ہمارے کتنے کام آسکتا ہے، اور کبھی کسی سفر میں، عارضی قیام کے دوران بغیر کسی کفو کا لحاظ کیۓ شادی کردی جاتی۔

چہارم: کبھی ولائت کا لحاظ رکھا جاتا اور کبھی لڑکی خود ہی لڑکے کو شادی کا پیغام دے دیتی اور اس بات کو معیوب نہ سمجھا جاتا تھا۔

فصل سوم

زمانہ جاہلیت میں نکاح کی مختلف صورتیں

(i) نکاح بدل:

اسلام سے پہلے نکاح کی ایک شکل نکاح بدل تھا اس کی یہ صورت ہوتی کہ ایک شخص دوسرے شخص سے کہتا کہ تو میرے حق میں اپنی بیوی سے دست بردار ہو جا اور میں تیرے حق میں اپنی بیوی سے دست بردار ہو جاتا ہوں۔ آپؐ نے اس نکاح کو حرام قرار دیا۔ [۲۱]

اس نکاح کو حرام قرار دئے جانے کے اسباب یہ ہیں۔

عورت کی بھی عزت نفس، خودداری اور حیاء ہوتی ہے۔ اس طرح کے نکاح سے ان سب پہلوؤں کی نفی ہوتی ہے۔ ان پر زد پڑتی ہے۔ اگر یہ عورت اسی مرد کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتی ہو تو اس صورت میں جبراً اسے دوسرے مرد کے پاس بھیجنا اخلاق وشرافت کے خلاف ہے۔ اس سے مرد کی شہوت رانی اور ہوس پرستی کی خواہش کا اظہار ہوتا ہے۔ نکاح محض جنسی جذبات کی تسکین تک محدود نہیں بلکہ اس کا مقصد عزت دارانہ انداز سے عورت کے ساتھ زندگی گذارنا ہے

اس طرح یہ جبری منتقلی عورت کے بنیادی حقوق کی بھی نفی کرتی ہے۔ اس طرح تو عورت پھر مرد کے رحم وکرم پر ہوگی وہ اسے مال کی طرح جس طرف چاہے منتقل کر دے۔ یہ نکاح شرافت، عقل اور اخلاق کے خلاف ہے۔

(ii) پیدائش سے پہلے نکاح کا تعین:

عرب میں نکاح کی ایک شکل یہ بھی تھی کہ بچی کے پیدا ہونے سے قبل ہی اس کے رشتے کی باتیں ہونے لگتیں اور چھوٹی چھوٹی چیزوں اور معمولی باتوں کے عوض لوگ ان کے پیشگی رشتے طے کر

دیتے اور بعد میں اپنی بات اور قول سے پھر بھی جاتے۔

پیدائش سے پہلے نکاح کا تعین کرنے کی حرمت مندرجہ ذیل حدیث سے واضح ہوتی ہے

میمونہ بنت کردم قالت خرجت مع أبی فی حجة رسول الله ﷺ فرأیت رسول الله ﷺ فدنا الیه أبی وهو علی ناقة له منه و فدنا الیه أبی فاخذ بقدمه فأقرّ له ووقف علیه واستمع منه فقال انی حضرت جیش عثران قال ابن المثنی جیش غثر ان فقالا طارق بن المرقع من یعطینی رمحا بثوابه قلت وما ثوابه قال أزواجه اول بنت تکون لی فأعطیته رمحی ثم غبت عنه حتی علمت أنه ولد له جاریة وبلغت ثم جئته فقلت له أهلی جهز هن الی فحلف أن لا یفعل حتی أُصدقه صداقاً جدیدًا غیر الذی کان بینی وبینه وحلفت لا أُصدق غیر الذی أَعطیته فقال رسول الله ﷺ وبقرن ...... فلما رأی ذلک منی قال لا تالم ولا یاثم صاحبک قال أبو داد القتیر الشیب۲۲

❁ میمونہ بنت کردمؓ سے روایت ہے کہ جس وقت حضور اکرم ﷺ حجۃ الوداع کے لئے تشریف لے جارہے تھے تو میں بھی ساتھ تھی۔ میرے والد ماجد آپؐ کے قریب گئے آپؐ (اس وقت) ایک اُونٹ پر سوار تھے، اور آپؐ کا دست مبارک پکڑ کر آپؐ کے پیغمبر ہونے کا اقرار کیا اور وہیں پر رکے رہے اور آپؐ سے نفع بخش نصائح سنیں اس کے بعد کہا کہ میں جیش عثران میں شریک تھا (یہ لشکر زمانہ جاہلیت میں جنگ کے لئے گیا تھا) وہاں پر طارق بن مرقع نے مجھ سے معلوم کیا کہ کون شخص ہے جو کہ مجھ کو ایک نیزہ اس کے عوض دیتا ہے؟ میں نے پوچھا کس چیز کے بدلے میں۔ طارق نے کہا کہ اس کے بدلے میں کہ جو میری پہلی لڑکی ہوگی میں اس کا نکاح اس شخص سے کر دوں گا۔ چنانچہ میں نے اس کو اپنا نیزہ دے دیا اور چلا گیا یہاں تک کہ (ایک دن) میں نے سن لیا کہ طارق کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی اور وہ اب جوان ہوگئی ہے تو میں اس کے پاس پہنچا اور میں نے کہا کہ اب

میری بیوی کو رخصت کر دو۔ اس نے قسم کھائی کہ میں کبھی بھی تمہیں اپنی لڑکی نہیں دوں گا (یعنی تمہارا نکاح اپنی لڑکی سے نہ کروں گا) جب تک کہ تم مجھ کو جدید مہر اس مہر کے علاوہ ادا نہ کرو کہ جو مہر اس کے اور میرے درمیان مقرر ہو چکا تھا اور میں نے قسم کھائی کہ میں اس کے علاوہ کوئی شے (مہر وغیرہ) نہیں ادا کروں گا۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا، اس لڑکی کو جانے دو (یعنی اس کو چھوڑ دو میں اس بات سے گھبرا گیا اور میں نے حضور اکرمؐ کو دیکھا جب آپؐ نے میری کیفیت ملاحظہ فرمائی تو ارشاد فرمایا تم گنہگار ہوئے اور نہ تمہارے صاحب (طارق) گنہگار ہوئے (کیونکہ یہ زمانہ جاہلیت کی رسم تھی ﴾

(iii) نکاح مقت:

زمانہ جاہلیت میں باپ کی منکوحہ یعنی سگی ماں مقدس و محترم گردانی جاتی تھی لیکن کئی لوگ اپنی سوتیلی ماؤں سے نکاح کر لیتے انہیں یہ بھی اختیار تھا کہ وہ ان کا نکاح کسی اور سے کروا کر مہر خود وصول کر لیں۔ یا ان کو کسی اور سے نکاح کرنے سے قطعی روک دیں، یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو جائے اور وہ ان کا ترکہ وصول کر لیں۔[۲۳]

اسلام نے اسے حرام قرار دیا کیونکہ اس سے ماں کا تقدس مجروح ہوتا اور یہ ایک مبغوض کام تھا جو کہ معاشرے میں انتشار کا باعث بنتا تھا۔

سورۃ النساء آیت نمبر ۲۲ میں اس کی حرمت بیان کی گئی۔

وَ لَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّ مَقْتًا وَ سَآءَ سَبِيْلًا ۝

اور نکاح میں نہ لاؤ جن عورتوں کو نکاح میں لائے تمہارے باپ مگر جو آگے ہو چکا یہ بے حیائی اور غضب کا کام ہے اور بری راہ ہے۔

(iv) نکاح شغار:

شغار دورِ جاہلیت میں رائج تھا اور اس کی صورت یہ تھی کہ ایک شخص اپنی بہن یا لڑکی کی اس

شرط پر دوسرے شخص سے شادی کرتا کہ وہ شخص بھی اپنی بہن یا لڑکی کی اس شخص سے شادی کرے اور ایک کا مہر دوسرے کے نکاح کی صورت میں ہوتا۔علیحدہ سے کوئی مہر نہ لیا جاتا۔گویا یہ نکاح ایسا تھا جیسا آج کل کی آٹا ساٹی (وٹہ سٹہ) کے طور پر بعض جگہ نکاح کئے جاتے ہیں، (دونوں میں فرق یہ ہے کہ وٹہ سٹہ میں حق مہر مقرر کیا جاتا ہے جب کہ شغار میں حق مہر مقرر نہیں کیا جاتا) اس طرح کے نکاح کو شریعت نے ناپسند کیا ہے۔

أن العباس بن عبدالله بن العباس أنكح عبد الرحمن بن الحكم ابنته وا نكحه عبدالرحمن ابنته وكانا جعلا صداقا فكتب معاوية الى مروان يأمره بالتفريق بينهما وقال فى كتابه هذا الشغار الذى نهى عنه رسول الله ﷺ.

حضرت عباس بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنی صاحبزادی کی شادی عبدالرحمٰن بن حکم سے کردی اور عبدالرحمٰن نے اپنی لڑکی کی شادی عباس بن عبداللہ بن عباس سے کردی اور اسی نکاح کرنے کو مہر سمجھ لیا گیا۔حضرت معاویہؓ نے مروان کو تحریر فرمایا کہ ان دونوں کا نکاح فسخ کرا دیا جائے اور تحریر فرمایا کہ شغار یہی ہے جس کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرمائی۔[۲۴]

علامہ عینی کے مطابق نکاح شغار کے باطل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ایسی چیز کو مہر قرار دیا گیا ہے جو کہ مہر ہونے کی اہلیت نہیں رکھتی (یعنی کہ تعلق زوجیت کو)۔[۲۵]

(i) اس میں جبر کا پہلو موجود ہے کہ ایک شخص شادی کرنا چاہتا ہے۔اب اس پر لازم ہے کہ وہ اپنی بہن یا بیٹی کا نکاحؒ اس عورت کے خاندان میں کرے، اس صورت میں جس عورت کی شادی کی جائے گی، اس پر جبر کیا جا رہا ہوتا ہے۔

(ii) اگر ایک شادی ناکام ہوتی ہے تو اس کے بدلے میں دوسری طرف بھی اس کا اثر مرتب ہوتا ہے۔دوسرا جوڑا بے شک احسن طریق سے زندگی گزار رہا ہو، تب بھی عموماً ایک طلاق یا ناچاقی کی صورت میں دوسری طرف ناچاقی یا طلاق کی نوبت آجاتی ہے۔

عن ابن عمر أن رسول الله ﷺ نهى عن الشغار زاد مسدد في حديثه قلت لنافع ما الشغار قال ينكح ابنة الرجل و ينكحه ابنته بغير صداق و ينكح ابنة الرجل و ينكحه ابنته بغير صداق و ينكحا أخت الرجل و ينكحه أُخته بغير صداقٍ. ٢٦ ؎

﴿حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ نے (نکاح) شغار سے منع فرمایا۔ مسدد کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ میں نے نافعؒ سے دریافت کیا کہ شغار کیا ہوتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ شغار یہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے شخص سے اپنی لڑکی کا نکاح اس شرط پر کردے کہ دوسرا شخص بھی (بطور عوض) اپنی لڑکی کا نکاح اس سے کرے یا اسی طریقہ پر بہن کا نکاح کرے اور پھر آپس میں دونوں کے درمیان مہر مقرر نہ کیا جائے۔﴾

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ

كان الشغار من نكاح لجاهلية واجمع العلماء على انه منهي عنه لكن اختلفو هل هو نهي يقتضي ابطال النكاح أم لا وعند الشافعي يقتضي ابطاله وحكاه الخطابي عن احمد واسحق وابي عبيد وقال مالك يفسخ قبل الدخول وبعده وفي رواية عنه قبله لا بعده وقال جماعة يصح بمهر المثل وهو مذهب ابي حنيفة رحمه الله. ٢٧ ؎

ایسا نکاح باطل ہے اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مذکورہ نکاح فسخ کیا جائے گا اگرچہ ہمبستری ہوچکی ہو اور امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ نکاحِ شغار درست ہے البتہ دونوں نکاح کرنے والے شخصوں پر علیحدہ علیحدہ مہر مثل لازم ہے اور مثل کا مطلب یہ ہے کہ اس لڑکی کے خاندان کی دیگر لڑکیوں کا جو مہر ہو وہی ادا کرنا ضروری ہے

(۷) نکاح متعہ:

اسلام سے پہلے نکاح کی ایک صورت متعہ بھی تھی۔ اس میں بہت تھوڑے حق مہر پر کچھ دن

کے لئے نکاح کرلیا جاتا۔ نکاح کی یہ صورت اسلام کے بعد بھی کچھ عرصہ قائم رہی کیونکہ صحابہ کرامؓ غزوات کے سلسلے میں کافی عرصہ تک گھروں سے دور رہے کچھ صحابہؓ نے آپؐ سے خصی ہونے کی اجازت چاہی تو آپؐ خاموش رہے اور آپ نے سخت مجبوری کی صورت میں متعہ کی اجازت دی لیکن بعد میں یہ اجازت ختم کردی گئی۔

صحیح مسلم کی چند روایات میں متعہ کی حرمت بیان فرمائی گئی ہے۔

عَنْ عبداللہ یقول کنا نغزوا مع رسو ل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس لنا نساء فقلنا الا نستخصی فنھا ناعن ذٰلک ثم رخص لنا ان ننکح المراۃ بالثوب الیٰ اجل ثم قرا عبداللہ یآیھا الذین اٰمنو ا لا تحرمو ا طیبات مآ احل اللہ لکم و لا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین. ۲۸

﴿عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علی وسلم کے ہمراہ جہاد کرتے تھے۔ اور ہمارے پاس عورتیں نہ تھیں اور ہم نے کہا کہ کیا ہم خصّی ہو جائیں۔ سو آپؐ نے ہمیں ایسا کرنے سے منع فرمایا اور ہمیں اجازت دی کہ ایک کپڑے کے بدلے (یعنی کسی معمولی سی چیز کو مہر بنا کر) ایک معین مدت تک عورت سے نکاح کریں۔ پھر عبداللہؓ نے یہ آیت پڑھی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں عورتیں اور حد سے نہ بڑھو بے شک اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔﴾

عَنْ اَبِیْ حَمْزَۃَ قَالَ سَمِعْتُ ابن عباس سئل عن متعۃ النسآءِ فرخص فقال لہ مولًی لہ انما ذٰلک فی الحال الشدید وفی النساء تلۃ او نحوہ فقال ابن عباس نعم. ۲۹

﴿ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپؐ سے عورتوں کے ساتھ نکاح متعہ کرنے کے متعلق سوال کیا گیا تھا تو آپ نے اس کی اجازت دی پھر آپؐ کے ایک مولیٰ نے آپ سے پوچھا کہ اس کی اجازت سخت مجبوری یا عورتوں کی کمی یا اسی جیسی صورتوں میں ہوگی تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں!﴾

حدثنا جابر بن عبداللہ و سلمة بن الاکوع قالا کنا فی جیشٍ فاتا نا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال انہ قد اُذن لکم ان تستمتعوا فاستمتعوا وقال ابن ابی ذئب حدثنی ایاس بن سلمة بن الاکوع عن ابیہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایما رجلٍ وامرأةٍ توافقا نعشرةُ ما بینھما ثلٰث لیالٍ فان احبا ان یتزا یدآ اویتتا ئکا نتار کا نمآ ادری اشیء کان لنا خآصة ام للناس عآمةً قال ابو عبداللہ و بینہ عَلِیّ عَلٰی النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ منسوخ۔ [30]

﴿ جابر بن عبداللہ اور سلمہ بن الاکوعؓ نے بیان کیا کہ ہم ایک لشکر میں تھے۔ پھر رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ تمھیں متعہ کرنے کی اجازت دی گئی ہے اس لیے تم نکاح متعہ کر سکتے ہو اور ابن ابی ذئب نے بیان کیا کہ مجھ سے ایاس بن سلمہ بن الاکوع نے حدیث بیان کی اور ان سے ان کے والد نے اور ان سے رسول اللہ ﷺ نے کہ جو مرد اور عورت متفق ہو جائیں (ایک ساتھ رہنے پر) اور کوئی مدت متعین نہ کریں تو اسے تین دن تک ساتھ رہنے پر محمول کیا جائے گا۔ پھر اگر وہ تین دن سے زیادہ اس اتفاق کو رکھنا چاہیں یا ختم کرنا چاہیں، تو انھیں اس کی اجازت ہے سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں یہ حکم صرف ہمارے (صحابہؓ) ہی لیے تھا یا تمام لوگوں کے لیے ابوعبداللہ (امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ) کہتے ہیں کہ اس کا حکم علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے حوالہ سے بیان کر دیا کہ یہ منسوخ ہو چکا ہے ﴾۔

نکاح متعہ کی رخصت کچھ عرصے کے لیے دی گئی تھی اور اسی کے بعد اس کو بھی حرام قرار دیا۔

صحیح مسلم کتاب النکاح میں متعہ کے بارے میں مندرجہ ذیل اقوال بیان ہوئے ہیں۔

عن جابر ابن عبداللہ یقول کنا نستمتع بالقبضة من التمرو الدقیق الایام علیٰ عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابی بکر حتیٰ نھٰی عنہُ عمر فی شان عمر و بن حُریثٍ۔ [31]

﴿جابر کہتے تھے کہ ہم رسول اللہؐ اور ابوبکرؓ کے زمانہ میں ایک مٹھی کھجور اور آٹا دے کر متعہ کرتے تھے یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے عمرو بن حریث کے قصہ میں اس سے منع کیا۔﴾

عن ابی نضرة قال قلت عند جابر بن عبیداللہ فاتاہ اٰتٍ فقال ابن عباسٍ وابن الزبیر اختلفا فی المتعتین فقال جابر فعلنا ھما مع رسول اللہ صلی اللہ علی وسلم ثط م نہانا عنھما عمر فلم نعد لھما .۳۲؎

﴿ابونضرة نے کہا کہ میں جابر کے پاس تھا کہ ایک شخص آیا اور کہا کہ ابن عباس اور ابن زبیر نے دونوں متعوں حج تمتع اور عورتوں سے متعہ میں اختلاف کیا ہے۔ جابر نے کہا ہم نے رسول اللہ صلعم کے عہد میں دونوں متعہ کئے ہیں پھر ان دونوں سے حضرت عمرؓ نے منع کر دیا۔ اس کے بعد ان دونوں کو ہم نے نہیں کیا۔﴾

عن ایاس بن سلمة عن ابیہ قال رخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام اوطاسٍ فی المتعة ثلاثاً ثم نہیٰ عنھا۳۳؎

﴿ایاس بن سلمہ نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے رسول اللہ صلعم نے اوطاس والے سال میں تین مرتبہ متعہ کی اجازت دی پھر منع فرما دیا۔﴾

عن سبرة الجھنی انہ قال اذن لھم رسول اللہ صلی اللہ علی وسلم بالمتعة فانطلقت انا و رجل الی امراةٍ من بنی عامرٍ کانھا بکرةٌ عیطآء فعرضنا علیھآ انفسنا فقالت ما تعطنی فقلت ردآئی وقال صاحبی ردآئی و کان ردآء صاحبی اجود من ردآئی و کنت اشب منہ فاذا نظرت الیٰ ردآء صاحبی اعجبھا و اذا نظرت اِلَیَّ اعجبتھا ثم قالت انت و ردآئک یکفینی فمکثت معھا ثلاثا ثم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان عندہ شی ء من ھٰذہ النسآء التی یتمتع فلیخل سبیلھا .۳۴؎

﴿سبرة الجھنیؓ نے کہا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے متعہ کہ اجازت دی تو میں اور ایک اور شخص دونوں نکلے اور قبیلہ بنی عامر کی ایک عورت کو دیکھا کہ گویا ایک جوان اونٹنی تھی

دراز گردن صراحی نما۔ سو ہم نے اپنے آپ کو اُس پر پیش کیا۔ وہ بولی مجھے کیا دو گے؟ میں نے کہا میری چادر حاضر ہے اور میرے رفیق نے کہا میری چادر حاضر ہے اور میرے رفیق کی چادر میری چادر سے اچھی تھی مگر میں اُس کی نسبت اچھا جوان تھا۔ جب وہ میرے رفیق کی چادر دیکھتی تو اُس کو پسند آتی اور جب مجھے دیکھتی تو میں اُس کو پسند آتا پھر اُس نے کہا کہ تو اور تیری چادر مجھے کافی ہے۔ اور میں اس کے پاس تین روز رہا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "جس کے پاس ایسی عورت ہو کہ اُس سے متعہ کیا ہو اسے چھوڑ دے۔"﴾

عَنِ الربیع ابن سبرة الجھنی ان اباہ حدثه انه کان مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یآیھا الناس انی قد کنت اذنت کم فی الاستمتاع من النسآء و ان اللہ قد حرم ذٰلک الیٰ یوم القیٰمة فمن کان عندہ منھن شیء فلیخل سبیلھا و تاخذوا ممآ اتیتموھن شیئًا۔[۳۵]

﴿ ربیع ابن سبرہ نے اپنے باپ سے روایت کیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ سو آپؐ نے فرمایا "اے لوگو! میں نے تم کو عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دی تھی۔ اور اب اللہ تعالیٰ نے اُس کو قیامت کے دن تک کے لیے حرام کر دیا ہے۔ سو جس کے پاس متعہ کے نتیجے میں بیوی موجود ہو تو چاہیئے کہ اس کو چھوڑ دے اور جو چیز تم اُن کو دے چکے ہو وہ واپس نہ لو۔﴾

مختلف مواقع پر متعہ کی اجازت کی حکمت یہ نظر آتی ہے کہ اس وقت مسلمانوں کے قبضے میں قیدی عورتیں بھی ہوں گی۔ صحابہؓ اپنے گھروں سے بھی کئی روز سے باہر تھے۔ اگر اس ماحول میں انہیں اجازت نہ دی جاتی تو بہت سی اخلاقی اور جنسی خرابیاں ظاہر ہو جاتیں۔ جو کام مجرمانہ انداز سے ہونا تھا اس کی وقتی اجازت دے دی گئی مگر بعد میں اس کے بہت سارے مفاسد کی وجہ سے آپؐ نے اسے حرام قرار دیا، مثلاً اگر متعہ کے نتیجے میں کوئی اولاد ہو تو اس کا ذمہ دار کون ہوگا؟ اس اولاد کی کفالت کون کرے گا؟ اس عورت کی معاشرتی حیثیت کیا ہوگی؟ اس لیے اس نکاح کو حرام قرار دیا گیا۔

(vi) نکاح استبضاع:

حرام نکاح کی ایک قسم نکاح استبضاع تھی۔اس نکاح کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے:

ان عآئشة زوج النبی صلی اللہ علیه وسلم اخبرته ان النکاح فی الجاهلیة کان علیٰ اربعةِ انحآءٍ فنکاح منها نکاح الناس الیوم یخطب الرجل الی الرجل وَلیته اوابنته فیصد قها ثم ینکحها ونکاح اٰخر کان الرجل یقولُ لامراتهٖ اذا طهرت من طمثهآ ارسلی الیٰ فلانٍ فاستبضنی منه و یعتزلها زوجها ولا یمسها ابدًا حتّٰی یتبین حملها من ذٰلک الرجل الذی تستبضع منه فاذا تبین حملها اصابها زوجهآ اذا احب وانما یفعل ذٰلک رغبةً فی نجابة الولد فکان هٰذا النکاح نکاح الاستبضاع من ذٰلک فلما بُعث محمد صلی اللہ علیه وسلم بالحق هدم نکاح الجاهلیة کله الا نکاح الناس الیوم..........الخ۔[۳۶]

﴿حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ زمانہ جاہلیت میں نکاح چار طرح ہوتے تھے۔ایک صورت تو یہی تھی جیسے آج کل لوگ کرتے ہیں۔ایک شخص دوسرے شخص کے پاس اس کی زیرِ پرورش لڑکی یا اس کی بیٹی کے نکاح کا پیغام بھیجتا اور اس کا مہر دے کر اس سے نکاح کرتا،دوسرا نکاح یہ تھا کہ کوئی شوہر اپنی بیوی سے جب وہ حیض سے پاک ہو جاتی تو کہتا کہ فلاں شخص کے پاس (جو اشراف میں سے ہوتا) چلی جاؤ اور اس سے صحبت رکھو۔اس مدت میں شوہر اس سے جدا رہتا اور اسے چھوتا بھی نہیں۔پھر جب دوسرے مرد سے اس کا حمل ظاہر ہو جاتا جس سے وہ عارضی طور پر صحبت کرتی رہتی تو حمل کے ظاہر ہونے کے بعد اس کا شوہر اگر چاہتا تو اس سے صحبت کرتا،ایسا اس لیے کرتے تھے تاکہ ان کا لڑکا اچھی نسل سے پیدا ہو۔یہ نکاح ''نکاح استبضاع'' کہلاتا تھا۔

(vii) عورت کے ساتھ جنسی تعلق کی ایک قسم یہ تھی کہ چند افراد جن کی تعداد دس سے کم ہوتی کسی ایک عورت کے پاس آنا جانا رکھتے اور اس سے صحبت رکھتے پھر جب وہ عورت حاملہ ہوتی اور بچہ جنتی تو وضع حمل پر چند دن گزرنے کے بعد اپنے آشناؤں کو بلاتی۔ اس موقعہ پر ان میں سے کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا تھا۔ سب اس کے پاس جمع ہوتے اور وہ ان سے کہتی کہ جو تمھارا معاملہ تھا وہ تمھیں معلوم ہے اور اب میں نے بچہ جنا ہے، اے فلاں! یہ بچہ تمھارا ہے۔ وہ جس کا چاہتی نام لے دیتی اور اس کا لڑکا اسی کا سمجھا جاتا۔ وہ شخص اس سے انکار کی جرأت نہیں کرسکتا تھا۔

چوتھا نکاح یہ تھا کہ بہت سے لوگ کسی عورت کے پاس آیا جایا کرتے تھے۔ عورت اپنے پاس کسی بھی آنے والے کو روکتی نہیں تھی۔ یہ کسبیاں (بے حیائی کا کسب کرنی والی) ہوتی تھیں۔ اس طرح کی عورتیں اپنے دروازوں پر جھنڈے لگائے رکھتی تھیں جو نشانی سمجھے جاتے تھے، جو بھی چاہتا ان کے پاس جاتا اس طرح کی عورت جب حاملہ ہوتی اور بچہ جنتی تو اس کے پاس آنے جانے والے جمع ہوتے اور کسی قیافہ شناس کو بلاتے اور بچے کا ناک نقشہ جس سے ملتا جلتا ہوتا اس عورت کے لڑکے کو اسی کے ساتھ منسوب کردیتے اور وہ بچہ اسی کا ہوجاتا اور اس کا بیٹا کہا جاتا، اس سے کوئی انکار نہیں کرتا تھا۔

اس میں عورت کی توہین اور ذلت ورسوائی ہوتی ہے۔ عورت تو پھر مرد کی غلام ہوئی کہ اسے غلاموں اور مارکیٹ کے مال کی طرح جب چاہا دوسرے شخص کی طرف منتقل کردیا۔ پیدا ہونے والے بچے کی نسبت طے کرنے کے لئے جو طریقہ اختیار کیا جاتا ہے وہ بذات خود عورت کی تذلیل ہے۔ یہ طریقہ شرافت کے بھی خلاف ہے۔ یہ بے غیرتی اور بے حمیتی ہے کہ مرد اپنی بیوی کو دوسرے سے صحبت کے لئے بھیج دے۔ ایک منکوحہ کو طلاق دئے بغیر دوسرے شخص کے پاس صحبت کے لئے بھیج دینا حرام کام ہے یہ بدترین حرام کاری ہے۔ اس سے معاشرے سے شرافت اور عفت وعصمت کے تصور کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔

(viii) نکاح حلالہ:

اسلام سے پہلے لوگ نکاح اور طلاق کے بارے میں بہت غیر ذمہ دارانہ رویہ رکھتے تھے۔ جس کا جب دل چاہتا نکاح کرلیتا پھر اس عورت کو طلاق دینے کے بعد (اس سے پہلے کہ وہ عورت کسی

دوسرے مرد سے شادی کرے اور اتفاقاً اسے طلاق ہو جائے) دوبارہ اس سے نکاح کر لیا جاتا اور یہ سلسلہ بار بار جاری رہتا۔ آپؐ نے اس چیز کی سختی سے ممانعت فرمائی

عن علی قال اسمعیل واراہ قد رفعه الی النبی ﷺ ان النبی ﷺ قال لعن الله المحلل والمحلل له۔[۲۷]

﴿حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لئے حلالہ کیا جائے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔﴾

حلالہ کے ممنوع ہونے کے اسباب مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ خاوند کا تین طلاقیں دینا اس بات کی دلیل ہے کہ میاں بیوی کے درمیان گزارہ نہیں ہو سکتا۔ تین طلاق کے بعد بھی اگر وہ پہلے خاوند کے ساتھ ہی دوبارہ نکاح کے حوالے سے معلق رہے تو اس سے عورت تو لٹکتی رہے گی۔ اس کی آئندہ زندگی کے حوالے سے اس کا بنیادی حق، کہ وہ اب دوسرے شخص سے شادی کر لے، متاثر ہوگا اب اس خاوند کو اسے دوسرے نکاح سے روکے رکھنے کا حق ختم ہو جانا چاہیئے۔

۲۔ اس خاوند کے لئے یہ عورت بطور سزا کے بھی حرام ہو جانی چاہیئے۔ اگر وہ اسے بیوی بنا کر رکھنا چاہتا تھا تو اسے اس بارے میں پہلے سوچنا چاہیئے تھا۔ اگر اس نے اب تین طلاقیں دے دی ہیں تو اب اسے رجوع کا حق نہیں ہونا چاہیے۔ اب اگر وہ اس بیوی کو واپس لانا چاہتا ہے تو پھر بھی امکان یہی ہوگا کہ ان کے تعلقات کشیدہ ہی رہیں گے اور اس صورت میں عورت کی زندگی اجیرن بنی رہے گی۔ لہٰذا ان کی علیحدگی ہی ہو جانی چاہیے۔

۳۔ حلالہ کو حرام قرار دینے میں عورت کی عزت و توقیر کرانے کی حکمت پیش نظر تھی۔ حلالہ کے حرام قرار دیئے جانے کی متعدد وجوہ بھی ہیں۔ مثلاً یہ بات حیاء اور عورت کے وقار کے منافی ہے کہ ایک شخص سے معاہدہ کر کے نکاح کیا جائے کہ وہ خلوت کے بعد عورت کو طلاق دے دے گا۔ قرآن نکاح کو میثاقِ غلیظ یعنی پختہ معاہدہ قرار دیتا ہے۔ (النساء:۲۱) طلاق کے معاہدے کے تحت نکاح کرنا قرآن کے اس حکم اور روح کے ساتھ متصادم ہے۔

حضورؐ نے اس طریق کار کی ممانعت فرمائی۔ امام مالک کہتے ہیں کہ حلالہ کے بارے میں

اختلاف حدیث نبوی کو سمجھنے میں اختلاف کی بنا پر ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا لَعَنَ اللہ المحلل (اللہ نے حلالہ کرنے والے پر لعنت فرمائی ہے)۔

جن فقہا نے لعنت سے صرف گناہ کا مفہوم سمجھا ہے انہوں نے حلالہ کو درست قرار دیا ہے اور جن حضرات نے لعنت اور گناہ کو عقد کے فاسد ہونے کے معنی میں لیا ہے اور اُسے اُس ممانعت کے مشابہ قرار دیا ہے جو ممنوع شے کے فاسد ہونے پر دلالت کرتی ہے انہوں نے نکاح حلالہ کو فاسد قرار دیا ہے۔

جمع بین الاختین:

عرب ایک وقت میں دو سگی بہنوں سے نکاح کو جائز سمجھتے تھے اور بھتیجی خالہ اور پھوپھیاں ایک ہی نکاح میں جمع کر لیتے۔ ابو جنیحہ سعید بن عاصم پہلا شخص ہے جس نے بیک وقت دو بہنوں کو اپنی زوجیت میں رکھا اس نے مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم کی دو بیٹیوں ہند اور صفیہ کو بیک وقت اپنے نکاح میں رکھا۔ ۳۸؎

حالانکہ تمام شریعتوں میں یہ رشتے حرام و محترم اور مقدس قرار دیے گئے تھے۔ ان میں دین ابراہیمی بھی ہے۔ عربوں اور قریش مکہ میں محرمات کا تصور و عمل اور حکم تینوں دین ابراہیمی سے آئے تھے اور کچھ لوگ ان پر تاریک جاہلی ایام میں بھی کار فرما رہے۔ شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے مجمل طور سے بیان کیا ہے کہ جاہلی عرب بیٹیوں، ماؤں اور بہنوں وغیرہ کو برابر محرمات میں شمار کرتے رہے۔ لیکن اس کے برعکس صورت بھی موجود تھی۔ وہ لکھتے ہیں:

"وما زالوا یحرمون المحارم کالبنات والامهات و الاخوات وغیرها.." ۳۹؎

"آپؐ کے دور میں بھی عرب کسی حد تک دو بہنوں کے نکاح کو جائز سمجھتے تھے اور بھتیجی، خالہ اور پھوپھیاں ایک ہی نکاح میں جمع کر لیتے۔"

سورہ النساء میں اس رشتے کو ہمیشہ کے لئے حرام قرار دے دیا گیا:

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّ

مَقْتًا وَ سَآءَ سَبِيْلًا. حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَ بَنٰتُكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ وَ عَمّٰتُكُمْ وَ خٰلٰتُكُمْ وَ بَنٰتُ الْاَخِ وَ بَنٰتُ الْاُخْتِ وَ اُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْۤ اَرْضَعْنَكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَ اُمَّهٰتُ نِسَآىٕكُمْ وَ رَبَآىٕبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآىٕكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ وَ حَلَآىٕلُ اَبْنَآىٕكُمُ الَّذِیْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ وَ اَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا.

”اور نکاح میں نہ لاؤ جن عورتوں کو نکاح میں لائے تمہارے باپ مگر جو پہلے ہو چکا دور جاہلیت کا عمل تھا۔ یہ بے حیائی ہے اور کام ہے نفرت والا اور برا چلن ہے۔ حرام ہوئی ہیں تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں اور خالائیں اور بیٹیاں بھائی کی اور بہن کی، اور جن ماؤں نے تم کو دودھ پلایا اور دودھ کی بہنیں، اور تمہاری عورتوں کی مائیں اور ان کی بیٹیاں جو تمہاری پرورش میں ہیں جن کو جنا ہے تمہاری ان عورتوں نے جن سے تم نے صحبت کی اور اگر تم نے ان سے صحبت نہیں کی تو تم پر کچھ گناہ نہیں اس نکاح میں۔ اور حرام ہیں عورتیں تمہارے بیٹوں کی جو تمہاری پشت سے ہیں اور حرام کیا گیا ہے کہ اکٹھا کرو دو نکاح میں بہنوں کو مگر جو پہلے ہو چکا سو ہو چکا، ماضی کے اس عمل پر بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے“۔

بخاری شریف میں اس کی وضاحت یوں کی گئی ہے

مَا یَحِلُّ مِنَ النِّسَآءِ وَمَا یُحْرَمُ وَقَوْلِهٖ تَعَالٰی حُرِّمَتْ عَلَیْكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَاَخَوَاتُكُمْ وَ عَماتُكُمْ وَخالاتكم وبنت الاخ و بنت الاخت الیٰ اٰخر الأیتین الی قولہ ان اللہ کان علیماً حکیماً. وقال انس والمحصنٰت من النسآءِ ذوات الازواج الحرآئر حرام الا ما ملکت ایمانکم لا یریٰ باساً ان ینزع الرجل جاریتہ من عبدہ وقال ولا تنکحوا

المشرکٰت حتیٰ یئومن وقال ابن عباسٍ ما زاد علیٰ اربعٍ فھو حرام کامہٖ وابنتہ واختہٖ وقال لنا احمد بن حنبلٍ حدثنا یحیی بن سعیدٍ عن حدثنی جیب عن سعیدٍ عن ابن عباسٍ حرم من النسب سبع ومن الصھر سبع ثم قرأ حرمت علیکم امھٰتکم الأیة وجمع عبداللہ ابن جعفرٍ بین ابنة علیٍ وامراة علیٍ وقال ابن سیرین لا باس بہٖ وکرھہ الحسن مرة ثم قال لا باس بہٖ وجمع الحسن بن الحسن بن علی بَینَ ابنتی عمٍ فی لیلةٍ وکرھہ جابر بن زیدٍ للقطیعة ولیس فیہ تحریم لقولہٖ تعالیٰ واحل لَکُمۡ مَا وَرَآءَ ذٰلِکُمۡ ٭

❁جو عورتیں حلال ہیں اور جو حرام ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ''تم پر حرام کی گئی ہیں تمھاری مائیں اور تمھاری لڑکیاں اور تمھاری بہنیں اور تمھاری پھوپھیاں اور تمہاری بہن کی لڑکیاں'' آخر آیت تک، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑا جاننے والا بڑا حکمت والا ہے۔ اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ''والمحصنٰت من النساء'' سے مراد شوہروں والی عورتیں'' ہیں' جو آزاد ہوں، حرام ہیں (ان سے نکاح) سوا اس صورت کے کہ ان کے شوہر ان کو طلاق دیدیں یا مر جائیں اور ان کی عدت گزر چکی ہو، البتہ کنیزوں کا اس سے استثناء ہے (انس رضی اللہ عنہ جمہور کے خلاف) اسے جائز سمجھتے تھے کہ کوئی شخص اپنی کنیز کو جو اس کے غلام کے نکاح میں ہو، اس سے جدا کر دے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو' یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں'' اور ابن س رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ چار بیویوں سے زیادہ حرام ہیں۔ جیسے اس کی ماں، اس کی بیٹی اور اس کی بہن (اس پر حرام ہیں) اور ہم سے احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ ان سے یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی، ان سے سفیان نے، ان سے حبیب نے حدیث بیان کی، ان سے سعد نے اور ان سے ابن س رضی اللہ عنہ نے کہا نسب کے رشتہ سے سات طرح کی عورتیں حرام ہیں اور سسرال کے رشتہ سے بھی سات طرح

کی عورتیں حرام ہیں۔ پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی ’’[تم پر حرام کی گئیں ہیں تمھاری مائیں‘‘ آخر آیت تک۔ اور عبداللہ بن جعفر نے علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اور آپ کی بیوی کو (آپ کے انتقال کے بعد) ایک ساتھ اپنے نکاح میں رکھا تھا (صاحبزادی دوسری بیوی سے تھیں) ابن سیرین نے فرمایا کہ ایسی صورت میں کوئی مضائقہ نہیں اور حسن بن حسن بن علی نے دو چچازاد بہنوں کو ایک رات اپنے نکاح میں جمع کیا تھا لیکن جابر بن عبداللہؓ نے اس صورت کو ناپسند فرمایا ہے۔ کیونکہ ایسی صورتوں میں قطع صلہ رحمی کا اندیشہ ہے۔ گو یہ صورتیں حرام نہیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ’’اس کے (آیت میں مذکورہ محرمات کے) سوا تمھارے لیے حلال کی گئی ہیں۔﴾

عن ام حبيبة قالت قلت يا رسول الله هل لك في بنت ابي سفيان قال فافعل ما ذا قلت تنكح قال اتحبين قلت لست لك بمخليةٍ واحب من شركني فيك اختي قال انها لا تحل لي قلت بلغني انك تخطب قال ابنة ام سلمة قلت نعم قال لو لم تكن ربيبتي ما حلت لي ارضعتني واباها ثويبةُ فلا تعرضن على بنا تكن ولآ اخواتكن وقال الليث حدثنا هشام درة بنت ابي سلمة.[41]

﴿ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! ابوسفیان کی صاحبزادی کی طرف آپ کا کچھ میلان ہے؟ حضور اکرمؐ نے فرمایا پھر میں اس کے ساتھ کیا کروں گا۔ میں نے عرض کی کہ اس سے آپ نکاح کر لیں۔ حضور اکرم نے فرمایا کیا تم اسے پسند کرو گی؟ میں نے عرض کی میں کوئی تنہا تو ہوں نہیں (بلکہ میری دوسری سوکنیں ہیں ہی) اور میں اپنی بہن کے لیے یہ پسند کرتی ہوں کہ وہ میرے ساتھ آپ کے تعلق میں شریک ہو جائے۔ اس پر آنحضورؐ نے فرمایا کہ وہ میرے لیے حلال نہیں ہیں (کیونکہ دو بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں نہیں رکھا جا سکتا) میں نے عرض کی کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے نکاح کا پیغام بھیجا ہے۔ آنحضور نے فرمایا ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی لڑکی کے

پاس؟ میں نے عرض کی کہ جی ہاں آنحضور نے فرمایا۔ اگر وہ میری ربیبہ (بیوی کے سابق شوہر سے لڑکی) نہ ہوتی جب بھی میرے لیے حلال نہ ہوتی۔ مجھے اور اس کے والد کو ثویبہ نے دودھ پلایا تھا، تم لوگ میرے لیے اپنی لڑکیوں اور بہنوں کو نہ پیش کیا کرو۔ اور لیث نے بیان کیا ان سے ہشام نے حدیث بیان کی کہ ان (ام سلمہ کی صاحبزادی) کا نام درہ بنت ابی سلمہ تھا۔

امام بخاری نے اس کے علاوہ سات ہم مضمون احادیث بیان کی ہیں۔ امام مسلم نے یہ باب قائم کیا ہے۔

بَاب تحریم الجمع بین المراة و عمتها و خالتها فی النکاح.

باب۔ بھتیجی اور پھوپھی اور خالہ اور بھانجی کا جمع کرنا نکاح میں حرام ہے۔

عَن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال سمعت رسول الله علیه وسلم یقول لا تنکح العمة علیٰ بنت الاخ و لا ابنة الاخت علی الخالة.[۴۲]

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے کہ "پھوپھی سے نکاح نہ کیا جائے جب بھتیجی اُس کے نکاح میں ہو اور بھانجی سے نکاح نہ کیا جائے جب خالہ نکاح میں ہو۔"

عَنْ ابی هریره رضی الله تعالیٰ عنه یقول نهیٰ رسول الله صلی الله علیه وسلم ان یجمع الرجل بین المراة و عمتها و بین المرأة و خالتها قال ابن شهاب فنریٰ خالة ابیها و عمة ابیها بتلک المنزلة[۴۳]

ابو ہریرہؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا کہ فرماتے تھے کہ پھوپھی سے نکاح نہ کیا جائے جب بھتیجی اس کے نکاح میں ہو اور بھانجی سے نکاح نہ کیا جائے جب خالہ نکاح میں ہو۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا جناب عبدالمطلب ہاشمی کے بارے میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ محرمات سے نکاح کرنے سے روکا کرتے تھے۔ اور اپنے عہد میں محرمات کے نکاح کی حرمت کے

قائل تھے اور اس کا اعلان و اظہار بھی کیا کرتے تھے۔[۴۴]

سیرت و تاریخ کی روایات میں واضح طور سے بیان آتا ہے کہ جاہلی عرب بالخصوص قریش مکہ محرمات کا تصور رکھتے تھے اور صرف تصور ہی نہیں، ان کے جاہلی معاشرے میں محرمات کا تقدس و احترام بھی پایا جاتا تھا اور ان سے نکاح کی حرمت پر عمل بھی کیا جاتا تھا مگر بہت سختی سے نہیں۔
امام مسلم نے اس باب میں مزید اہم مضمون احادیث بیان کی ہیں۔[۴۵]

مکی دور میں بہت سے مسلمانوں کے نکاحوں میں ایک نئی صورت یہ پیدا ہوئی کہ بہت سے جوڑوں میں سے ایک فرد مسلم تھا اور دوسرا غیر مسلم۔ صحابہ کرامؓ کے مکی جوڑوں میں شوہر مسلم ہو گیا تھا تو بیوی کافر تھی اور بیوی نے اسلام قبول کر لیا تھا تو شوہر کفر پر جما تھا۔ مثال کے طور پر رسول اکرم ﷺ کی بڑی دخترِ نیک اختر حضرت زینب کے شوہر ابوالعاص ربیع مکی دور میں کافر رہے اور ایسی بہت سی مثالیں ہیں:

۱۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ایک بیوی، جو حضرت اسماءؓ کی ماں تھیں، مدتوں کافر رہیں۔

۲۔ حضرت عمر فاروقؓ کی دو کافر بیویوں کا ذکر ملتا ہے جن کو انھوں نے مدنی دور میں طلاق دے دی تھی۔

۳۔ حضرت ام حبیبہؓ کے شوہر عبیداللہ بن جحش اسدی، ہجرت حبشہ کے بعد عیسائی بن گئے تھے۔

۴۔ حضرت ابوبکرؓ کی ماں ام الخیر مکی دور میں مسلمان ہو گئی تھیں مگر ان کے شوہر حضرت ابوقحافہؓ مدنی دور میں مسلمان ہوئے۔ ابن اسحاق و ابن ہشام کی فہرست مسلمین میں اور دوسرے بیانات میں بھی ایسے بے جوڑ جوڑوں کا ذکر کافی تفصیل سے ملتا ہے۔

جاہلیت اور مکی دور کے نکاحوں میں تسلسل جاری رہا۔ یعنی مذکورہ بالا صورت میں نکاح ٹوٹے نہیں اس تسلسل اور دوسرے جاہلیت کے نکاحوں کے تسلسل سے یہ اصول نکلا کہ دور جاہلیت یا عہد کفر و شرک میں کیا گیا نکاح اسلامی دور میں بھی باقی رہتا ہے اور اس کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اسلامی فقہ میں اسی بنا پر مشرکین و کافرین کے تمام شادی بیاہ کے معاملات کو قانونی تحفظ اور سماجی قبول حاصل رہا ہے۔ نکاح کی صحت کے لئے مکی دور میں اسلام لانے کی شرط نہ تھی۔ کئی واقعات میں زوجین میں سے دونوں مسلمان ہو گئے تھے۔ لہذا اختلاف مذہب کا سوال نہیں پیدا ہوا۔

گویا مکی دور کا اصول نکاح یہ قرار پایا کہ میاں بیوی کے اختلاف مذہب کی صورت میں بھی ان کا نکاح صحیح رہتا تھا اور ان کے ازدواجی تعلقات صحیح رہتے تھے اور ان کے اجراء و تسلسل میں کسی قسم کی قانونی یا دینی قباحت نہیں تھی۔ چنانچہ اس مکی دور میں کسی مسلم شوہر کو اس کی کافر بیوی سے یا کافر شوہر کو اس کی مسلمہ بیوی سے الگ نہیں کیا گیا۔ پورے مکی دور میں دوسرے مخلوط زوجین کے علاوہ حضرت زینب اور جناب ابوالعاص کا نکاح باقی، جائز اور صحیح رہا اور دونوں ساتھ رہے۔[۴۶]

آپ ﷺ نے ایک خوشحال زندگی کے لیے مندرجہ ذیل اقدامات کا حکم فرمایا۔

شادی کے ساتھ عربوں کے وابستہ مقاصد

عرب بیاہ شادی کے ذریعے اجنبیوں کو اپنی طرف مائل کرتے اور دشمنوں کے ساتھ محبت کا تعلق قائم کر لیتے تھے تا کہ نفرت کرنے والا محبت کرنے لگے اور دشمن دوست بن جائے۔ شادی کی بدولت دو قبیلوں کے مابین الفت اور دوستی پیدا ہو جایا کرتی تھی۔ شادی باہمی الفت کا سبب اس لیے بنتی کہ دو قبیلوں کے درمیان میل ملاپ پیدا ہو جاتا اور مناسب طریقے پر ایسا اختلاط رونما ہو جاتا جو جانبین کی خواہش اور رضا سے صادر ہوا ہوتا۔ جانبین کے درمیان بھلائی اور ایثار کی بنا پر معاہدہ ہو جاتا لہٰذا اس میں الفت کے اسباب اور باہمی رشتہ داری کا مواد اکٹھا ہو جاتا۔[۴۷]

حوالہ جات

۱۔ شاہ ولی اللہ: حجۃ اللہ البالغہ، جلد اول، صفحہ ۴۱، نیز نورالدین حلبی، السیرۃ الحلبیہ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۰۲ء، ۱:۴۱۔۴۳، نیز رازی، مفاتیح الغیب، جلد چہارم، صفحہ ۱۷۔۲۳

۲۔ یسٰین مظہر صدیقی، مولانا، مکی عہد نبوی میں اسلامی احکام کا ارتقاء، قرآن اکیڈمی، ڈومریا گنج، بھارت، ۲۰۰۷، صفحہ ۲۶۸

۳۔ صحیح بخاری؛ کتاب احادیث الانبیاء، باب قولہ تعالی اتخذ اللہ ابراہیم خلیلا، حدیث: ۳۳۶۴۔ ص ۲۷۲

۴۔ السیرۃ الحلبیہ، جلد اول، صفحہ ۴۱۔۴۳

۵۔ تاریخ طبری الامم والملوک، دارالمعارف ۱۹۶۳ء، ۲/۲۵۵؛ ابن سعد، طبقات الکبری، ط اول، دارالفکر بیروت، ۱/۵۱

۶۔ تاریخ طبری۔ ایضا

۷۔ طبقات ج:۱ص:۷۸-۷۹

۸۔ مکی عہد نبوی میں اسلامی احکام کا ارتقاء، ص ۷۰

۹۔ تاریخ طبری، ۲/۲۴۷؛ دیگر حوالوں کے لئے عبدالمطلب ہاشمی۔ ۳۳، طبقات، ج۔ ۱ص ۷۸۔۷۹

۱۰۔ ایضا ۲/۴۳۹

۱۱۔ مکی عہد نبویؐ میں اسلامی احکام کا ارتقاء، ص، ۲۶۷

۱۲۔ ابن سید الناس، عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر، ۱/۳۶، قاہرہ

۱۳۔ طبقات ۱/۹۵

۱۴۔ زرقانی، شرح العلامہ الزرقانی علی مواہب اللدنیہ بالمنح المحمدیہ، دارالکتب العربیہ، بیروت، ۱۹۹۶، ۱/۲۲

۱۵۔ الطبقات، ۱۱/۵۶

۱۶۔ شبلی، سیرت النبی ﷺ ۱/۱۱۳، تفصیل کے لئے یٰس مظہر، عبدالمطلب ہاشمی۔ رسول اکرم ﷺ کے دادا، اسلامک بک فاونڈیشن، نئی دہلی، ۱۹۹۴ء

۱۷۔ تاریخ طبری، ۲/۲۴۶، طبقات، ۱/۹۵؛ ابن ہشام، لسیرۃ النبویہ، ادارہ اسلامیات ط سوم: ۱۹۹۶ء؛ ۱/۱۵-۱۵۷ البدایہ، ۲/۲۴۹-۵۱

۱۸۔ مکی عہد نبویؐ میں اسلامی احکام کا ارتقاء، ص، ۲۶۷

۱۹۔ آلوسی، محمود شکری، بلوغ الارب، طبع اول، ۱۹۶۷ء، ۲/ ۲۶۰

۲۰۔ ابن ہشام۔ سیرت النبی ﷺ، ادارہ اسلامیات، طبع؛ سوم، ۱۹۹۴ء، ص ۳۲

۲۱۔ بلوغ الارب، ج:۲، ص:۲۶۵

۲۲۔ ابوداؤد شریف، کتاب النکاح باب فی تزویج من لم یولد حدیث نمبر ۲۱۰۳ ص: ۱۳۷۷، کتب الستہ

۲۳۔ ابوبکر جصاص، احکام القرآن، مطبع اوقاف الاسلامیہ، مصر، ۱۳۳۵ھ، ج اول؛ ص؛ ۱۰۶

۲۴۔ ابوداؤد شریف، حدیث نمبر ۲۰۷۵، باب فی اشغار ص: ۱۳۷۶

۲۵۔ ابن ہمام، کمال الدین، علامہ، فتح القدیر، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر، جلد سوم، ص؛ ۲۲۲

۲۶۔ ابی داؤد، ابوداؤد شریف، کتاب النکاح، باب فی الشغار، ص: ۱۳۷۶، حدیث نمبر: ۲۰۷۳

۲۷۔ بذل المجھود، ج، سوم، ص ۲۲۴

۲۸۔ نووی، امام، صحیح مسلم شرح نووی، باب کتاب النکاح،، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۲۰۰۰ء؛ ج:۳، ص:۱۳

۲۹۔ بخاری، کتاب النکاح، باب نهی النبی عن نکاح المتعة اخیرا۔ حدیث نمبر؛ ۵۱۱۵

۳۰۔ بخاری، کتاب النکاح، باب نهی النبی عن نکاح المتعة اخیراً۔ حدیث نمبر ۵۱۱۷، ۵۱۱۸، ۵۱۱۹

۳۱۔ مسلم، الجامع الصحیح، کتاب النکاح، باب نکاح المتعة و بیان انه ابیح ثم نسخ ثم ابیح ثم نسخ۔ حدیث نمبر ۳۴۱۶

۳۲۔ مسلم، الجامع الصحیح، کتاب النکاح، باب نکاح المتعة و بیان انه ابیح ثم نسخ ثم ابیح ثم نسخ۔ حدیث نمبر ۳۴۱۷

۳۳۔ مسلم، الجامع الصحیح، کتاب النکاح، باب نکاح المتعة و بیان انه ابیح ثم نسخ ثم ابیح ثم نسخ۔ حدیث نمبر ۳۴۱۸

۳۴۔ مسلم، الجامع الصحیح، کتاب النکاح، باب نکاح المتعة و بیان انه ابیح ثم نسخ ثم ابیح ثم نسخ۔ حدیث نمبر ۳۴۱۹

۳۵۔ مسلم، الجامع الصحیح، کتاب النکاح، باب نکاح المتعة و بیان انه ابیح ثم نسخ ثم ابیح ثم نسخ۔ حدیث نمبر ۳۴۲۰

۳۶۔ صحیح بخاری، باب من قال لانکاح الا بولی، حدیث نمبر ۵۱۲۷، ص: ۴۴۳

۳۷۔ ابوداؤد، سنن، کتاب النکاح، باب في كراهية ان يخطب الرَّجُلُ على خطبة اخيه، حديث نمبر ٢٠٨٠، ص:١٣٧٦

۳۸۔ بلوغ الارب، ۲/۳۷۰

۳۹۔ حجۃ اللہ البالغہ، جلد دوم، صفحہ ۱۲۷

۴۰۔ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب ما يحل من النساء وما يحرم وقوله تعالى ص:٤٤١، حدیث نمبر:٥١٠٦-٥١١١

۴۱۔ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب ما يحل من النساء وما يحرم وقوله تعالى ص:٤٤١، حدیث نمبر: ٥١١٢

۴۲۔ مسلم، کتاب النکاح، باب تحريم الجمع بين المرأة وعمتها و خالتها في النكاح، حدیث نمبر ٤٣٨، ص:٩١٢، كتب السة

۴۳۔ ایضاً، حدیث نمبر ۳۴۳۹، ص:۹۱۲

۴۴۔ مواهب اللدنیہ، ۱/۸۲ نیز ادریس کاندھلوی، سیرت المصطفی، مطبع تعلیمی، لاہور، ۱/ ۳۸-۳۹

۴۵۔ مسلم، کتاب النکاح، باب تحريم الجمع بين المرأة وعمتها و خالتها في النكاح، حدیث نمبر ۳۴۳۶، ۳۴۳۷، ۳۴۴۴، ۳۴۴۲، ۳۴۴۱، ۳۴۴۰ السنۃ

۴۶۔ مکی عہد نبوی میں اسلامی احکام کا ارتقاء، ص:۲۹۳

۴۷۔ بلوغ الارب، ج۲، ص ۲۶۵

باب دوم

شادی بیاہ کی رسوم میں اسلام کی اصلاحات

جیسا کہ گزشتہ باب میں بیان کیا گیا ہے۔ نکاح کا نظام حضرت آدمؑ کے عہد سے ہی چلا آرہا ہے لیکن نکاح کے طریقوں میں مختلف اوقات میں جزوی تبدیلیاں آتی رہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کی شریعت میں یہ ارتقاء کی منازل طے کرتا ہوا تکمیلی مرحلے کے قریب پہنچ گیا۔ نکاح کا ابراہیمی طریقہ عربوں کو وراثت میں ملا گو کہ انہوں نے اس طریق نکاح میں اپنی طرف سے اختراعات شامل کردی تھیں پھر بھی اسلام کے ابتدائی دور میں ابراہیمی طریقہ جاری رہا۔

دور جاہلیت میں نکاح جائز کی تین شرائط کا ذکر ملتا ہے۔ اول یہ کہ پیغام نکاح لڑکے کا ولی لڑکی کے ولی کو دیتا۔ دوم یہ کہ لڑکا یا اس کا ولی، لڑکی کا مہر ادا کرتا تھا۔ سوم یہ کہ ولی بھی اپنی لڑکی یا اپنے زیر کفالت لڑکی کا نکاح کرتا تھا۔ نکاح جائز کی یہ تین صورتیں دین ابراہیمی سے آئی تھیں۔ یہی بنیادیں اسلامی طریق نکاح میں موجود رہیں۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اجداد کا نکاح انہی اصولوں کے مطابق ہوا۔

عربوں نے ابراہیمؑ کی شریعت میں موجود احکام نکاح میں اپنی طرف سے جو اختراعات شامل کردی تھیں۔ اسلام نے سب سے پہلے ان اختراعات کا خاتمہ کیا انہوں نے نکاح کی ناپسندیدہ صورتیں بھی جاری کر رکھی تھیں۔ (ان صورتوں کا ذکر گزشتہ صفحات میں کیا گیا ہے)

ان رسموں میں بہت سی قباحتیں تھیں جن کے معاشرے پر منفی اثرات مرتب ہو رہے تھے۔ اسلام نے ان تمام نکاحوں کو باطل قرار دیا تا کہ ایک پاکیزہ معاشرے کی بنیاد پڑے۔

ان تمام صورتوں کا خاتمہ کر کے ایک ایسا طریقِ نکاح جاری کیا جس میں اخلاقی، روحانی اور معاشرتی مصلحتیں شامل تھیں

تعدد ازدواج پر ضروری پابندی

عربوں میں تعداد ازدواج کی کوئی حد نہ تھی۔ جس کا جب دل کرتا اور جتنی عورتوں سے دل چاہتا شادیاں کر لیتا۔ اسلام کے ابتدائی زمانہ تک یہ رسم کسی حد بندی کے بغیر جاری رہی، لیکن اس غیر محدود کثرتِ ازدواج کا نتیجہ یہ نکلا کہ لوگ عورتوں کے مالوں پر قبضہ جمانے یا خواہشاتِ نفس کی خاطر

بہت سے نِکاح کر لیتے مگر ان کے حقوق اَدا نہ کر سکتے اور یہ عورتیں اِن کے نکاح میں ایک قیدی کی حیثیت سے زندگی گذارتیں، جو عورتیں ایک شخص کے نِکاح میں ہوتیں ان میں عدل ومساوات کا کہیں نام ونشان نہ ہوتا تھا، جس سے محبت ہوتی اس کو نوازا جاتا اور جس سے جی بھر جاتا اس کے کسی حق کی پرواہ نہ کی جاتی تھی۔ قرآن کریم نے مُعاشرہ کے اس ظلم عظیم کو روکا اور لامحدود تعدد ازواج پر پابندی لگا کر چار سے زیادہ عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام قرار دیدیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے،

فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ. (النساء: ۳)

اور عورتوں سے جو تم کو پسند ہوں نکاح کرلو، دو، دو عورتوں سے اور تین تین عورتوں سے اور چار چار عورتوں سے۔ پس اگر تم کو احتمال ہو کہ عدل قائم نہ رکھو گے تو پھر ایک ہی سے نکاح کرو۔

اسلام نے چار عورتوں تک سے نِکاح کرنے کی اجازت تو دی مگر عورتوں کے حقوق کو تلف ہونے سے بچانے کے لئے عدل ومساوات کا قانون جاری کیا اور تعدد ازدواج کو بعض شرائط سے مقیدّ کر دیا۔: یعنی تمہیں اگر اس بات کا خوف ہو کہ عدل نہ کر سکو گے تو ایک ہی بیوی پر اکتفاء کرو۔

اور جو عورتیں ایک ہی وقت میں نکاح کے اندر ہیں ان میں مساواتِ حقوق کا موکّد حُکم دیا اور اس کی خلاف ورزی پر شدید وعید سُنائی گئی۔ سورۃ النسا میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یوں نہ کرنا کہ تم ایک بیوی کی طرف پوری طرح مائل ہو جاؤ اور باقی کو لٹکتا چھوڑ دو۔ (النساء:۱۲۹)

رشتہ پر رشتہ بھیجنے کی ممانعت

عن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ لا يخطب الرجل على خطبة أخيه[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی

شخص اپنے مسلمان بھائی کے رشتہ پر رشتہ نہ بھیجے۔

حدثنا ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ لا یخطب أحدکم علی خطبة أخیه ولا یبع علی بیع أخیه الا باذنه.[2]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کی منگنی پر منگنی نہ کرے اور نہ مسلمان بھائی کے کوئی شے فروخت کرنے پر کوئی شے فروخت کرے مگر اس کی اجازت سے (یعنی جب کسی چیز کا خریدار مقرر ہو جائے تو اس خریدار کو بھگا کر اپنا سامان فروخت کرنے کے لئے اسے اپنے پاس نہ لائے)

عن ابی ھریرة رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله علی وسلم قال لا یخطب الرجل علیٰ خطبة اخیه ولا یسوم علیٰ سوم اخیه ولا تنکح المراة علیٰ عمتها ولا علیٰ خالتها ولا تسال المرآة طلاق اختها لتکتفیء صحفتها ولا لتنکح فانما لها ما کتب الله لها.[3]

﴿ابو ہریرہؓ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' کوئی شخص اپنے بھائی کے پیغام پر پیغام نہ دے (یعنی جب ایک شخص نے پیغام دیا جب تک لڑکی والے اس کو انکار کا پیغام نہ دیں اس وقت تک دوسرا آدمی وہاں پیغام نہ دے) اور نہ بھاؤ کرے کوئی اپنے بھائی کے بھاؤ پر اور نہ نکاح میں لائی جائے کوئی عورت اپنی پھوپھی کے اوپر نہ خالہ کے اوپر اور نہ کوئی عورت اپنی سوتن کے لئے طلاق مانگے تاکہ جو اُس کی رکابی میں ہے اسے انڈیل لے (یعنی اس کے حصے کا نان ونفقہ مجھے مل جائے) اور چاہیئے کہ نکاح میں آئے اور جو اللہ نے اس کے حصہ میں لکھ دیا ہے وہ اُس کا ہے'' (یعنی یہ نہ کہے کہ فلاں عورت تیرے نکاح میں ہے اس کو طلاق دے دے تو میں نکاح کروں گی)۔﴾

اس موضوع پر امام مسلم نے چار احادیث بیان کی ہیں۔ (اس موضوع کی مزید روایات مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم الخطبة علی خطبة اخیه حتی یأذن میں حدیث نمبر ۳۴۶۴-۳۴۶۰ ص: ۹۱۳ بھی موجود ہیں۔)

علامہ نووی لکھتے ہیں یہ احادیث پیغام کے حرام ہونے پر واضح دلالت کرتی ہیں اور علماء کا اسی لئے اجماع ہوا ہے کہ ایسا کرنا حرام ہے جبکہ عورت پہلا پیغام قبول کر چکی ہو۔ اگر دوسرے شخص نے نکاح کرلیا تو اس کا نکاح تو ہو جائے گا لیکن یہ شخص گنہگار ہوگا۔ یہ نقطہ نگاہ شافعیہ اور جمہور فقہا کا ہے۔ داؤد ظاہری کہتے ہیں کہ نکاح منعقد نہیں ہوگا امام مالک سے دو روایات ہیں۔ اس پر بھی اتفاق ہے کہ جب پہلے پیغام نکاح دینے والا دوسرے شخص کو اجازت دے دے یا وہ ناراض ہو کر الگ ہو گیا ہو تو پھر پیغام دینا جائز ہے۔ خطبة اخيه (بھائی کا پیغام) سے یہ نقطہ بھی نکالا گیا ہے کہ کافر کے پیغام پر مسلمان پیغام دے سکتا ہے۔ مثلاً اہل کتاب عورت کو کوئی کافر پیغام دے تو دوسرا مسلمان اس عورت کو پیغام دے سکتا ہے۔ بشرطیکہ اگر اصلاح کی نیت ہو۔[4]

ترمذی میں اس سلسلے میں دو روایات بھی بیان کی گئی ہیں کہ اگر پہلا پیغام دینے والا اجازت دے دے تو پھر دوسرا شخص پیغام دے سکتا ہے۔ اس سلسلے میں ایک باب قائم کیا گیا ہے۔ النبی ان یخطب الرجل علی خطبة اخيه۔ اس سلسلے میں روایت کے الفاظ یوں ہیں:

اَنَّ عبدالله ابن عمر كان يقول نهٰى رسول الله صلعم ان يَبيعَ علىٰ بيع بعض ولا يَخْطُبُ الرَّجُلُ علىٰ خطبة الرجل حتىٰ يترك الخاطب قبلهٗ او يأذن له الخاطبُ.[5]

﴿عبداللہ ابن عمر کہتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے منع فرمایا کہ کوئی ایک شخص کے سودے پر سودہ نہ کرے اور نہ ہی ایک کے نکاح پر اپنا نکاح کا پیغام دے۔ جب تک کہ اس نے اس رشتے کو چھوڑ نہ دیا ہو یا پیغامِ نکاح بھیجنے کی اجازت نہ دے دی ہو۔﴾

آپؐ نے ایک خوشحال زندگی گزارنے کے لیے مندرجہ ذیل اقدامات کا حکم دیا۔

نکاح سے پہلے کے اقدامات

(i) شادی سے قبل لڑکی کو دیکھنا

رسول پاکؐ نے شادی سے پہلے زوجین کو ایک دوسرے کو دیکھنے کا بھی حکم دیا اور اس حکم میں بہت ساری مصلحتیں ہیں تا کہ زوجین ایک دوسرے کی طرف قدرتی لگاؤ محسوس کریں یا اگر کوئی فریق

دوسرے کو پسند نہیں آیا تو وہ شادی انجام ہی نہ پائے۔ اس موضوع پر محدثین کرامؒ نے اپنی اپنی کتبِ حدیث میں اس عنوان سے ابواب قائم کیے ہیں۔

"باب الرجل ينظر الى المرأة وهو يريد تزويجها."

باب: "مرد کا کسی عورت کو دیکھنا جب کہ وہ اس سے شادی کا ارادہ رکھتا ہو"۔

عن جابر بن عبدالله قال قال رسول الله ﷺ اذا خطب أحدكم المرأة فان استطاع أن ينظر الى ما يدعوه الى نكاحها فليفعل قال فخطبت جارية فكنت اتخبالها حتى رأيت منها ما دعالى التى نِكاحِها فتزوَّجتها۔ ٦

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب کوئی شخص اپنے نکاح کا پیغام کسی خاتون کی طرف بھیجنا چاہے تو اس کو دیکھ لے پھر (اس سے) نکاح کرے۔ حضرت جابر نے فرمایا کہ میں نے ایک لڑکی سے نکاح کے لئے پیغام دیا تو میں نے اس لڑکی کو خفیہ طور پر دیکھ لیا یہاں تک کہ میں نے اس لڑکی میں وہ بات (یعنی اس میں) اچھی بیوی ہونے کی بات دیکھ لی کہ جس کی بنا نکاح کیا جاتا ہے۔

عن المغيرة بن شعبة قال خطيت امرأةً علىٰ عهد رسول الله صلعم فقال النبى أنظرت اليها قلت لا قال فانظر اليها فانهٗ احرى ان يؤدم بينكما. ٧

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ میں نے ایک عورت کو شادی کا پیغام بھیجا آپؐ نے فرمایا اُسے دیکھ بھی لیا ہے؟ میں نے کہا نہیں آپؐ نے فرمایا کہ دیکھ لو اس سے تم دونوں میں الفت زیادہ ہوگی۔

ابن ماجہ میں بھی تین روایات موجود ہیں۔ ان میں باہمی محبت کے پیدا ہو جانے کا بھی ذکر موجود ہے۔ ٨

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ جبرئیل امینؑ، ایک سبز ریشمی کپڑے میں میری تصویر رسول اللہ ﷺ کے پاس لائے اور عرض کیا: یہ دنیا اور آخرت میں آپ کی بیوی ہیں۔ ٩

حضرت عائشہ صدیقہؓ کہتی ہیں:۔ نبی ﷺ نے فرمایا ہے "تمھیں میں نے برابر تین رات تک خواب میں دیکھا کہ تم کو فرشتہ ریشم کے ایک ٹکڑے میں (لپیٹ کر) لاتا اور مجھ سے کہتا: "یہ تمہاری بیوی ہیں۔" میں تمہارے چہرہ کو کھولتا تو تم نظر آتیں۔ پھر میں اپنے دل میں کہتا: "اگر یہ خواب خدا کی طرف سے ہے تو خدا اس کو پورا فرمائے گا"۔[10]

نکاح کے مقاصد میں انسانی خواہش اور اس کے جذبات کا احترام غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے' اس لئے دین فطرت نے یہ بھی اجازت دی ہے' کہ نکاح سے قبل دونوں ایک دوسرے سے ضروری واقفیت حاصل کرلیں تاکہ ہر اقدام سوچ سمجھ کر ہو اور غور وفکر کے بعد ہو اور کسی کو پچھتانا نہ پڑے، اسی غرض سے باوجود اس کے کہ شریعت میں اجنبی مرد کا عورت کو دیکھنا منع ہے' نکاح سے (بلکہ پیام دینے سے) قبل مرد کو اجازت دے دی گئی کہ جس عورت سے شادی کرنے کا ارادہ ہے' اگر چاہے تو اسے دیکھ سکتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علی وسلم نے فرمایا۔

اذا خطب أحدكم المرأة فاَن استطاع ان ينظر الى ما يدعوه الى نكاحها فليفعل.[11]

جب تم کسی عورت کو نکاح کا پیغام دو (یا دینا چاہو) تو اگر یہ ممکن ہو کہ اس کے وہ اوصاف دیکھ سکو جو نکاح میں مطلوب ہیں تو ضرور ایسا کرلو۔

مسلم شریف میں یہ حدیث آتی ہے۔

جاء رجل الى النبى صلى الله على وسلم فقال انى تزوجت امرأة من الأنصار قال له هل نظرت اليها فان فى عيون الأنصار شيئا .[12]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: میں رسول کریم ﷺ کے پاس تھا۔ ایک شخص نے آکر اطلاع دی کہ ایک انصاری خاتون سے شادی کرنے والا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کیا تم نے اسے دیکھا ہے؟ جواب دیا: نہیں، فرمایا: جاؤ، اسے دیکھ آؤ، انصار کی آنکھوں میں کچھ نقص ہوتا ہے۔ اسی موضوع کی ایک اور حدیث بھی مسلم نے بیان کی ہے جو ابو ہریرہؓ ہی سے مروی ہے۔

اس واقعے سے یہ معلوم ہوا ہے کہ ۔۔۔۔ دونوں میں سے ۔۔۔ کسی میں بھی اگر کوئی ایسا عیب ہو، جو بعد میں بدمزگی اور تعلقات کی خرابی کا سبب بن سکتا ہو، اس پر مطلع کر دینا چاہئے تا کہ ناپسندیدگی کا اظہار نکاح سے قبل ہی ہو جائے' اس کے باوجود بھی نکاح پر راضی ہے تو پھر شکایت نہ ہو گی، اور یہ عیب تعلقات میں کشیدگی کا سبب نہ بنے گا۔

انصار کی عورتوں کی آنکھیں شاید چھوٹی ہوں گی یا اس میں بھینگا پن ہوگا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خیر خواہی کے لیے ایسی بات کہنا روا ہے اور غیبت میں شامل نہیں ہے جو منع ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جس عورت سے نکاح کا ارادہ ہو اس کا دیکھنا مستحب ہے اور یہی نظریہ امام نووی کا ہے۔ اس کے علاوہ امام مالک اور امام ابوحنیفہ ادوار اہلِ کوفہ کا بھی یہی نظریہ ہے، جمہور علماء کا بھی یہی عقیدہ ہے۔

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے، مشہور شارح حدیث علامہ نوویؒ نے بہت عمدہ بات نقل فرمائی ہے موصوف کا کہنا ہے کہ دیکھنے اور پسند کرنے کا عمل پیغام دینے سے قبل ہونا چاہیئے' اور اس طرح ہونا زیادہ مناسب ہوگا کہ لڑکی اور اس کے سرپرستوں کو پتہ نہ چلے، تا کہ ناپسندیدگی کی صورت میں لڑکی اور اس کے اولیاء کی سبکی اور بدنامی نہ ہو، اور انھیں اذیت نہ پہنچے' فرماتے ہیں:

لم يشترط استيذانها ولأنها تستحيي غالبًا من الاذن ولأن في ذالك تعزيرا فربما دائها فلم تعبهُ فيتركها فتنكسر و تتاذى به ولهذا قال اصحابنا يستحب أن يكون نظرهُ اليها قبل الخطبة حتى ان كوهه تركها من غير اذياء بخلاف ما اذا تركها بعد الخطبة . [۱۳]

دیکھ لینے کی' عورت سے اجازت لینا ضروری نہیں' کیونکہ وہ اکثر (اجازت دینے میں) شرماتی ہے اور اس میں گویا ایک طرح کی سزا بھی ہے کہ دیکھنے کہ بعد پسند نہ آئی، اور نکاح نہیں کیا تو اس کی دل شکنی ہوگی اور وہ تکلیف محسوس کرے گی، اس لئے علماء نے کہا ہے کہ پیغام دینے سے قبل ہی دیکھنا بہتر ہے، تا کہ اگر نکاح نہ ہوا تو بھی اسے کوئی خاص اذیت نہ پہونچے گی، اس کے برخلاف جب پیغام دینے کے بعد چھوڑے گا (تو بہت اذیت پہونچے گی) [۱۴]

سنن ابن ماجہ ہی کی ایک روایت میں یہ واقعہ بھی ہے کہ ایک صحابی محمد بن سلمہ نے اپنی مخطوبہ

کو درخت کی آڑ میں ہو کر دیکھ لیا جب پتہ چلا تو اس کا بہت برا منایا گیا اور ان سے کہا گیا کہ تم نے صحابی رسول ہو کر ایسی حرکت کی؟ اس پر انھوں نے جواب دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مخطوبہ کو دیکھنے کی اجازت دی ہے۔[۱۵]

مخطوبہ کو دیکھنے کی حدود

ان صحیح اور صریح احادیث کی بنا پر تقریباً تمام علماء مخطوبہ کو دیکھنے کی اجازت دیتے ہیں، جمہور علماء صرف چہرے اور ہتھیلیوں کا دیکھنا جائز قرار دیتے ہیں، کیونکہ ان اعضاء کا چھپانا ضروری نہیں ہے، نیز چہرے سے عورت کے حسین ہونے یا نہ ہونے کا اندازہ لگایا جاتا ہے اور ہاتھوں سے بھی بدن کی خصوصیات کا اندازہ ہوتا ہے۔[۱۶]

حافظ ابن حجر عسقلانی بھی اسی ضمن میں فرماتے ہیں:

قال الجمهور لابأس أن ينظر الخاطب الى المخطوبة قالو الا ينظر الى غير وجهها وكفيها ويجوز أيضاً أن ينظر اليها بغير اذنها وعن مالك يشترط اذنها.[۱۷]

جمہور علماء کہتے ہیں کہ مخطوبہ کو دیکھنے میں کوئی حرج نہیں مگر چہرہ اور ہتھیلیوں کے علاوہ کچھ اور نہ دیکھے اس میں جمہور کے نزدیک تو عورت کی اجازت بھی ضروری نہیں۔

اس سلسلے میں یہ نقطہ نگاہ بھی ہے کہ دیکھنے کی کوشش اس وقت کرنی چاہیئے جب عورت یا اس کے سرپرستوں کو ناگوار نہ لگے اور دیکھ لینا بآسانی ممکن بھی ہو، ورنہ بہتر شکل یہ ہے کہ کسی سمجھدار اور قابل اعتبار رشتہ دار خاتون کو مخطوبہ کے گھر بھیج دیا جائے، وہ تمام حالات کا جائزہ لے کر اور ممکن ہو تو مخطوبہ کو دیکھ کر جو رائے دے اس کے مطابق فیصلہ کر کے عملی قدم اٹھایا جائے، کیونکہ یہی صورت ایک موقعہ پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار فرمائی تھی، جیسا کہ علامہ بدرالدین عینی بیہقی اور مستدرک وغیرہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔

عن النبي صلى الله عليه وسلم أراد أن يتزوج امرأة فبعث بامرأة لتنظر

اليها فقال شمي عوارضها وانظري الى عرقوبيها العوارض الاسنان التي في عرضي الفم لاختبار النكهة .۱۸ ؎

آپ ﷺ نے فرمایا جب تم کسی عورت سے نکاح کا ارادہ کرو تو اسے دیکھ لو پھر کہا اس کے منہ کی بو سونگھ لو، اور اس کی کمر کے پٹھے دیکھ لو۔ العوارض سے مراد اس کے منہ کے دانت ہیں جن کا نکاح میں اعتبار کیا جائے گا۔

(منہ کی بو سونگھنے سے مراد یہ ہوسکتی ہے کہ وہ عورت صاف ستھری ہو اور کمر کے پٹھے دیکھنے سے مراد یہ ہو کہ وہ عورت موٹی کمر کی ست الوجود عورت نہ ہو۔)

اس سلسلے میں یہ نقطہ نگاہ بھی ہے کہ پیغام نکاح، شادی کا پیش خیمہ ہے، اور پیغام کے بعد وقفہ فریقین کے درمیان یکسانیت وہم آہنگی پیدا ہوتی ہے۔ جب ہر ایک کو اپنا شریک حیات منتخب کرنے کی اصولاً آزادی ہے تو یہ آزادی واقفیت کی بنیاد پر ہونی چاہیے تاکہ ہر دو کو ایک دوسرے کے بارے میں مناسب واقفیت فراہم ہو اگر حالات یا کسی اور سبب سے قبل از پیغام واقفیت بہم نہ ہوسکے تو درج ذیل اقدامات مناسب ہوں گے:

۱) بہتر ہوگا کہ اس طرح لڑکی کو دیکھا جائے کہ اسے علم نہ ہوسکے تاکہ اگر لڑکا پیغام دینے کا ارادہ ترک کر دے تو اس کے جذبات مجروح نہ ہوں۔ امام نووی جو مسلک شافعی کے ایک جلیل القدر عالم ہیں، فرماتے ہیں: ہمارے مسلک اور امام مالک، امام احمد اور جمہور کے مسلک میں دیکھنے کے لئے لڑکی کی رضامندی ضروری نہیں ہے بلکہ اس کی ناواقفیت اور پیشگی اطلاع کے بغیر بھی دیکھنے کا جواز ہے۔ اگر لڑکی کے گھر والوں کو بتائے بغیر دیکھنا ممکن نہ ہو تو انھیں بتانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۲) جب پیغام دینے کا پختہ ارادہ ہو جائے اور لڑکی کے گھر والوں کو علم ہو جائے تو گھر والے لڑکی کے سامنے پیشکش کریں۔ موجودہ دور جس میں مختلف ومتعدد فکری رجحانات رائج ہیں، بہتر ہوگا کہ ظاہراً دیکھنے پر اکتفا کرنے کے بجائے شخصیت کا تعارف حاصل کیا جائے۔ وہ اس طرح کہ رشتہ داروں کی موجودگی میں لڑکی لڑکے کی ملاقات ہو تاکہ قریب سے ایک دوسرے کے بارے میں دیگر اہل تعلق سے معلومات بھی حاصل کر چکے ہوں۔ ۱۹ ؎

گھر والوں کو چاہیئے کہ لڑکی لڑکے کو ایک دوسرے کو دیکھنے، گفتگو کرنے اور تعارف حاصل کرنے کو آسان بنائیں اور یاد رکھیں کہ زندگی کے تمام امور میں جہاں آسانی وسادگی اسلام کی پہچان ہے، پیغام نکاح کو آسان بنانا خصوصی طور پر عورت کے لئے باعث برکت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد برحق ہے کہ ''پیغام نکاح کو آسان بنانا عورت کے لئے باعث برکت ہے۔'' [20]

لیکن شریعت کی اس اجازت کو غلط مقاصد کے لئے استعمال نہ کیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ لڑکی کو دیکھنے کے بعد اس کے جسم شکل یا کسی عادت کے بارے میں برسرِ مجلس یا دوستوں میں تشہیر کرتا پھرے۔ اس سے پردہ نشین پاکباز لڑکی کی شہرت کو نقصان پہنچے گا وہ مجلس کے موضوع گفتگو بنے گی۔ یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ جب حضورؐ نے دیکھنے اور وہ بھی ایک نظر دیکھنے کی اجازت دی ہے تو اسے صرف دیکھنے تک محدود رکھا جائے۔ اس سے آگے ملاقات اور انٹرویو تک محض قیاس کی بنیاد پر بڑھا نہ دیا جائے۔ یہ اجازت ہے حکم نہیں۔ اگر اجازت کی آڑ میں خرابی پیدا ہوتی ہو تو اس طرح کی مثالیں موجود ہیں کہ اجازت بھی ختم ہو جاتی ہے۔

پیغام سے پہلے استخارہ

استخارہ درحقیقت اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنے کی ایک شکل ہے ایسا مسئلہ جس میں انسان کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں تذبذب کا شکار ہو اور کسی کام کے فائدہ یا نقصان کا اندازہ نہ ہو تو ایسے مسئلہ میں دعا کے ذریعے اللہ سے مدد لی جاتی ہے کہ وہ اس کام کے بارے میں اسے راہنمائی مہیا کرے۔ استخارہ کا مشروع طریقہ حدیث کی کتابوں میں مذکور ہے۔ [21]

جب لڑکی اور لڑکے دونوں کو پیغام کے لئے قلبی اطمینان وانشراح ہو جائے تو بہتر ہے کہ تکمیل پیغام سے پہلے دونوں استخارہ کر کے اللہ سے توفیق وآسانی کی دعا کریں۔ استخارہ اگرچہ اسلامی نظام حیات میں عمومی اہمیت کا حامل ہے لیکن نکاح کے معاملہ میں اس کی خصوصی اہمیت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ کتب حدیث میں نکاح کے ابواب میں استخارے کا باب موجود ہے۔ استخارہ شریعت میں مسنون ہے۔ اس کا مقصد یہی ہے کہ انسان اللہ سے بے نیاز ہونے کی بجائے اپنے اس

قدر اہم فیصلے کے بارے میں اللہ سے راہنمائی طلب کرے۔

(iii) شادی میں کفو کا لحاظ:

کفاءت کے لفظی معنی ہمسری کے ہیں بالعموم دو اشخاص کو ایک دوسرے کا کفو کہا جاتا ہے جب وہ دونوں مسلمان ہوں ہم نسب ہوں۔ آزاد ہوں نیز پیشہ، دیانتداری اور مالداری میں مساوی حیثیت کے مالک ہوں۔

کفو کی حقیقت اور مصلحت

نکاح کا مقصد جنسی خواہشات کی تکمیل کے ساتھ ساتھ اللہ کے اس ارادے کا ظہور بھی ہے کہ اللہ نسل انسانی کا ارتقاء چاہتا ہے۔ یہ مطلوب اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے، جب دونوں کی طبیعتوں میں توافق اور مزاجوں میں مناسبت ہو، ورنہ دونوں کی زندگی، خاص طور پر عورت کی زندگی نہایت تلخ بلکہ جہنم کا نمونہ بن جاتی ہے۔ چنانچہ دین فطرت کے اندر جس طرح تمام فطری تقاضوں کی رعایت کی گئی ہے، اس پہلو کو بھی نظرانداز نہیں کیا گیا، اسی رعایت کا شرعی عنوان 'کفو کا اعتبار' ہے اس حقیقت کو تسلیم کرنے سے کوئی بھی ہوشمند انکار نہیں کر سکتا کہ ماحول اور طرز معاشرت کے اختلاف سے مزاجوں اور عادتوں میں عموماً اختلاف ہو جاتا ہے۔[۲۲]

امام ابوحنیفہ نے کفاءت میں نسب' اسلام' آزادی' دیانت' مال اور پیشہ کا اعتبار کیا ہے پھر بھی اگر بالغہ عورت نے غیر کفو میں نکاح کر لیا تو احناف کے نزدیک وہ نکاح منعقد ہو جائے گا لیکن بچہ پیدا ہونے تک ولی کو حق اعتراض حاصل رہے گا اس کے بعد نہیں۔ واضح رہے کہ شریعت میں کفاءت کا مردوں کی جانب میں اعتبار ہے نہ کہ عورت کی جانب میں۔

و تعتبر للنساء لا للرجال علی معنی انه تعتبر الکفاة فی جانب الرجال للنساء و لا تعتبر فی جانب النساء للرجال...الخ.[۲۳]

یعنی اگر کوئی مرد کسی کم نسبت والی عورت سے نکاح کرے تو نسب کی کفاءت کا مسئلہ زیر بحث نہیں آئے گا البتہ اگر کوئی عورت کم نسب والے مرد سے نکاح کرے تو یہ نسب میں کفاءت نہیں سمجھی

جائے گی کیونکہ عورت اگر کم نسب والے مرد سے شادی کرے تو مرد پر عورت کی برتری کا مقام مجروح ہوتا ہے اور یہ بات ان کی خانگی زندگی پر اثر انداز ہوسکتی ہے۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی جب آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید سے ہوئی تو یہی معاشی تفاوت ان کی ناچاقی کا باعث بنی۔

امور کفاءت جن میں مرد و عورت کا ہمسر ہونا ضروری ہے مندرجہ ذیل ہیں۔

ا۔اسلام: امور کفاءت میں مرد کا مسلمان ہونا تمام آئمہ کے نزدیک مسلم ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ. (الحجرات: ۱۰)

ہر مسلمان اسلام لانے کے بعد دینی بھائی بن جاتا ہے اور وہ اس اعتبار سے ہر اس مسلمان عورت کا کفو ہے جو خواہ پیدائشی مسلمان ہو۔

۲۔نسب: کے اعتبار سے ادنیٰ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مرد عورت کے خاندان اور قبیلہ کا نہ ہو اگر ان کے قبیلے مختلف ہوں تو حنفی اور شافعی فقہا کے نزدیک کفاءت ایک اہم جزو ہے۔

۳۔پیشہ: پیشے میں کفو عرف عام کے لحاظ سے یہ ہے کہ خاوند والوں کا پیشہ بیوی والوں کے پیشے کے ہم پلہ سمجھا جاتا ہو۔[۲۴]

مال: میں کفو کے بارے میں اختلاف ہے بعض لوگوں کے خیال میں دونوں کا یکساں مالدار ہونا شرط ہے اور بعض کے نزدیک کفو کے لیے یہ کافی ہے کہ مرد اتنا مہر ادا کرسکتا ہو جو عام دستور کے مطابق واجب الادا ہوتا ہے۔

آزادی: ایک غلام ایک آزاد عورت کا ہم سر نہیں ہوسکتا لہٰذا دونوں کا آزاد ہونا لازمی امر ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے

اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ. (النور: ۲۶)

(گندیاں ہیں گندوں کے لئے اور گندے ہیں گندیوں کے لئے۔اور پاک عورتیں

ہیں پاک مردوں کے لئے اور پاک مرد ہیں پاک عورتوں کے لئے)

نکاح انسان کی ایک فطری ضرورت ہونے کے ساتھ ساتھ دینی فریضہ بھی ہے۔ اسلام اس شخص کو پسند نہیں کرتا، جو محض مال و دولت کے لالچ یا محض عورت کے جمال کی وجہ سے نکاح کرتا ہے:

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت سے چار باتوں کی خاطر نکاح کیا جاتا ہے (۱) اس کا مال و دولت (۲) اس کا حسب و نسب (۳) اس کا جمال اور (۴) دین کی خاطر۔ جس شخص نے دین کی خاطر نکاح کیا وہ کامیاب ہوا، اگر تو نے کسی اور وجہ سے نکاح کیا تو، تو ذلیل ہوا۔[۲۵]

عمر میں کفاءت

شریعت کی طرف سے لڑکی یا لڑکے کے لئے شادی کی ایسی کوئی عمر متعین نہیں کی گئی کہ اس کے قبل یا بعد نکاح درست ہی نہیں البتہ مناسب یہ ہے کہ دونوں کی بالغ ہونے کے بعد شادی کی جائے کہ جس میں انھیں اپنے اختیار اور پسند سے شادی کا حق دیا گیا۔[۲۶]

مگر کبھی مصالح کا تقاضہ یہ ہوتا ہے کہ بالغ ہونے سے پہلے ہی شادی کر دی جائے، ورنہ یہ خطرہ پیش آ سکتا ہے کہ بعد میں ایسا مناسب رشتہ نہ ملے یا والدین کو اپنی زندگی کی فکر ہو کہ ہمارے بعد بچوں کی شادی کا مسئلہ دشوار، یا ناممکن ہو جائے گا، یا انھیں کوئی مناسب رشتہ نہ مل پائے گا۔ یہ اور ان کے علاوہ بہت سی مصلحتوں کا تقاضہ تھا کہ کم سنی کے نکاح کی اجازت دے دی جائے' چنانچہ دین کامل کی شریعت میں گنجائش دی گئی ہے کہ نابالغ بچوں کے باپ' دادا (ان کی عدم موجودگی میں دوسرے اولیا)۔۔۔ان کا نکاح کر سکتے ہیں۔ اگرچہ قرآن مجید کی آیت ''واللّٰئی لم یحضن '' (الطلاق:۶) سے بھی نابالغی کے نکاح کی صحت کا پتہ چلتا ہے' لیکن اس کی دوسری سب سے زیادہ قوی دلیل' اور ناقابل تردید ثبوت، حضرت عائشہؓ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہے۔ ام المومنین عائشہؓ کے اس کم سنی کے نکاح کا ذکر کثیر روایات میں ملتا ہے کہ جن پر ''تواتر'' کی تعریف صادق آتی ہے۔ اس کے علاوہ حضراتِ صحابہ کے علم اور ان کی موجودگی میں حضرت قدامہؓ بن مظعون نے، حضرت ابن

الزبیرؓ کی صاحبزادی سے (ان کی پیدائش ہی کے دن) نکاح کر لیا تھا، اور اس پر کسی صحابی نے اعتراض نہیں کیا۔[۲۷]

قرآن مجید میں نکاح کو ایک معاہدے سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس معاہدے کے لیے میثاقاً غلیظاً کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ (سورۃ النساء۔۲۱) معاہدے کی پہلی شرط یہ ہوتی ہے کہ اسے طے کرنے والے دونوں فریق بالغ ہوں۔ نابالغ کے معاہدے کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی اور نہ ہی اسے قانونی طور پر درخور اعتنا سمجھا جاتا ہے۔ مختصر یہ کہ قرآن مجید کی تعلیمات کی رو سے صغر سنی کا نکاح سرے سے ہوتا ہی نہیں۔ بلکہ قرآن مجید نے تو بلوغت کے معنی ہی نکاح کی عمر بتائے ہیں ارشاد ہے:

وَابتلو الیتمیٰ حتی اذا بَلَغُوا النکاحَ ۔ (النساء:۴)

''یتیموں کو آزماؤ یہاں تک کہ وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں۔''

ان قرآنی تعلیمات سے واضح ہوتا ہے کہ شریعتِ اسلامی میں نکاح نام ہے ایک بالغ مرد کا ایک بالغ عورت کے ساتھ برضا ورغبت باہمی معاہدے کا کہ جس میں وہ یہ اعلان کرتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کی زندگی کے ساتھی بن کر ان تمام حقوق وفرائض کا احترام کرتے ہوئے جو قرآن مجید نے عائد کیے ہیں، سکون ومحبت اور ہم آہنگی کی زندگی بسر کریں گے، اور اس طرح معاشرے میں ایک ایسا ماحول پیدا کریں گے جس میں پرورش پا کر ہماری آئندہ نسل ملک وملت کے لیے باعثِ فخر بنے یہ مقصد صغر سنی کی شادی سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس لیے مختلف اوقات میں اگرچہ بعض فقہاء نے ایسی شادیوں کی اجازت بھی دی۔ لیکن ایسی شادیوں کی مخالفت کرنے والوں کی بھی کمی نہیں رہی۔

آج سے کوئی ساٹھ سال پہلے حکومت مصر نے عائلی قوانین میں اصلاح کا کام علماء کی جس مجلس کے سپرد کیا تھا، انہوں نے شادی کی عمر کے بارے میں امام ابن شبرمۃ کے فتویٰ کو اختیار کرنے کی سفارش کی تھی کیونکہ یہ ان کے خیال کے مطابق زمانے کے تقاضوں کے مطابق تھا۔ اس فتوے کے مطابق شادی کے لیے لڑکے کی عمر کم از کم اٹھارہ سال اور لڑکی کی سولہ سال ہونی چاہیے، حکومت مصر نے علماء کی ان سفارشات کی روشنی میں قانون نمبر ۶۰ مورخہ ۳ جمادی الاول مرتب کیا۔ اگرچہ اس قانون کو مرتب کرنے والے علماء ہی تھے، لیکن حکومتِ مصر نے مزید احتیاط کے پیشِ نظر دوسرے علماء اور عوام کی

رائے معلوم کر لینی ضروری خیال کی۔ اس مقصد کے لیے یہ مسودہ چند سال پہلے ۱۹ جمادی الاولی کو گورنمنٹ گزٹ نمبر ۱۲۳ میں شائع کیا گیا اور اعتراضات کے لیے ایک ماہ کی مہلت دی گئی لیکن کسی عالمِ دین نے اس پر اعتراض نہ کیا اور مقررہ مدت گزر جانے کے بعد یہ مصر کا سرکاری قانون بن گیا۔[۲۸]

مسئلہ ولایت:

اسلام ایک فطری اور کامل دین ہے۔ اس میں فرد کو اس طرح زندگی گزارنے کا ماحول مہیا کیا گیا ہے کہ اس کے تمام حقوق پورے ہوں اور اس کی تمام صلاحیتوں کی نشو ونما بھی ہوتی رہے۔ شادی ایک فطری ضرورت ہے اور اس ضرورت کو ایسے پر حکمت اصولوں کے تحت سرانجام دینے کا اہتمام کیا گیا ہے کہ نہ تو فرد کو کسی دقت کا سامنا کرنا پڑے اور نہ ہی نظام معاشرت میں خلل واقع ہو۔

اسلام ایک طرف تو اس بات پر زور دیتا ہے کہ ہر ایک باکرہ (کنواری) عورت کی شادی ولی کی اجازت سے انجام پائے اور دوسری طرف باکرہ کو یہ حقوق دیئے گئے ہیں کہ اس کی شادی اس کی مرضی کے خلاف یا اس کی مرضی کے بغیر نہ کی جائے۔ اس کی رضامندی حاصل کرنے کے طریقے فقہائے کرام نے واضح کر دیئے ہیں۔ اس طرح شادی جیسے اہم مسئلے میں عورت کے حقوق محفوظ کر دئے ہیں۔

عن عائشة قال رسول الله صلعم ايما امرأةٍ نكحت بغير اذن مواليما. فنكاحها باطل ثلاث مراتٍ فان دخل لبها فالمهر لمها بما أصاب منها فان تشا جروا فالسلطان ولي من لا ولي له .[۲۹]

(حضرت عائشہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلعم نے فرمایا جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے تو اس کا نکاح باطل ہے۔ آپ نے یہ الفاظ تین مرتبہ دھرائے۔ اگر مرد نے اس سے صحبت کی تو اس کو اس کے حاصل کردہ فائدے کے عوض مہر دینا پڑے گا جو اس نے اس سے حاصل کیا ہے پھر اگر ولی کو اس نکاح سے اختلاف ہو جائے تو جس عورت کا ولی موجود نہ ہو اس کا ولی ملک کا سربراہ ہے۔) اسی مضمون کی ایک اور حدیث ابوداؤد نے یہ بیان کی ہے۔ عن ابی موسیٰ ان النبی قال لا نکاح الا بولی۔ ولی کے بغیر نکاح

جائز نہیں ہے۔

جس کا کوئی ولی نہ ہو اس کا ولی سلطان ہوتا ہے، کی مثال ابو داؤد نے یہ بیان کی ہے کہ حضرت ام حبیبہ کے خاوند ابن جحش، ہجرت حبشہ کے دوران فوت ہو گئے تو نجاشی نے ان کا نکاح رسول اللہ صلعم سے پڑھایا۔ ۳۰

امام ابوداؤد نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ بالغہ عورت کا نکاح ولی کی اجازت کے بغیر بھی درست ہے۔ ان کی دلیل الایم احق بنفسھا والی حدیث ہے بشرطیکہ عورت کفو میں نکاح کرے۔ اگر عورت کفو نے غیر کفو میں نکاح کر لیا تو ولی کو بچہ پیدا ہونے تک اعتراض کا حق حاصل ہے۔ فتاوٰی شامی میں اس مسئلہ کی تفصیل موجود ہے۔ بخاری میں اسی طرح کی ایک روایت ہے کہ ایک عورت نے اپنے کو رسول اللہ صلعم کے پاس ہبہ کیا لیکن آپؐ نے اس سے نکاح نہ فرمایا۔ لیکن مجلس میں موجود اس عورت کا نکاح ایک مرد سے کیا اور فرمایا میں اس خاتون کا نکاح تم سے کرتا ہوں۔ ۳۱

امام بخاری نے ایک باب قائم کیا ہے جس کا عنوان ہے لا نکاح الا بولی نکاح ولی کے بغیر جائز نہیں۔ رسول اللہ صلعم کا آپ کی زوجہ مطہرہ اُم سلمہؓ سے آپؐ کے نکاح کی مثال بھی موجود ہے کہ ان کے بیٹے نے ان کا نکاح رسول اللہ صلعم سے کروا دیا کیوں کہ اس وقت وہی ان کے ولی تھے۔

حضرت عمران سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ولی اور دو عادل گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہے۔'' ۳۲

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: نکاح کے اندر ولی کی شرط کے سلسلہ میں علماء کا اختلاف ہے جمہور کے نزدیک یہ شرط ضروری ہے۔ ولی کے بغیر عورت اپنا نکاح نہیں کر سکتی۔ ۳۳

ولایت کی حکمتیں:

لڑکی کو اپنے نکاح کے بارے میں اختیار دینے اور پھر اس کے ساتھ ولی کی اجازت کے ساتھ اسے مشروط کرنے کی حکمت یہ ہے کہ ایک لڑکی اپنے نکاح کا خود بندوبست نہیں کر سکتی۔ وہ اپنی نا تجربہ کاری کی وجہ سے ہو سکتا ہے اپنے بارے میں کوئی ایسا فیصلہ کر بیٹھے جو اس کے لئے نقصان اور

تکلیف کا باعث بن جائے۔ ایک نوجوان لڑکی کے مقابلے میں اس کا ولی بہرحال تجربہ کار اور پختہ عقل کا ہوتا ہے۔ وہ اس کا قریب ترین رشتہ دار اور ذمہ داریوں کا احساس کرنے والا ہوتا ہے۔ اس کا فیصلہ عقل، تجربہ اور خیر خواہی کی بنیاد پر ہوگا۔

ولایت کی ایک حکمت یہ ہے کہ اگر لڑکیوں کو (جبکہ ان کے ناتجربہ کار ہونے کا خدشہ موجود ہو) بذاتِ خود شادی کرنے کی حوصلہ شکنی سے لڑکیوں کے گھروں سے فرار ہونے کی راہیں بھی مسدود ہو جاتی ہیں۔ اگر لڑکیاں اپنی شادی اپنی مرضی سے کرنے لگ جائیں تو اس سے معاشرے میں اخلاقی گراوٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ اس سے ان کی اپنی زندگی تو داؤ پر ہوگی ہی ان کے والدین کی عزت بھی ختم ہو جائے گی لڑکیوں کو اپنی مرضی سے ولی کی اجازت کے بغیر شادی کی اجازت دینے سے بہت سے معاشرتی اور نفسیاتی مسائل پیدا ہوں گے۔

بیوہ اور طلاق یافتہ کے اختیارات:

زمانہ جاہلیت میں عربوں کے ہاں یہ رواج تھا کہ اگر کوئی عورت بیوہ یا طلاق یافتہ ہوتی تو وہ اس کے زبردستی وارث بن بیٹھتے۔ اللہ پاک نے سورۃ النساء میں اس بات پر سرزنش کی اور فرمایا،

وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ج وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ج فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ٥ وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ لا وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا. (سورۃ النساء آیت نمبر ۱۹ تا ۲۱)

اے ایمان والو! تمہیں یہ بات حلال نہیں کہ عورتوں کے جبراً مالک ہو جاؤ اور ان عورتوں کو اس غرض سے مقید مت کرو کچھ تم لوگوں نے ان کو دیا ہے اس میں کوئی حصہ وصول کرلو مگر یہ کہ وہ عورتیں کہ واضح ناشائستہ حرکت کریں اور ان عورتوں کے ساتھ خوبی سے

گذران کیا کرو اور اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو، اور اللہ تعالیٰ اس کے اندر کوئی بڑے فائدے کا پہلو رکھ دے اور اگر تم بجائے ایک بیوی کے دوسری بیوی سے نکاح کرنا چاہو اور تم اس ایک کو انبار مال مہر دے چکے ہو تو تم اس میں سے کچھ بھی واپس مت لو، کیا تم اس اداشدہ مہر کو واپس لیتے ہو اس پر بہتان لگا بہتان کر اور صریح گناہ کے مرتکب ہو کر اور تم اس مہر کو کیسے لیتے ہو۔ حالانکہ تم باہم ایک دوسرے سے بے حجابانہ مل چکے ہو اور وہ عورتیں تم سے ایک پختہ عہد یعنی نکاح کر چکی ہیں۔

اگر کسی شخص کا انتقال ہو جائے تو اس کی بیوہ اپنے نکاح کی خود مجاز و مختار ہے۔ مرنے والے کے رشتہ داروں کو یہ اختیار نہیں کہ خود اپنے یا دوسرے سے زبردستی نکاح کریں بلکہ وہ عورت بخوشی جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے۔

عن ابن عباس قال لا يحل لكم أن ترثوا النساء كرها ولا تعضلوهن لتذهبوا ببعض ما اتيتموهن الا أن ياتين بفاحشة مبينة وذلك أن الرجل كان يرث امرأة ذي قرابته فيعضلها حتى تموت أو ترد اليه صداقها فأحكم الله عن ذلك ونهى عن ذلك. ۳۴

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آیت کریمہ: "لا يحل لكم ان ترثوا النساء كرها" کا شان نزول یہ ہے کہ ایک مرد اپنے رشتہ دار کی بیوی کا وارث ہوتا پھر اس عورت کو دوسرے نکاح سے منع کرتا یہاں تک کہ وہ عورت (اسی طرح) انتقال کر جاتی یا جو مہر وصول کیا جاتا اس کو واپس کر دیتی۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے۔

عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ الأيم أحق بنفسها من وليها والبكر تستاذن في نفسها واذنها صماتها وحذا لفظ القعنبي. ۳۵

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ثیبہ عورت (یعنی جس عورت کی شوہر سے خلوت ہو گئی ہو) وہ اپنے معاملہ میں خود مختار ہے بہ نسبت اپنے ولی کے (یعنی ایسی عورت پر ولی کو زبردستی کرنے کا حق نہیں ہے) اور کنواری لڑکی سے نکاح کی اجازت لینا

ضروری ہے اور اس کا خاموش رہنا بھی اس کی طرف سے اجازت ہے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَحِلُّ لَکُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ کَرْھًا ان تین آیتوں میں ان مظالم کی روک تھام کا ذکر کیا گیا ہے جو اسلام سے پہلے صنفِ نازک پر روا رکھے جاتے تھے، ان میں ایک بہت بڑا ظلم یہ تھا کہ مرد عورتوں کی جان و مال کو اپنی ملکیت سمجھتے تھے۔ عورت جس کے نکاح میں آگئی وہ اس کی جان کو بھی اپنی ملکیت سمجھتا تھا اور اس مرد کے مرنے کے بعد جس طرح اس کی جائیداد کے مالک اس کے ورثاء ہوتے تھے اسی طرح وہ اس کی بیوی کے بھی مالک اور وارث سمجھے جاتے تھے چاہیں تو وہ خود اس سے نکاح کر لیں یا دوسرے کسی سے مال لے کر اس کا نکاح کر دیں۔

شوہر کا بیٹا جو کسی دوسری بیوی سے ہوتا تھا وہ خود بھی باپ کے مرنے کے بعد اسے اپنے نکاح میں لا سکتا تھا، تو جب عورت کی جان ہی اپنی ملکِ سمجھ لی گئی تو مال کا معاملہ ظاہر ہے اور اس ایک بنیادی غلطی کے نتیجہ میں عورتوں پر طرح طرح کے سینکڑوں مظالم ہوا کرتے تھے۔ مثلاً ایک ظلم یہ تھا کہ جو مال عورت کو کہیں سے وراثت میں ملا یا اس کے میکہ والوں کی طرف سے بطور رھدیہ یا تحفہ ملا، بیچاری عورت اس سب سے محروم اور لاتعلق رہتی تھی اور یہ سب مال سسرال والے مرد ہضم کر لیتے تھے۔

دوسرا ظلم یہ ہوتا تھا کہ اگر عورت اپنے حصہ کے مال پر قبضہ کر بھی لیتی تو اس کو مرد نکاح کرنے سے اس لئے روکتے تھے کہ اپنا مال باہر نہ لے جاسکے بلکہ یہیں مر جائے۔ اور مال چھوڑ جائے تاکہ ہمارے قبضہ میں آجائے۔

تیسرا ظلم کہیں کہیں یہ بھی ہوتا تھا کہ بعض اوقات بیوی کا کوئی قصور نہ ہونے کے باوجود محض طبعی طور پر وہ شوہر کو پسند نہ ہوتی تو شوہر اس کے حقوقِ زوجیت ادا نہ کرتا مگر طلاق دے کر اس کی گلوخلاصی بھی اس لئے نہیں کرتا کہ یہ تنگ آکر زیور یا مہر کی رقم جو وہ اسے دے چکا ہے واپس کر دے یا اگر ابھی نہیں دیا تو معاف کر دے تب آزادی ملے گی۔ بعض اوقات شوہر طلاق دے کر بھی اپنی اس مطلقہ کو کسی دوسرے سے نکاح نہیں کرنے دیتا تھا تاکہ وہ مجبور ہو کر اس کا دیا ہوا مال واپس کر دے یا واجب الادا مہر کو واپس کر دے۔

چوتھا ظلم بعض اوقات اس طرح ہوتا تھا کہ شوہر کے مرنے کے بعد اس کے وارث اس کی

بیوہ کو جاہلانہ عار کی وجہ سے نکاح نہیں کرنے دیتے تھے۔

یہ سب مظالم اس وجہ سے ہوتے تھے کہ عورت کے مال بلکہ جان کا بھی اپنے آپ کو مالک سمجھا جاتا تھا۔ قرآن کریم نے فساد کی اس رسم کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکا اور اس کے تحت ہونے والے تمام مظالم کا انسداد مذکورہ آیت میں بیان فرما دیا۔

عِدّت ختم ہونے کے بعد نکاح کا بیان

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ. (البقرہ: ۲۳۲)

اور جب تم میں ایسے لوگ پائے جاویں کہ وہ اپنی بیویوں کو طلاق دیدیں پر وہ عورتیں اپنی معیاد بھی پوری کر چکیں تو تم ان کو اس امر سے مت روکو کہ وہ اپنے شوہروں سے نکاح کر لیں جب کہ باہم سب رضا مند ہو جاویں۔ قاعدہ کیموافق اس مضمون سے نصیحت کی جاتی ہے اس شخص کو جو تم میں سے اللہ تعالیٰ پر اور روزِ قیامت پر یقین رکھتا ہو اس نصیحت کا قبول کرنا تمہارے لئے زیادہ صفائی ہے اور پاکی کی بات ہے اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے۔

صحیح بُخاری شریف میں ہے کہ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے اپنی بہن کی شادی ایک شخص کے ساتھ کر دی تھی، اُس نے طلاق دیدی اور عدّت بھی گذر گئی، اس کے بعد یہ شخص اپنے اس فعل پر نادم اور پشیمان ہوا اور چاہا کہ دوبارہ نکاح کر لے، اس کی بیوی یعنی حضرت معقل بن یسارؓ کی بہن بھی اس پر آمادہ ہو گئی، لیکن جب اس شخص نے معقل رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے اس کا ذکر کیا تو چونکہ ان کو طلاق دینے پر غصہ تھا انہوں نے کہا کہ میں نے تمہارا اعزاز کیا کہ اپنی بہن تمہارے نکاح میں دیدی، تم نے اس کی یہ قدر کی کہ اس کو طلاق دیدی۔ اَب پھر تم میرے پاس آئے ہو کہ دوبارہ

نکاح کروں، خدا کی قسم اَب وہ تمہارے نِکاح میں دوبارہ نہ لوٹے گی۔'

اسی طرح کا ایک واقعہ جابر بن عبداللہؓ کی چچازاد بہن کو بھی پیش آیا تھا۔ ان واقعات پر آیت مذکورہ نازل ہوئی جس میں معقلؓ اور جابرؓ کے اس رویہ کو ناپسند اور ناجائز قرار دیا گیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے رسُول ﷺ کے سچے عاشق تھے، یہ حکم الٰہی سُنتے ہی حضرت معقل بن یسار کا سارا غصہ ٹھنڈا پڑ گیا اور خود جا کر اس شخص سے اپنی بہن کا دوبارہ نکاح کرا دیا۔ اور قسم کا کفارَہ اَدا کیا۔ اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے تعمیل فرمائی۔ ۳۶

نکاح کی اجازت کی تفصیل:

نکاح کی اجازت لیتے وقت اگر کنواری لڑکی خاموش رہے تو اس کا خاموش رہنا بھی اجازت ہے۔ حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ واذنھا صماتھا البتہ بیوہ یا مطلقہ کا نکاح کی اجازت صراحتاً دینے سے نکاح درست ہوگا اور چھوٹی لڑکی کا نکاح اس کا ولی کر سکتا ہے لڑکی کی اجازت کی ضرورت نہیں۔ ۳۷

عن أبی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ تستأمر الیتمۃ فی نفسھا فان سکتت فھو اذنھا وان أبت فلا جواز علیھا والاخبار فی حدیث یزید قال أبو داود وکذلک رواہ أبو خالد سلیمان بن حیان و معاذ بن معاذ عن محمد بن عمرو ورواہ أبو عمرو ذکوان عن عائشۃ قالت یا رسول اللہ ان البکر تستحی أن تتکلم قال سکاتھا اقرارھا۔ ۳۸

﴿ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کنواری عورت جو بالغ ہو تو نکاح کے لئے اس کی اجازت لی جائے اگر وہ بوقت اجازت خاموش رہے تو وہ ہی اس کی اجازت ہے اور اگر اس نے (اجازت دینے سے) انکار کیا تو اس پر زبردستی نہیں ہے یہ الفاظ یزید کی روایت کے ہیں ابوداؤد فرماتے ہیں کہ اسی طرح ابو خالد' سلیمان بن حیان' معاذ بن معاذ نے محمد بن عمرو سے نقل کیا اور ابو عمرو نے ذکوان کے واسطہ سے عائشہؓ سے نقل کیا میں نے عرض کیا

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کنواری لڑکی گفتگو کرنے سے حیا محسوس کرتی ہے آپؐ نے ارشاد فرمایا اس کا اقرار یہی ہے کہ وہ (بوقت اجازت نکاح) خاموش رہے۔﴾

باب فی البکر یزوجها ابوها و لا یستامرها.

اگر کنواری لڑکی کا نکاح اس کا والد بلا اجازت کر دے؟

عن ابن عباس أن جارية بكرا أتت النبي ﷺ فذكرت أن أباها زوجها وهي كارهة فخيرها النبي ﷺ. ۳۹

﴿۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک کنواری لڑکی نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ اس کے والد نے اس کی مرضی کے بغیر اس کا نکاح (ایک شخص سے) کر دیا۔ حضرت رسول کریم ﷺ نے اس لڑکی کو نکاح کو قائم رکھنے یا فسخ کرنے کا اختیار عطا فرمایا۔﴾

یتیم لڑکیوں کی حق تلفی کی روک تھام

زمانۂ جاہلیت میں جن لوگوں کی زیر کفالت اور نگرانی میں یتیم لڑکیاں ہوتی تھیں اگر وہ شکل وصورت کے اعتبار سے اچھی سمجھی جاتی یا انہیں وارثت میں کوئی مال یا جائیداد ملی ہوتی تو ان کے نگران اور کفالت کرنے والے بذاتِ خود یا اپنی اولاد سے ان کا نکاح کر دیتے جس طرح چاہتے ان کو رکھتے کیونکہ وہی اُن کے اولیا اور نگران ہوتے تھے، ان کا باپ موجود نہ ہوتا تھا جو ان کے حقوق کی پوری نگرانی کرتا اور ان کی ازدواجی زندگی کے ہر پہلو پر نظر اور فلاح و بہبود کا مکمل انتظام کر کے ان کا نکاح کرتا۔

قرآن نے اس استحصالی نظام کا خاتمہ کیا اور یہ حکم نافذ کر دیا کہ اگر کسی کو یہ اندیشہ ہو کہ وہ یتیم لڑکی کے ساتھ نکاح کر کے اس کے حقوق کو ادا نہیں کر سکے گا تو اس کو چاہیئے کہ یتیم لڑکی کے بجائے کسی اور عورت سے نکاح کر لے۔

وَ اِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ

”یعنی اگر تم کو اس بات کا احتمال ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے

تو اور عورتوں سے جو تم کو پسند ہوں نکاح کر لو"۔

بخاری شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ عہدِ رسالت میں ایک شخص کی ولایت میں ایک یتیم لڑکی تھی اور اس کا ایک باغ تھا جس میں یہ لڑکی بھی شریک تھی اس شخص نے یتیم لڑکی سے نکاح کر لیا اور بجائے اس کے کہ اپنے پاس سے مہر وغیرہ دیتا اس کے باغ کا حصہ بھی اپنے قبضہ میں لے لیا، اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى یعنی اگر تمہیں یہ خطرہ ہو کہ یتیم لڑکیوں سے خود اپنا نکاح کرنے میں تم انصاف پر قائم نہیں رہو گے۔ بلکہ ان کی حق تلفی ہو جائے گی تو تمہارے لئے دوسری عورتیں ہی بہتر ہیں ان میں تمہارے لئے جو حلال اور پسندیدہ ہوں ان سے نکاح کر لو۔[40]

پاکستانی معاشرے میں معاملہ دو انتہاؤں تک جا پہنچتا ہے۔ ہمارے دیہاتوں اور پسماندہ علاقوں میں خصوصاً کم تعلیم یافتہ گھرانوں یا ذات پات کی قید میں بند لوگ لڑکی سے اجازت لینا اپنی توہین سمجھتے ہیں اور جس کھونٹے سے لڑکی کو باندھ دیں وہاں اُس کو زندگی گزارنی پڑتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کہیں چولہا پھٹتا ہے اور نئی نویلی دلہن جلا دی جاتی ہے اور کہیں اُس کو وحشیانہ مظالم کا نشانہ بنا دیا جاتا ہے۔ اور دوسری انتہا یہ ہے کہ لڑکی لڑکا گھر سے بھاگ کر بغیر کسی ولی کی اجازت کے خود ہی نکاح کروا لیتے ہیں کہ ہم بالغ ہیں ہمیں نکاح کے لئے کسی اِجازت کی ضرورت نہیں۔

نکاح کے وقت کی شرائط

نکاح کے موقع پر آپ ﷺ کے دور میں بھی ضروری شرائط طے کی جاتی تھیں۔

وقال المسور بن مخرمة سمعت النبی ﷺ ذکر صهرًا لهٗ فاثنیعلیه فی مصاهرتهِ فاحسنَ قال حدثنی فصدقنی ووعدنی لی .[41]

حضرت مسورؓ نے بیان کیا کہ رسول پاک ﷺ نے اپنے ایک داماد کا ذکر کیا اور ان کی تعریف کی اور خوب تعریف کی، فرمایا جو بات انہوں نے مجھ سے کہی سچ کہی اور جو وعدہ کیا پورا کیا۔

وہ شرطیں جو نکاح میں جائز نہیں

الشروط التی لا تحل فی النکاح وقال ابن مسعود لاتشترط المراۃ طلاق اختہا.

وہ شرطیں جو نکاح میں جائز نہیں، ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ کوئی عورت اپنی بہن کی طلاق کی شرط نہ لگائے۔

حدثنا عبید اللہ بن موسیٰ عن زکریا ھو ابن ابی زائدۃ عن سعد بن ابراھیم عن ابی سلمۃ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یحل لامراۃ تسال طلاق اختہا لتستفزع فانہا لہاماقدر لہا. ۴۲

ہم سے عبداللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، ان سے زکریا نے جو ابوزائدہ کے دصاجبزادے ہیں۔ان سے سعد بن ابراہیم نے ان سے ابوسلمہ نے اور ان سے ابوہریرہؓ نے رسول ﷺ نے فرمایا کسی عورت کے لئے جائز نہیں کی اپنی کسی بہن کی طلاق کا مطالبہ اس لئے کرے تاکہ اس کی جگہ اپنے لئے خالی کرے کیونکہ اسے وہی ملے گا جو اس کے مقدر میں ہوگا۔

حوالہ جات

۱۔ ابوداؤد، کتاب النکاح، بَاب الرجُلُ یَنظُرُ اِلی المرأۃِ وھُوَ یُرِیدُ تزویجُھا، حدیث نمبر ۲۰۸۰، ص: ۱۳۷۶

۲۔ ابوداؤد، کتاب النکاح، بَاب الرجُلُ یَنظُرُ اِلی المرأۃِ وھُوَ یُرِیدُ تزویجُھا، حدیث نمبر ۲۰۸۱، ص: ۱۳۷۶

۳۔ بخاری، کتاب النکاح باب لایخطب علی خطبة اخیه حتی ینکح اویَدَعَ، حدیث نمبر ۵۱۴۲، ص: ۴۴۵

۴۔ مسلم، شرح نووی، ج۴، صفحہ ۲۶۔۲۷

۵۔ نسائی، کتاب النکاح، باب النھی ان یخطب الرجل علی خطبة اخیه، حدیث نمبر ۳۲۴۵

۶۔ ابوداؤد، کتاب النکاح، باب فی الرجل ینظر الی المرأۃ وھو یرید تزویجھا، حدیث نمبر ۲۰۸۲، ص: ۱۳۷۶

۷۔ نسائی، سنن، کتاب النکاح، باب اباحة النظر قبل التزویج، حدیث نمبر ۳۲۳۷، ص: ۲۲۹۷

۸۔ ابن ماجہ، سنن، کتاب النکاح، باب النظر الی المرأة اذا اراد ان تیزوجھا، حدیث نمبر ۱۸۶۴ تا ۱۸۶۶، ص: ۲۵۸۸۔ (کتب الستہ)

۹۔ ترمذی، جامع ترمذی، کتاب المناقب، باب منی فضل عائشة: حدیث نمبر ۳۸۸۰

۱۰۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة باب فی فضائل عائشة، حدیث نمبر ۶۲۸۳

۱۱۔ ابوداؤد، کتاب النکاح، باب فی الرجل ینظر الی المرأۃ وھو یرید تزویجھا، حدیث نمبر ۲۰۸۲، ص: ۱۳۷۶

۱۲۔ صحیح مسلم مع شرح نووی، ج: ۱، ص: ۴۵۷

۱۳۔ شرح نووی، جلد ۴، ص: ۳۳

۱۴۔ شرح نووی، ج: ۱، ص ۴۵۷۔۴۵۶

۱۵۔ ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب النظر الی المرأة اذا اراد ان تیزوجھا، حدیث نمبر ۱۸۶۴، ص: ۲۵۸۸

۱۶۔ شرح نووی، ج: ۱، ص ۴۵۷۔۴۵۶

۱۷۔ عسقلانی، ابن حجر، فتح الباری، احیاء التراث الی، بیروت، ۱۹۸۸ء، ج: ۹، ص ۱۵۷

۱۸۔ عینی۔ بدرالدین، علامہ، عمدۃ القاری، کتاب النکاح، باب النظر الی المراۃ قبل التزویج، ص، ۱۶۹

۱۹۔ سیوطی، جلال الدین، صحیح جامع صغیر من حدیث البشیر والنذیر، حدیث نمبر: ۵۲۱، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، ۲۰۰۰ء

۲۰۔ شرح نووی بر مسلم شریف: ج: ۹، ص: ۲۱۰

۲۱۔ نسائی، سنن، کتاب النکاح، باب کیف الاستخارہ، حدیث نمبر ۳۲۵۵، ص: ۲۲۹۸

۲۲۔ سنبھلی، مولانا محمد برھان الدین، معاشرتی مسائل دین فطرت کی روشنی میں، ص ۵۷
۲۳۔ ابوداؤد شریف، کفاءت، ص:۱۵۵
۲۴۔ ابن رشد، بدایۃ المجتھدو نھایۃ المقتصد، کتاب النکاح، باب کفاءت، ص ۱۵۔۱۷، بخاری باب الاکفا فی الدین، حدیث نمبر ۵۰۹۰
۲۵۔ سنن نسائی، باب کراھیۃ تزویج الزناۃ، حدیث نمبر ۳۲۳۲، الستۃ
۲۶۔ سنبھلی، مولانا محمد برھان الدین، معاشرتی مسائل دین فطرت کی روشنی میں مجلس نشریات اسلام کراچی، ص ۵۷
۲۷۔ فتح القدیر، ج ۲؛ ص:۵۰
۲۸۔ قاضی عرنونس، تاریخ القضاء۔ فی الاسلام، ص:۶۷ مطبوعہ مصر
۲۹۔ ابوداؤد، کتاب النکاح، باب فی الولی، حدیث نمبر ۳۱۵، ۳۱۷
۳۰۔ ایضاً۔ حدیث مبر ۳۱۸
۳۱۔ ابن عابدین، ردالمختار، باب الولی، ج ۳؛ ص ۳۷
۳۲۔ بخاری، کتاب النکاح، باب عرض المراۃ نفسھا علی الرجل الصالح، حدیث ۵۱۲۱
۳۳۔ صحیح جامع صغیر حدیث نمبر ۳۳۷۴
۳۴۔ ابوداؤد، سنن، باب لا یحل لکم ان ترثو النساء کرھا و لا تعضلوھن، حدیث نمبر ۲۰۹۰، ص:۱۳۷۶-۱۳۷۷ (کتب الستۃ)
۳۵۔ ابوداؤد، سنن، کتاب النکاح، باب فی الشیب، حدیث نمبر ۲۰۹۸ ص:۱۳۷۷، کتب الستۃ
۳۶۔ بخاری کتاب الطلاق، باب قول اللہ تعالیٰ و بعو لتھن احق بردھن، حدیث نمبر ۵۳۳۱
۳۷۔ مترجم امیر علی، سید، فتاوئی عالمگیری، باب اول، حامد اینڈ کمپنی لاہور
۳۸۔ ابوداؤد، سنن، کتاب النکاح، حدیث نمبر ۲۰۹۴۔۲۰۹۳
۳۹۔ ابوداؤد، سنن، کتاب النکاح، باب فی البکر یزوجھا ابوھا و لا یستامرھا، حدیث نمبر ۲۰۹۶، ۲۰۹۷، ۲۰۹۸، ص:۱۳۷۷، کتب الستۃ
۴۰۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب انخفتم الا تقسطو افی الیتمی، حدیث نمبر ۴۵۷۳
۴۱۔ ایضاً، باب الشروط فی النکاح، حدیث نمبر ۵۱۵۰ الستۃ
۴۲۔ ایضاً۔ باب الشروط التی لا تحل فی النکاح، حدیث نمبر ۵۱۵۲ الستۃ

باب سوم

اسلام میں نکاح کا طریقہ

فصل اول

اسلام میں نکاح کا تصور اور مقصد

اسلام میں نکاح کا مقصد صرف جنسی جذبات کی تسکین ہی نہیں بلکہ ایک معاشرے کا قیام اور نسلِ انسانی کی بقاء بھی ہے اسی لئے قرآن پاک میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے نکاح کی ترغیب دی ہے اور رسول پاکؐ نے بھی نکاح کو اپنی سنت قرار دے کر رہبانیت کی زندگی کا رد کیا ہے۔
نکاح کی ترغیب اور اہمیت کا اندازہ مندرجہ ذیل آیات و احادیث سے کیا جا سکتا ہے۔

الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّ خَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَ بَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّ نِسَآءً . (النساء: ۱)

''وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور پھر اس جوڑے سے پھیلائے بہت سارے مرد اور عورتیں۔''

نکاح کو اللہ نے انسانوں پر اپنی رحمت کی نشانی کے طور بیان فرمایا ہے کہ کس طرح وہ نکاح کے ذریعے دو انسانوں کے دلوں میں مودت اور محبت ڈالتا ہے اور پھر اسے معاشرے کی مضبوطی کا ذریعہ بناتا ہے۔

وَ مِنْ اٰیٰتِہٖۤ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْۤا اِلَیْھَا وَ جَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّ رَحْمَۃً اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ (الروم: ۲۱)

''اور اسی کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے (ایک نشانی) یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کی عورتیں پیدا کیں تا کہ ان کی طرف مائل ہو کر سکون حاصل کرو اور تم میں محبت اور مہربانی پیدا کی۔ بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو غور وفکر کرتے ہیں۔''

ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّ جَعَلَ مِنْھَا زَوْجَھَا لِیَسْکُنَ

اِلَیۡهَا. (الاعراف: ۱۸۹)

''وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تا کہ وہ اس سے سکون حاصل کرے''۔

نکاح کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَانۡکِحُوۡا مَا طَابَ لَکُمۡ مِّنَ النِّسَآءِ مَثۡنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تَعۡدِلُوۡا فَوَاحِدَۃً اَوۡ مَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُکُمۡ. (النساء: ۳)

تو جو عورتیں تمہیں پسند ہوں ان میں سے دو دو اور تین تین اور چار چار عورتوں سے نکاح کر لو۔ پھر اگر تمہیں اس بات کا اندیشہ ہو کہ کئی عورتوں کی صورت میں انصاف نہ کر سکو گے تو ایک عورت (کافی ہے) یا لونڈی جس کے تم مالک ہو۔

میاں بیوی کے تعلق کی نوعیت کو قرآن اس تشبیہ سے واضح کرتا ہے:

هُنَّ لِبَاسٌ لَّکُمۡ وَ اَنۡتُمۡ لِبَاسٌ لَّهُنَّ (البقرہ: ۱۸۷)

''وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔

یہ آیت مبارکہ واضح کرتی ہے کہ میاں بیوی ایک دوسرے کے حریف نہیں بلکہ وہ ایک دوسرے کے حقوق ادا کر کے ایک دوسرے کے ساتھی ہوتے ہیں۔ جس طرح لباس انسان کو موسم کی شدت سے بچاتا ہے، اس کے جسم کے عیوب چھپاتا ہے، اسی طرح وہ ایک دوسرے کے رازوں کو چھپا کر ایک دوسرے کے لئے لباس کا کردار ادا کرتے ہیں۔

نکاح کی ترغیب دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''وَاَنۡکِحُوا الۡاَیَامٰی مِنۡکُمۡ'' (النور: ۳۲)

''اور تم میں جن کے نکاح نہیں ان کا نکاح کروا دیا کرو''۔

نکاح کے بارے میں احادیث نبوی ﷺ:

آپ ﷺ ہمیشہ نوجوانوں کو نکاح کی ترغیب فرماتے ایک مرتبہ آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ ایک بندہ یہ کہہ رہا تھا کہ میں عبادت کرنے کی خاطر شادی ہی نہیں کرواؤں گا۔ وہ کہہ رہا تھا اَنَا اَعۡتَزِلُ

النِّسَاءَ فَلَا اَتَزَوَّجُ اَبَداً میں عورتوں سے الگ رہوں گا اور کبھی بھی شادی نہیں کروں گا۔ حضور ﷺ کو اس کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ۔[1]

میں نے عورتوں سے شادی کی ہے اور جس نے شادی کرنے کی میری سنت سے پہلو تہی کی وہ مجھ سے نہیں ہے۔

نبی کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا هَلْ تَزَوَّجْتَ (کیا تم نے شادی کی) انہوں نے نفی میں جواب دیا۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا: فَتَزَوَّجْ پھر تو شادی کر لے۔[2]

امام سیوطی جامع الصغیر میں روایت نقل کرتے ہیں۔

بندہ جب نکاح کر لیتا ہے تو اس کا آدھا دین مکمل ہو جاتا ہے اب باقی ماندہ آدھے دین کے متعلق اسے اللہ سے ڈرتے رہنا چاہئے۔[3]

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسولِ پاک ﷺ نے فرمایا تین قسم کے اشخاص کی مدد اللہ تعالیٰ ضرور فرماتا ہے۔ اللہ کی راہ کا مجاہد، مکاتب غلام جو ادائیگی کا ارادہ رکھتا ہو اور نکاح کرنے والا جو عفت و پاکدامنی چاہتا ہو۔[4]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ نبی پاک ﷺ کے ساتھ تھے، نوجوان تھے اور ہمارے پاس کچھ نہ تھا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نوجوانو! جو شادی کرنے کی قدرت رکھتا ہو اسے چاہیئے کہ شادی کر لے شادی نگاہ کی طہارت اور شرمگاہ کی حفاظت ہے اور جس کے اندر قدرت نہ ہو وہ روزہ رکھے جو شہوت کو توڑنے والا ہے۔[5]

حضرت ابو امامہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، شکر گزار دل ذکر کرنے والی زبان اور صالح بیوی جو دین و دنیا میں معاون ہو انسان کا بہترین خزانہ ہے۔[6]

عن عبد الله بن عمرو بن العاص، عن رسول الله ﷺ قال ان الدنيا كلها متاع و خير متاع الدنيا المراءة الصالحة۔[7]

حضرت عبداللہ بن عمر بن العاص سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''دنیا متاع ہے

اور دنیا کی سب سے اچھی دولت صالحہ بیوی ہے"

حضرت سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تجرد کی زندگی سے حضرت عثمان بن مظعون کو منع فرمایا، اگر آپؐ نے اس کی اجازت دی ہوتی تو ہم لوگ اختصار کروا لیتے۔^8

نکاح کی ترغیب کے موضوع پر مزید احادیث کی لئے بخاری، کتاب النکاح، حدیث نمبر ۵۰۷۱، ۵۰۷۲، ۵۰۷۳تا ۵۰۸۰، ابو داود، کتاب النکاح، باب التحریض علی النکاح، حدیث نمبر ۲۰۴۶ ص: ۱۳۷۳۔

ان آیات واحادیث سے اسلام کے تصور نکاح کی وضاحت ہوتی ہے کہ نکاح محض جنسی تسکین کے لئے ایک وقتی بندھن نہیں ہوتا بلکہ اس کا مقصد مستقل بنیادوں پر گھر بسانا ہوتا ہے۔ قرآن نکاح کو میثاقاً غلیظاً 'پختہ میثاق' قرار دیتا ہے۔ (النساء:۲۱)

نکاح میں قابل لحاظ چیز دین ہے:

نکاح کے مقاصد میں سب سے بڑا مقصد چونکہ حصول اولاد اور پھر اولاد کی مناسب تعلیم و تربیت اور اچھے افراد معاشرہ پیدا کرنا ہے۔ اس لیے نکاح میں شرعاً سب سے زیادہ قابل لحاظ چیز دینداری اور اخلاق ہے۔

حدیث نبوی ہے:

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تنكح المرء ة لاربع لما لها ولحسبها ولجمالها ولدينها فاظفر بذات الدين تربت يداك متفق عليه^9

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (عموماً) چار وجوہ سے عورت کے ساتھ نکاح کیا جاتا ہے۔ اس کے مال کی وجہ سے، اس کے حسب نسب کی وجہ سے، اس کے حسن و جمال کی وجہ سے اور اس کے دین کی وجہ سے۔ تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں دین والی عورت کے ساتھ نکاح کر کے کامیابی حاصل کر۔

(آپ ﷺ نے چاروں باتیں بیان کیں جن کی وجہ سے لوگ نکاح کرتے ہیں اوران سے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے ترجیح عورت کے دین کو دی۔)

نکاح کے حوالے سے اسلام کے قائم کردہ معیار کی اہمیت وضرورت کا مشاہدہ ہم اپنی آنکھوں سے کررہے ہیں کہ بچوں کے رشتے طے کرتے ہوئے دنیاوی پہلو ہی ملحوظ رکھے جاتے ہیں اوردین کا پہلو فراموش کردیا جاتا ہے۔

اسی طرح لڑکی والوں کے لیے ہدایت ہے کہ وہ انتہائی جدید تعلیم یافتہ، کسی اعلیٰ منصب پر فائز، ملک سے باہر ملازم، سرمایہ دار، جاگیردار اور کاروباری لڑکے ہی کو تلاش نہ کرتے رہیں کہ اس تلاش میں اپنی بچیوں کی شادی کی عمر کو گنوادیں بلکہ دینداری اور حسنِ اخلاق کو مدنظر رکھیں۔ اگر کسی متدین اور بااخلاق لڑکے کے لیے ان سے لڑکی کا رشتہ مانگا جائے تو فوراً ایسے رشتہ کو قبول کریں تاکہ معاشرہ میں جنسی بے راہروی نہ جنم لے۔

ارشادنبوی ہے۔

اذا خطب الیکم من ترضون دینه وخلقه فزوجوه ان لا تفعلوا تکن فتنة فی الارض و فساد عریض.[10]

''اگر تمہاری طرف کوئی ایسا آدمی پیغام نکاح بھیجے جس کے دین اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو اس سے اپنی لڑکی کا نکاح کردو۔ اگر ایسا نہیں کروگے۔ (اور صاحب مال اور صاحب جاہ لڑکوں کی تلاش اپنی لڑکیوں کو بٹھائے رکھوگے) تو زمین میں فتنہ اور بہت فساد پھیل جائے گا۔''

اس فرمان نبوی کا مدعا و مقصود یہ ہے کہ شادی کے قابل ہوچکنے کے بعد اولاد کی شادی میں قطعاً تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ آپ ﷺ نے اس بات کو ترجیح دینے کو ترغیب دی کہ رشتہ ازواج اس جگہ طے کیا جائے جہاں دین کا پہلو مضبوط ہو۔ اگر دین کے پہلو کو ترجیح دی جائے گی تو دینی، اخلاقی، روحانی مقاصد بھی حاصل ہوں گے اور بہت سے معاشرتی مصالح بھی کیونکہ دین انسان کو ایک اچھا انسان، اچھا شوہر، اچھی بیوی، اچھا باپ، اچھی ماں بناتا ہے۔ انسان کو تہذیب و

شائستگی، اخلاق وتقوی، حقوق وفرائض اور حلال وحرام کی تمیز سکھاتا ہے۔ اسے فراموش کرنے سے انسانی زندگی میں بے چینی اور حقوق کی عدم ادائیگی پیدا ہوتی ہے۔

ملا علی قاری نے شرح السنہ کے حوالے سے لکھا ہے۔

روی ان رجلا جاء الی الحسن وقال ان لی بنتا وقد خطبها غیر واحد نمن تشیر علیٰ ان ازوجها قال زوجها رجلا یتقی اللہ فانہ ان احبها اکرمها وان ابغضها لم یظلمها۔[1]

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک آدمی حضرت حسن کے پاس آیا اور عرض کی۔ میری ایک بیٹی ہے جس کے واسطے بہت سے آدمیوں نے پیغام نکاح بھیجا ہے کس آدمی کے ساتھ آپ نکاح کا مشورہ دیتے ہیں؟ امام حسن نے فرمایا تو اپنی بیٹی کا نکاح ایسے آدمی سے کردے۔ جو اللہ سے ڈرتا ہو (متقی ہو) کیونکہ اگر وہ اس سے محبت رکھے گا تو اس کی عزت وتکریم کرے گا اور اگر (بالفرض) کبھی اس پر ناراض ہوا تو اس پر زیادتی نہ کرے گا۔

ان روایات سے واضح ہوا کہ نکاح میں اصل قابل اعتبار چیز دینداری ہے نہ کہ صرف مال و دولت اور حسن و جمال۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان فرمودات کو پیش نظر رکھتے ہوئے لڑکوں اور لڑکیوں کو شادی میں اگر بلا وجہ اور خواہ مخواہ تاخیر نہ کی جائے تو بہت سی معاشرتی اور جنسی برائیاں ختم ہو سکتی ہیں۔ اس مادہ پرست جسم پرست اور چہرہ پرست معاشرے میں سارا حسن بال کھال اور خدو خال تک رہ گیا ہے حالانکہ کتنے ہی سادہ چہروں کے پیچھے خوش اخلاقی وفا شعاری، اطاعت گزاری اور تحفظ ناموس کا ایک خزانہ حسن مخفی ہوتا ہے۔

فصل دوم

رسول پاک ﷺ کی شادیاں

رسول اللہ ﷺ کی شادیوں کی تفصیل بیان کرتے ہوئے کچھ حقائق ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔ آپ ﷺ کی حیثیت ایک عام انسان کی نہیں بلکہ آپ ﷺ کے ساتھ بہت سی باتیں مخصوص ہیں

جنہیں تخصصات و امتیازات نبوی کہا جاتا ہے۔ اس لئے ہم حضور پاک ﷺ پر ہر شخص کا قیاس نہیں کر سکتے۔ آپ کا ہر فعل اور عمل اللہ کے حکم کے تحت تھا۔ آپ ﷺ کی شادیوں کا مقصد صرف وہی نہ تھا جس کے تحت عام انسان شادی کرتے ہیں بلکہ ان کے مقاصد بھی خاص تھے۔ آپ ﷺ کے نکاح میں وہ خواتین لائی گئیں جو ممتاز ترین صفات و صلاحیت کی مالک تھیں تاکہ ان سے اشاعت دین کا کام لیا جا سکے۔ ان خواتین کا انتخاب اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا تھا۔ آپ ﷺ کی ہستی بھی ممتاز ترین تھی۔ ان شادیوں کا مقصد کچھ قبائل کے ساتھ تعلق قائم کرنا اور ان کی اسلام دشمنی کم کرنا تھا۔

بعثتِ نبوی کے بعد مکی دور میں تیرہ برسوں تک متعدد لوگوں کے نکاح ہوئے۔ ان نکاحوں کی مختصر خبریں اور روایات سیرت کی کتابوں میں ملتی ہیں اور بہت سے نکاح ایسے بھی تھے جن کا ذکر یا حوالہ روایات حدیث و سیرت میں بالکل نہیں آتا لیکن ان کے بارے میں ارشادات پائے جاتے ہیں۔ ان نکاحوں کی تعداد بھی خاصی تھی جن کو بعد کے دور بالخصوص دور مدنی کے حوالے سے قیاس و استنباط کی بنا پر مکی قرار دیا جا سکتا ہے۔ مکی دور میں ہونے والے ان نکاحوں میں مسلمانوں کے نکاح بھی شامل تھے اور غیر مسلموں بالخصوص قریش مکہ کے متعدد لوگوں کے شادی بیاہ بھی۔ ظاہر ہے کہ یہ تمام نکاح اسلامی اصول کے تحت ہوئے تھے یا قریش اور مکہ کے دین ابراہیمی اور عرب روایت کے مطابق ہوئے ہوں گے۔

اگرچہ مکہ میں رسول اللہ ﷺ کے نکاح سے قبل بہت سے لوگوں کے نکاح ہوئے لیکن بات کا آغاز رسول اکرم ﷺ کے مکی نکاحوں سے کیا جاتا ہے کہ برکت و طہارت کے علاوہ اصل اصول اسوۂ نبوی ہی سے ملتا ہے:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کو اسلام میں یہ اہمیت ہے کہ قبل از بعثت کے رسم و رواج کے مطابق ہونے والے نکاح کو برقرار رکھا گیا۔

حضرت خدیجہ بنت خویلد کا آنحضرت ﷺ کیساتھ نکاح:۔

عربوں میں شادی کی تقریب بہت سادہ تھی اسے زندگی کے ایک فریضے اور فطری تقاضے کے طور

پرادا کیا جاتا اس تقریب کو ایک عبادت کی حیثیت حاصل تھی۔سب سے پہلے نکاح کے لیے پیغام بھجوایا جاتا اور اس کے لیے ضروری نہیں تھا کہ لڑکے والے لڑکی والوں کو نکاح کا پیغام بھجوائیں بلکہ لڑکی والے خود بھی نکاح کا پیغام بھجوا دیتے۔نبی کریم کی شادیوں میں نکاح کے پیغام مختلف طریقوں سے دیئے گئے۔

حضرت خدیجہؓ کے پیغام نکاح کے واقعات میں اجمال و تفصیل کے اختلاف کے ساتھ ابن سعد، ابن ہشام اور طبری میں دو طرح کی روایات ملتی ہیں۔ اول یہ کہ حضرت خدیجہؓ نے شادی کا پیغام رسول اکرم ﷺ کو براہ راست یا اپنی بعض سہیلیوں کے ذریعہ دیا، اور دوم یہ کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت خدیجہؓ کی تجویز نکاح اپنے محترم (چچاؤں) کے سامنے رکھی اور ان کی اجازت سے نکاح ہوا۔۱۴

خاتون کے لائق ہے۔'' ۱۵

ایک روایت کے مطابق یہ نکاح حضرت ابو طالب نے پڑھایا لیکن زیادہ اتفاق اسی پر ہے کہ یہ نکاح حضرت خدیجہ کے چچا عمرو ابن اسد نے پڑھایا تھا اور اسی طرح ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت خدیجہ کا نکاح ان کے بھائی عمرو ابن خویلد نے پڑھایا تھا۔مگر علامہ زہریؒ کہتے ہیں کہ نکاح پڑھانے والا حضرت خدیجہ کا باپ خویلد ابن اسد تھا۔یہ اس وقت نشے میں تھا۔حضرت خدیجہ نے (ایسے موقعہ پر عرب کے دستور کے مطابق) اس پر ایک حلہ یعنی دوہرڈال دی جو زعفران وغیرہ کی خوشبو سے بسائی گئی تھی۔(یہ عرب کا دستور تھا کہ اس موقعہ پر لڑکی کے باپ کے اوپر خوشبو سے بسایا ہوا حلہ ڈال دیا جاتا تھا جس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ اس نے اپنی بیٹی کی شادی کر دی) چنانچہ اس وقت جب کہ وہ نشے میں تھا حضرت خدیجہ نے اس پر خوشبو میں بسا ہوا حلہ ڈال دیا) جب اس کا نشہ ٹوٹا اور وہ ہوش میں آیا تو اس نے پوچھا کہ مجھ پر یہ حلہ اور خوشبو کیسی ہے۔اس کو بتلایا گیا کہ تم نے اپنی بیٹی خدیجہ کو محمد (ﷺ) کے ساتھ بیاہ دیا ہے اور انہوں نے خدیجہ کے ساتھ خلوت بھی کر لی ہے۔اس نے پہلے تو اس نکاح کو ماننے سے انکار کر دیا مگر پھر راضی ہو گیا اور درگزر کر دیا۔۱۶

اس واقعے سے یہ نکتہ بھی نکلتا ہے باپ کے ہوتے ہوئے چچا نے وکیل کا کردار ادا کیا، یا شیبہ ہوتے ہوئے نکاح کروانے کا اختیار خود حضرت خدیجہ نے استعمال کیا۔یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کا والد نشہ کی وجہ سے ذہنی طور پر اس قابل نہ رہا ہو کہ اسے ولی کا مقام دیا جاتا۔

قریشی روایت اور عرب رسم کے مطابق رسولِ اکرم ﷺ اپنے چچاؤں کے ساتھ بارات لے کر دلہن کے گھر گئے۔ بعض دوسرے مآخذ میں آتا ہے کہ باراتِ نبوی میں بنو ہاشم اور قریش کے روساء ہی شامل نہ تھے بلکہ مضر قبیلہ کے سردار و اکابر بھی شریک تھے۔[17]

امام حلبی نے لکھا ہے کہ ایک صحیح روایت کے مطابق بارات دس آدمیوں پر مشتمل تھی جس میں روساءِ مضر، قریشی اکابر، بنو ہاشم اور دوسرے قریشی اموی مخزومی اکابر وغیرہ بھی شامل تھے۔ اصل بحث کا نکتہ یہ ہے کہ باقاعدہ دولہا کے ساتھ باراتی گئے تھے کہ ان میں حقیقی رشتہ داروں، ولیوں اور عزیزوں کے علاوہ دوسرے دوست احباب بھی شریک ہوئے تھے جیسا کہ عام قاعدہ ہے۔ بارات مختصر تھی یا بڑی، زیادہ اہم بات نہیں۔[18]

الرحیق المختوم کے مطابق رسولِ اکرم ﷺ کے جد اعلیٰ جناب ہاشم بن عبد مناف کی یثربی شادی میں بارات چالیس قریشیوں پر مشتمل تھی۔ ان میں تمام شرکاء بنو عبد مناف، بنو مخزوم اور بنو سہم کے علاوہ بعض اکابرِ خزرج بھی شامل تھے۔[19]

ایجاب وقبول

دینِ حنیف اور عرب روایت کے مطابق نکاح کے لئے ضروری تھا کہ ایجاب وقبول کی شرط پوری کی جائے۔ یعنی دولہا کی طرف سے نکاح کا ایجاب/ پیشکش دلہن کے سامنے کیا جائے اور دلہن اسے قبول کر لے اور یہ ایجاب وقبول کم از کم دو گواہوں کی موجودگی میں ہوتا۔ رسولِ اکرم ﷺ کی جانب سے آپ کے چچا جناب ابو طالب نے یا حضرت حمزہؓ نے ایجاب کی رسم ادا کی اور حضرت خدیجہ نے اپنے چچا عمرو اسدی کے ذریعہ اسے باقاعدہ قبول کیا اور اپنی منظوری دی۔ اس کے بعد خطبہ نکاح پڑھا گیا۔ اس میں ایجاب وقبول کا واضح ذکر موجود ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایجاب وقبول کی خاطر ہی دو دو خطبے پڑھے گئے تھے: ایک رسولِ اکرم ﷺ کی جانب سے جناب ابو طالب ہاشمی نے پڑھا اور دوسرا حضرت خدیجہؓ کی طرف سے ان کے عزیز ورقہ بن نوفل اسدی نے پڑھا۔ حضرت ابو طالب کا خطبہ ایجاب تھا اور دوسر حضرت ورقہ بن نوفل کا خطبہ قبول کے مترادف۔ مزید وضاحتِ قبول ولی عمرو

اسدی کی جانب سے بھی کی گئی۔ ۲۰؎

(حضرت ام حبیبہؓ سے حضور علیہ ﷺ کے نکاح کے موقع پر بھی نجاشی کے دربار میں دو خطبے ہی پڑھے گئے۔ پہلے نجاشی نے اور پھر خالد بن سعید نے خطبہ پڑھا تھا)

اس موقع پر حضرت ابو طالب نے نکاح کا خطبہ دیا جو درج ذیل ہے

خطبہ نکاح

وذكر أبو الحسين بن فارس وغيره أن أبا طالب خطب يومئذ فقال: الحمد لله الذى جعلنا من ذرية، وزرع اسمعيل، وضئضىء معد: أى معدنه، و عنصر مضر: أى أصله، عجعلنا حضنة بيته: أى المتكفلين بشأنه، وسواس حرمه: أى القائمين بخدمته، وجعله لنا بيتاً محجوجاً، وحرماً امناً، وجعلنا حكام الناس. ثم ان ابن أخي هذا محمد بن عبدالله لا يوزن به رجل الا رجع به شرفاً و نبلاً وفضلاً وعقلاً، وان كان فى المال قل، فان المال ظل زائل، وأمر حائل، وعارية مسترجعة، وهو والله بعد هذا له نبأ عظيم، وخطر جليل، وقد خطب اليكم رغبة فى كريمتكم خديجة، وقد بذل لها من الصداق ما عاجله و آجله اثنتى عشرة أوقية و نشا: أى وهو عشرون درهماً وا لأوقية: أربعون درهماً، أى وكانت الأواقى والنش من ذهب كما قال المحب الطبرى: أى فيكون جملة الصداق خمسمائة درهم شرعى. وقيل أصدقها عشرين بكرة، أى كما تقدم ۲۱؎

علامہ ابو الحسین بن فارس وغیرہ نے لکھا ہے کہ اس روز ابو طالب نے نکاح کا یہ خطبہ پڑھا تھا:۔

''تمام تعریفیں اس خدائے بزرگ و برتر کے لئے ہی سزاوار ہیں جس نے ہمیں ابراہیم کی اولاد، اسماعیل کی کھیتی، معد کا خزانہ اور مضر کی اولاد کا عنصر یعنی اصل بنایا اور جس نے

ہمیں اپنے مقدس گھر کا خادم اور پاسبان بنایا، اور جس نے اپنے اس گھر کو ہمارے لئے حج کا مرکز بنایا اور اس میں لوگوں کا حاکم بنایا (یعنی حرم کے نگہبان کی حیثیت سے قریش کو دوسرے تمام قبیلوں پر بلندی اور فضیلت دی اور دانائی کے لحاظ سے دوسرا ہر شخص ان سے کمتر ہے، اگرچہ مال و دولت ان کے پاس نہیں ہے لیکن حقیقت میں مال و دولت ایک چلتی پھرتی چھاؤں ہے، ایک ایسی چیز ہے جو انسان کی خوبیوں میں رکاوٹ بنتی ہے اور آنی جانی چیز ہے۔ ان کا مقام یہ ہے کہ بہت جلد آنے والے زمانے میں ایک عظیم خوش خبری اور زبردست خوش بختی ان کی راہ دیکھ رہی ہے۔ انہوں نے رضاء و رغبت اور خوشی کے ساتھ آپ کی پاکباز خاتون خدیجہ سے اپنا رشتہ دیا ہے اور ان کے معجّل اور مؤجل (یعنی اس وقت اور آئندہ) مہر میں بارہ اوقیہ اور ایک نش خرچ کر رہے ہیں۔"

(ایک نش بیس درہم کا ہوتا ہے اور ایک اوقیہ چالیس درہم کا (یعنی ایک نش آدھے اوقیہ کو کہتے ہیں اور کل مہر ساڑھے چار اوقیہ اور نش دونوں سونے کے ہوا کرتے تھے جیسا کہ علامہ محبّ طبری نے بیان کیا ہے۔ یعنی اس طرح کل مہر پانچ درہم شرعی کا ہوا۔)

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے بیس جوان اونٹنیاں مہر میں دیں۔

ان دونوں روایتوں میں کوئی فرق نہیں کیونکہ ممکن ہے یہ بیس جوان اونٹنیاں آپ نے ان پانچ سو درہم کے بدلے میں مہر میں ادا کی ہوں۔ ۲۲

بارات کی دعوت

عرب کی قدیم روایت میں آتا ہے کہ نکاح کے بعد لڑکی والوں کی طرف سے بارات کی خاطر مدارات کی جاتی تھی۔ اس کو بارات کی دعوت کہا جا سکتا ہے۔ اس تقریب کے شواہد بہت سی روایات سے ملتے ہیں۔ نکاحِ نبوی کے بعد رسولِ اکرم ﷺ کے باراتیوں کی دعوتِ طعام حضرت خدیجہؓ کی طرف سے کی گئی اور کھانا کھلایا گیا۔ ۲۳

مہر

خطبہ نکاح میں حضرت خدیجہؓ کے مہر کے سلسلے میں دو روایات پہلے گزر چکی ہیں: ابو طالب

ہاشمی کے خطبہ نکاح میں بیس اونٹ مہر کا ذکر ہے جبکہ ورقہ بن نوفل اسدی کے خطبہ نکاح میں چار سو مثقال کا۔ امام سہیلیؒ نے بھی اماماں سیرت ابن اسحاق وابن ہشام کی روایت کی پیروی میں بیس اونٹ مہر مقرر کرنے کی بات کہی ہے، جبکہ علامہ زرقانی نے حافظ ابو بشر دو۔

لابی کے حوالے سے لکھا ہے کہ مہر خدیجہؓ ساڑھے بارہ اوقیہ مقرر کیا گیا تھا جو پانچ سو درہم کے قریب ہوتا ہے۔ امام حلبی نے دونوں روایات جمع کر کے ان پر بحث کی ہے۔ ان کے مطابق رسول اکرم ﷺ نے حضرت خدیجہ کو مہر معجل و مؤجل دیا جو بارہ اوقیہ اور نصف اوقیہ یعنی بیس درہم پر مشتمل تھا اور ایک اوقیہ چالیس درہم کے برابر ہوتے ہیں۔[۲۴]

حضرت سودہؓ سے حضور اکرمؐ کا نکاح:

رسول اکرم ﷺ کا دوسرا نکاح حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے ہوا تھا۔ حضرت سودہ بنت زمعہ عامری رضی اللہ عنہا حبشہ کی طرف ہجرت کرنیوالے صحابی حضرت سکران بن عمرو عامریؓ کی بیوہ تھیں۔ ہجرت حبشہ کے بعد ہی ان کے شوہر کا انتقال ہو گیا تھا۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا ادھیڑ عمر خاتون تھیں جن کو اصطلاح میں ''ثیب'' کہا جاتا ہے۔ حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد رسول اکرم ﷺ بہت زیادہ غمگین، پریشان حال اور کبیدہ خاطر رہتے تھے، انکی بیشتر اولادیں، بچیاں، بنات طاہرات، چھوٹی عمر کی تھیں اور ان کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہ تھا، خانہ نبوی کا سارا انتظام خانگی سنبھالنے والا بھی کوئی نہیں تھا لہذا حضرت عثمانؓ بن مظعون کی بیوی خولہؓ بنت حکیم السلمیہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ شادی کریں گے؟

آپؐ نے فرمایا' کس سے کروں؟

انہوں نے کہا: آپ کنواری چاہیں تو وہ بھی موجود ہے' بیوہ چاہیں تو وہ بھی حاضر ہے۔

حضورؐ نے پوچھا: کنواری کون؟

انہوں نے کہا: تمام خلق میں جو شخص آپؐ کو سب سے زیادہ محبوب ہے' اس کی بیٹی یعنی عائشہؓ بنت ابی بکرؓ۔

پھر آپؐ نے پوچھا: اور بیوہ کون؟

انہوں نے عرض کیا: سودہؓ بنت زمعہ جو آپؐ پر ایمان لائیں اور جنہوں نے آپؐ کی پیروی کی۔

آپؐ نے فرمایا: دونوں جگہ جا کر بات کرو۔

(یہاں سے یہ نکتہ اخذ ہوتا ہے کہ معاشرے کی ایک عام خاتون بلا جھجک آپ ﷺ سے بات کر سکتی تھی اور آپ ﷺ نے بھی ان کی تجویز کا نہ صرف مثبت جواب دیا بلکہ بات آگے بڑھانے کی حوصلہ افزائی بھی کی۔ اس سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ معاشرے میں ایک دوسرے کے حالات و مسائل کا خیال رکھنے کا رجحان بھی موجود تھا کہ خولہ نے خود حضور ﷺ کی شادی کے بارے میں آپ ﷺ سے بات کی۔)

چنانچہ خولہ کہتی ہیں کہ پہلے میں سودہ بنت زمعہ کے پاس گئی اور ان سے بولی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے کس قدر خیر و برکت کا سامان کیا ہے۔ انہوں نے پوچھا کیا ہوا تو میں نے کہا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا ہے کہ میں تم سے آنحضرت ﷺ کا رشتہ کی بات کروں۔

حضرت سودہؓ نے کہا کہ بہتر ہے تم میرے والد کے پاس جاؤ اور ان سے اس بارے میں بات کرو۔ سودہؓ کا باپ ایک بوڑھا اور معزز آدمی تھا۔ میں اس کے پاس گئی اور جاہلیت کے زمانے کے مطابق اس کو سلام کیا۔ اس نے پوچھا کون ہے میں نے کہا، خولہ بنت حکیم۔ اس نے پوچھا کیا بات ہے تو میں نے کہا۔

"مجھے محمد ابن عبداللہ نے بھیجا ہے کہ میں سودہ سے اُن کی شادی کا پیغام دوں۔"

حضرت سودہؓ کے باپ نے کہا کہ بڑا اچھا رشتہ ہے اس کے بعد اس نے مجھ سے اپنی بیٹی یعنی حضرت سودہؓ کے بارے میں پوچھا کہ وہ کیا کہتی ہیں تو میں نے بتایا کہ ان کو یہ رشتہ پسند ہے۔ اس نے کہا کہ اس کو میرے پاس بلا لاؤ۔ چنانچہ میں سودہؓ کو بلا لائی تو اس نے بیٹی سے کہا:

"بیٹی یہ یعنی خولہ بنت حکیم کہتی ہیں کہ ان کو محمد ابن عبداللہ نے تم سے اپنا رشتہ دے کر بھیجا ہے۔ وہ ایک شریف و معزز آدمی ہیں اس لئے تمہاری کیا رائے ہے۔ کیا میں ان سے تمہارا نکاح کر دوں۔"

حضرت سودہ نے کہا ہاں مجھے منظور ہے چنانچہ حضرت عثمان بن مظعون کی بیوی حضرت خولہ کے ذریعے رسول پاک کی شادی کی بات طے ہوئی۔ ۲۵

(اس واقعے سے یہ یہ نکتہ اخذ ہوتا ہے کہ ثیبہ ہونے کے باوجود حضرت سودہ نے اپنے نکاح کا فیصلہ خود نہیں کیا بلکہ اپنے باپ کی رضامندی حاصل کی۔ یہ اصول بھی ملا کہ ادھیڑ عمر خاتون نے عقد ثانی سے گریز نہیں کیا۔)

ان تینوں اسباب نے حضرت سودہؓ جیسی معمر، تجربہ کار اور صاحب انتظام خاتون کے انتخاب اور نکاح میں بڑا کام کیا۔

حضرت سودہؓ کے رسول پاک ﷺ کے ساتھ نکاح کی دینی، قانونی، شرعی، سماجی اور تہذیبی اہمیت بھی ہے اور مکی اسلام میں ان کی خالص تشریعی اہمیت بھی۔

حضرت عائشہؓ کے ساتھ نکاح:

بعض روایاتِ سیرت میں آتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کا پیغام جب حضرت عائشہؓ کے لئے آیا تو حضرت ابوبکرؓ کو تشویش ہوئی۔ کیونکہ حضرت عائشہؓ کی نسبت مکہ مکرمہ کے ایک سردار (جو ابوطالب کے بعد رسول اکرم ﷺ کے محافظ تھے) کے فرزند جبیر بن مطعم سے طے ہو چکی تھی۔ لہذا آپ ﷺ کے پیغام کو پیغام پر محمول کر کے اسے فوراً قبول کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ مطعم بن عدی نے چونکہ اسلام قبول نہیں کیا تھا اس لیے اس نے حضرت ابوبکر کی بیٹی سے اپنے بیٹے کی شادی کرنا پسند نہ کیا اور خود یہ نسبت ختم کر دی۔ اب حضرت ابوبکر صدیقؓ کے لئے پیغامِ نبوی قبول کر لینا آسان ہو گیا اور انھوں نے اسے قبول کر لیا۔ ۲۶

بعد میں رسول اکرم ﷺ نے بھی پیغام پر پیغام دینے سے منع فرمایا اور اسے ایک اسلامی اصولِ نکاح بنا دیا۔ ۲۷

"عن عروة ان النبی ﷺ خطب عائشة الی ابی بکر، فقال له ابو بکر: انما انا اخوک، فقال له: انت اخی فی دین الله و کتابه، وهی لی

حلال"۲۸

''حضرت عروہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہؓ کے سلسلہ میں حضرت ابوبکر کو پیغام دیا۔ حضرت ابوبکر نے عرض کیا: آپ تو ہمارے بھائی ہیں، آپؐ نے فرمایا: تم میرے دینی بھائی ہو اور میرے لئے اس سے نکاح درست ہے''۔

عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے: جب ہم (مکہ سے ہجرت کر کے) مدینہ میں آئے تو ایک مہینہ تک بخار نے مجھ کو سخت تکلیف دی اور میرے بال گر گئے۔ پھر جب میرے بال (بڑھتے بڑھتے) کان کی لو تک آ گئے (انہی ایام میں ایک روز) حضرت ام رومانؓ (میری ماں) میرے پاس آئیں۔۔۔ میں اس وقت جھولے پر تھی اور میری سہیلیاں میرے پاس تھیں۔ ام رومانؓ نے مجھے آواز دی۔ میں ان کے پاس چلی گئی۔ مجھے اس کی بالکل خبر نہ تھی کہ وہ میرے ساتھ کیا کرنا چاہتی ہیں۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور مجھے دروازہ پر کھڑا کر دیا۔ میں نے گھبرا کر ھا ھا کہا اور پھر میرا سانس قائم ہو گیا (یعنی گھبراہٹ جاتی رہی) اس کے بعد میری ماں نے مجھے گھر کے اندر داخل کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ وہاں انصار کی چند عورتیں بیٹھی ہوئی ہیں۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر کہا: خدا مبارک کرے' خدا بھلا کرے۔ میری ماں نے مجھے ان کے سپرد کر دیا اور انہوں نے میرا سر دھویا اور مجھے آراستہ کیا، اور پھر ان عورتوں نے مجھے حضور ﷺ کے حوالے کر دیا اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ چھ سال کی عمر میں میرا نکاح ہوا۔ نو سال کی عمر میں خلوت ہوئی اور میری عمر اٹھارہ سال کی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا۔۲۹

نکاح عائشہ صدیقہؓ پر اعتراضات کا جواب:

چونکہ یہاں حضرت عائشہؓ کے نکاح کا ذکر آ گیا ہے' اس لئے آگے بڑھنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسی جگہ ان اعتراضات کا جواب بھی دے دیا جائے جو حضورؐ کے اس نکاح پر کئے جاتے ہیں۔ بعض زبان دراز گستاخ رسول کہتے ہیں کہ ۵۴-۵۵ سال کی عمر میں ۹ سال کی ایک لڑکی سے شادی کرنا اور ۱۸ سال کی عمر میں اسے بیوہ چھوڑ جانا' جب کہ قرآن کی رو سے اسکا نکاح ثانی

بھی کسی شخص سے نہ ہوسکتا ہو۔ کیا یہ (معاذ اللہ) ظلم نہیں ہے؟ اور کیا اتنے سن رسیدہ آدمی کے لئے اتنی کم سن لڑکی کا نکاح (معاذ اللہ) نفس پرستی کی تعریف میں نہیں آتا؟ اور کیا ۹ سال کی عمر ایسی ہوتی ہے کہ اس میں کسی لڑکی پر ازدواجی زندگی کا بار ڈال دیا جائے؟

دراصل اس قسم کے اعتراضات صرف اس صورت میں پیدا ہوتے ہیں جب کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت عائشہؓ کے نکاح کو ایک عام مرد اور ایک عام لڑکی کا نکاح سمجھ لیا جائے۔ حالانکہ حضورؐ، اللہ کے رسول تھے جن کے سپرد انسانی زندگی میں ایک ہمہ گیر انقلاب برپا کرنا اور معاشرے کو اس انقلاب کے لئے تیار کرنا تھا اور حضرت عائشہؓ ایک غیر معمولی قسم کی لڑکی تھیں جنہیں اپنی عظیم ذہنی صلاحیتوں کی بنا پر اس انقلابی معاشرے کی تعمیر میں حضورؐ کے ساتھ مل کر اتنا بڑا کام کرنا تھا جتنا دوسری تمام ازواج مطہراتؓ سمیت اس وقت کی کسی عورت نے نہیں کیا' بلکہ یہ بات بلا مبالغہ کہی جا سکتی ہے کہ دنیا کے کسی رہنما کی بیوی بھی اپنے شوہر کی دینی و علمی اور پیغمبرانہ ذمہ داریوں کی بجا آوری میں ایسی زبردست مددگار نہیں بنی جیسی حضرت عائشہؓ حضورؐ کی مددگار ثابت ہوئیں۔[۳۰]

روایت سے پتہ چلتا ہے کہ قرنِ اول میں بچیوں کے والدین کو اس بات کی فکر دامن گیر رہتی تھی کہ جب ان کی بچیاں شادی کے قابل ہو جائیں یا بیوہ ہو جائیں تو ان کی شادی کر دی جائے۔ طبقات ابن سعد میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خود حضورؐ سے کہا تھا کہ عائشہ صدیقہ سے آپ کا نکاح ہو چکا ہے۔ آپ انہیں اپنے پاس لے جائیں۔ حضورؐ نے مہر کی عدم دستیابی کا ذکر فرمایا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خود حضورؐ کو ساڑھے بارہ اوقیہ (۵۰۰ درھم) دیئے۔ حضورؐ نے یہ رقم بطور مہر ادا کر دی اور رخصتی ہو گئی۔[۳۱]

نکاح کے بعد رخصتی میں تاخیر

''مکی عہدِ نبوی میں اسلامی احکام کا ارتقاء'' کے مؤلف اس شادی کے بارے میں لکھتے ہیں:

حضرت عائشہؓ کی شادی سے ایک اور حکم واضح طور سے ملتا ہے اور بناتِ طاہرات حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثوم کی شادیوں کا اگر گہری نگاہ سے جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ

بچپن میں نکاح ہونے کے بعد ایک خاص مدت کے لئے دلہن کی رخصتی روک دی جاتی تھی۔ حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ کی رخصتی ہونے سے پہلے ہی طلاق ہوگئی یا نسبت ٹوٹ گئی تھی۔ حضرت عائشہؓ کی شادی کے باب میں احادیث وروایات کا اتفاق ہے کہ ان کی رخصتی نکاح کے تین سال بعد ہوئی تھی جب وہ نو سال کی ہوگئی تھیں اور یہ مدینہ منورہ کا واقعہ ہے کہ ہجرتِ مدینہ کے بعد حضرت عائشہؓ رسول اکرم ﷺ کے گھر آئی تھیں۔ ۳۲

نکاح ورخصتی عائشہؓ کے ضمن میں تین سال کا جو وقفہ ملتا ہے اس پر امام ابن حجر عسقلانیؒ نے مختلف علماء وفقہاء کے حوالے سے یہ حکم نکالا ہے کہ نکاح تو بچپن میں ہوسکتا ہے حتی کہ لڑکی اگر شیر خوار ہو اور گہوارے میں کھیلتی ہو تب بھی اس کے باپ کو اختیار ہے کہ وہ اس کی شادی کردے لیکن رخصتی یا زن وشو کے تعلقات اسی وقت قائم ہوں گے جب لڑکی کا جسم اس کے لئے تیار ہوجائے۔ اس کے لئے بلوغ کی بھی شرط نہیں ہے اگرچہ بعض فقہاء نے بلوغ کو شرط مانا ہے۔ ۳۳

حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ساتھ آپؐ کے نکاح میں بہت سے مسائل وامور اخذ ہوتے ہیں۔

حضرت عائشہ بنت ابی بکر صدیقؓ سے رسول اکرم ﷺ کی شادی کا معاملہ محض ایک کمسن لڑکی سے ایک معمر شخصِ مکرم ﷺ کی شادی کا معاملہ نہیں تھا بلکہ اس سے کہیں زیادہ یہ مسئلہ تھا کہ دلہن نابالغ بچی تھی اور ان کی عمر محض چھ سال کی تھی۔ امام بخاریؒ نے اسی بناپر حضرت عائشہؓ کے نکاح کی احادیث کو مختلف ابواب کے تحت بیان کیا ہے۔ کنواری لڑکیوں کے نکاح کے باب میں انہوں نے حضرت عائشہؓ کی ایک حدیث بیان کی ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت عائشہؓ کے علاوہ کسی اور کنواری سے شادی نہیں فرمائی۔

عن عائشةؓ قالت، قلت: یا رسول اللہ! ارایت لو نزلت وادیا وفیہ شجرۃ قد اکل منھا، ووجدت شجرا لم یوکل منھا، فی ایھا کنت ترتع بعیرک؟ قال: فی التی لم یرتع منھا یعنی أن رسول اللہ لم یتزوج بکراً غیرھا ۔ ۳۴

''حضرت عائشہؓ نے خدمت نبوی میں عرض کیا کہ اگر آپ کسی ایک وادی میں اتریں جس کے درخت میں سے کھایا جاچکا ہے اور وہاں ایسا درخت بھی پائیں جو نہیں کھایا گیا تو آپ

کس درخت میں اپنا اونٹ چرائیں گے۔ ارشاد فرمایا: اس میں جس میں چرایا نہیں گیا۔"
(یعنی رسول اللہ صلعم نے کنواری لڑکی سے شادی کی پسندیدگی کے باوجود حضرت عائشہؓ کے علاوہ کسی کنواری سے شادی نہیں کروائی۔)

امام بخاریؒ نے حضرت عائشہؓ کی شادی کے حوالے سے ایک اور متعلقہ مسئلہ اور اہم اسلامی حکم بیان کیا ہے۔ وہ یہ کہ ایک شخص اپنے نابالغ بچوں کی شادی کر سکتا ہے: "باب انکاح الرجل ولده الصغار"۔

"عن عائشه اَنَّ النبی تزوجها وهي بنت ست سنين وادخلت عليه وهي بنت تسع، ومكثت عندها تسعًا."[٣٥]

"حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ جب آپ ﷺ نے مجھ نکاح کیا اس وقت میری عمر چھ سال تھی، جب رخصتی ہوئی اس وقت نو سال تھی اور میں نو سال تک آپ ﷺ کے ساتھ رہی"

اس حدیثِ نبوی میں حضور اکرم ﷺ سے حضرت عائشہؓ کی شادی کے مختلف مراحل کے متعلق بیانات ہیں جن میں سے حضرت عائشہؓ کی نو سال کی عمر میں رخصتی اور نکاح نبوی بلکہ حیات نبوی میں حضرت عائشہؓ کا (نو سال تک) شریک رہنا مدنی عہد کے واقعات ہیں۔ البتہ ان کی شادی مکی دور میں ہوئی، اس وقت عمر شریف چھ سال بیان کی گئی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے شرح حدیث میں لکھا ہے کہ بلوغ سے قبل شادی کا جواز اس واقعہ سے نکلتا ہے اور اس کو تمام علماء فقہ کے ہاں تسلیم کیا گیا ہے سوائے امام ابن حزمؒ کے کہ وہ لڑکی کے بالغ ہونے کے بعد اس کی اجازت دینے کی شرط باپ کے لئے لگاتے ہیں اور حضرت عائشہؓ سے رسول اکرم ﷺ کی شادی کو آپ ﷺ کے ان خصائص میں شمار کرتے ہیں جن میں امت شریک نہیں ہے۔[٣٦]

امام بخاری نے نکاح حضرت عائشہؓ کے اسی مذکورہ بالا متن کو دوسرے الفاظ میں بیان کر کے ایک اور مسئلہ و حکم نکالا ہے اور وہ یہ ہے کہ باپ اپنی بیٹی کی شادی امام وقت سے کر سکتا ہے: "باب تزویج لاب ابنته من الامام"۔[٣٧]

حافظ ابن حجرؒ نے امام بخاریؒ کے ترجمۃ الباب کی شرح میں لکھا ہے کہ اس میں اس امر کا

اشارہ ہے کہ ولی خاص کو ولی عام پر فوقیت حاصل ہے اگرچہ بعض مالکی علماء کو اس سے اختلاف ہے:
''فی الترجمة اشارة الی ان الولی الخاص یقدم علی الولی العام، وقد اختلف فیه عن المالکیة'' ۳۸؎

بعض اوقات ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ آخر رسول اکرم ﷺ نے پچاس سال کی عمر شریف میں ایک چھ سال کی بچی سے شادی کیوں کی اور اس کی ضرورت کیا تھی؟ اس سوال کے جواب میں بعض محققین کرام نے حضرت عائشہؓ کی عمر نکاح میں تحقیق کی رو سے اضافہ فرما کر ثابت کیا کہ وہ بوقت نکاح بالغ تھیں اور تحقیق پر مبنی دلائل کے انبار لگا دیئے ہیں۔ حالانکہ ان کے تمام دلائل و تحقیقات کے بارے میں سید سلیمان ندوی نے ثابت کیا ہے کہ یہ دلائل دور از کار ہیں اور ان سے ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت عائشہ کی عمر رخصتی کے وقت نو سال نہیں تھی۔ ۳۹؎

حضرت عائشہؓ کے نکاح کے مختلف اسباب و محرکات کا ذکر جو احادیث میں بیان ہوا ہے، ان میں سب سے اہم ترین سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ عربوں میں ایک جاہلی تصور یہ بھی پیدا ہو گیا تھا کہ دوست اور دینی بھائی کی اولاد بالخصوص بیٹیاں سگی اولاد کی مانند ہوتی ہیں اس لئے یہ بھی محرمات ہیں، اور ان سے شادی و نکاح کو ناجائز قرار دیتے۔

رسول اکرم ﷺ کی حضرت عائشہؓ سے شادی دراصل آپ کی مرضی سے نہیں بلکہ اذن الٰہی کی بنا پر تھی۔ رسول اکرم ﷺ کی حدیث صحیح کے مطابق رویاء صادقہ میں حضرت عائشہؓ کو دوبار آپ ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا اور بشارت دی گئی کہ وہ آپ ﷺ کی بیوی ہیں۔ اس بشارت میں حکم الٰہی موجود تھا۔ اسی بنا پر رسول اکرم ﷺ نے خواب میں دو دو بار دیکھنے کے بعد فرمایا تھا کہ اگر یہ اللہ کی طرف سے امر و اذن ہے تو وہی اس کو بار آور کرے گا اور اسے سچا واقعہ بنائے گا۔ (باب دوم میں اس کی تفصیل بیان کر دی گئی ہے)

اللہ کے فیصلوں کے بارے میں سورت الاحزاب کی آیت نمبر ۳۸ میں ارشاد ہے کہ اللہ کے فیصلے زیر عمل آ کر رہتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ سے رسول اکرم ﷺ کے نکاح کرنے کے واقعہ میں بہت سے شرعی احکام

موجود ہیں۔ اس وقت اسلام تکمیلی مرحلے کی طرف بڑھ رہا تھا، عہد جاہلیت کی رسوم کو بھی ختم کرنا تھا اور نکاح کی تمام جائز صورتوں کا تعین حضور ﷺ نے اپنے اسوۂ حسنہ کی عملی مثال کے ساتھ کرنا تھا۔

حضرت حفصہؓ سے حضورؐ کا نکاح

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ کی صاحبزادی حضرت حفصہ بیوہ ہو گئیں۔ ان کے شوہر حضرت خنیس بن حذافہ سہمی، جو اصحاب رسول صلعم میں سے تھے، ان کا مدینہ میں انتقال ہو گیا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں عثمان بن عفانؓ کے پاس آیا اور حفصہ سے شادی کے لئے پیشکش کی، انھوں نے کہا: میں سوچ کر بتاؤں گا، چند دنوں بعد ملاقات ہوئی تو کہا: میری رائے نفی میں ہے۔ حضرت عمر کہتے ہیں: پھر میں نے حضرت ابوبکر صدیق سے ملاقات کی اور کہا: اگر آپ چاہیں تو میں اپنی بیٹی حفصہ کو آپ کی زوجیت میں دے دوں۔ ابوبکرؓ خاموش رہے، کچھ جواب نہیں دیا، مجھے ان پر عثمان بن عفان کے مقابلے میں زیادہ غصہ آیا، چند ایام گذرے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہؓ کے لئے پیغام دیا اور میں نے حفصہؓ کو آپ کی زوجیت میں دے دیا، اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے ملاقات کی اور کہا: آپ نے حفصہ کے لئے مجھے پیشکش کی تھی اور میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا تو آپ مجھ سے ناراض ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے کہا: ہاں، حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا ہے: میں رسول اللہ ﷺ کا راز افشاء نہیں کر سکتا تھا، اگر آپ کا ارادہ نہ ہوتا تو میں قبول کر لیتا۔[1]

(لڑکی کا والد، براہ راست لڑکے سے اپنی بیٹی کی شادی کی پیش کش کو برا نہیں سمجھتا تھا)

حضرت ام سلمہؓ سے حضورؐ کا نکاح:

ام سلمہ کی شادی آپؐ سے قبل ابوسلمہ سے تھی۔ ان کی وفات کے بعد ایک وقت گزر گیا۔ وہ خود بیان کرتی ہیں کہ ایک روز حضور ﷺ میرے گھر تشریف لائے اور میرے بیٹے سے میرے ساتھ نکاح کا ذکر فرمایا۔ میں نے سوچا کہ یا تو میں آپ کی پیش کش ٹھکرا دوں یا اپنے بچوں کے ساتھ حضورؐ کے پاس منتقل ہو جاؤں۔ تین روز تک ایسا ہی ہوا۔ تیسرے دن میں نے اپنے ولی سے کہا کہ میرا نکاح

رسول اللہ صلعم سے کروادیں۔[141]

طبقات ابن سعد میں ایک اور روایت ام سلمہ سے اس سلسلے میں یہ بیان ہوئی ہے کہ ابو سلمہ کی وفات کے بعد میرے لئے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے ذریعہ رسول اللہ صلعم کا پیغام نکاح آیا۔ میں نے کہا کہ رسول اللہ صلعم کے لئے اور آپ کے پیامبر کے لئے مرحبا ہو، لیکن تین باتوں کی وجہ سے میں نکاح نہیں کرنا چاہتی۔ پہلی یہ کہ میں ایک غیرت مند عورت ہوں سوتنوں کو برداشت نہ کرسکوں گی۔ دوسری یہ کہ میں بچوں والی ہوں۔ (گویا ان کی کفالت کون کرے گا) تیسری بات یہ کہ اس وقت میرا ولی میرے پاس کوئی نہیں ہے۔ آپؐ نے جواب کہلا بھیجا کہ جہاں تک بچوں کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ تمھارے بچوں کی کفالت کے لئے کافی ہوگا۔ جہاں تک تمہارے غیور ہونے کا تعلق ہے کہ تم سوتنوں کو برداشت نہ کرسکو گی۔ تو میں اس کے لئے تمہارے لئے دعا کروں گا کہ اللہ تعالیٰ یہ حجاب دور کردے۔ جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ اس وقت تمہارا کوئی ولی نہیں ہے، تو میں سمجھتا ہوں کہ تمھارے اولیاء میں سے کوئی بھی اس کی مخالفت نہیں کرے گا خواہ وہ موجود ہو یا غیر موجود ہوں۔ پھر میں نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اٹھو اور میرا نکاح نبی کریمؐ سے کرواؤ۔ آپ کا نکاح شوال میں ہوا۔

(حضور ﷺ کا حضرت ام سلمہؓ سے یہ مکالمہ درحقیقت رشتہ مانگنے اور رشتہ طے کرنے کے آداب کی نشان دہی کررہا ہے۔ پہلے خاوند کی اولاد کی ذمہ داریوں کا احساس ام سلمہؓ کو بھی تھا اور رسول پاک ﷺ نے ان کی اولاد کی کفالت کی ذمہ داری اپنے اوپر لے کر دور حاضر کے بہت بڑے مسئلہ کے حل کی جانب اپنا اسوۂ پیش کیا۔)

اس سلسلے میں طبقات ابن سعد میں بھی تیسری روایت ہے کہ جب ابو سلمہ کے فوت ہونے کے بعد میری عدت ختم ہوگئی تو حضور اکرمؐ میرے پاس تشریف لائے۔ آپؐ نے پردے کے پیچھے سے میرے ساتھ بات کی اور مجھ سے نکاح کی خواہش کا اظہار کیا۔ میں نے کہا کہ آپ کو میری کیا ضرورت ہے۔ آپ سے نکاح میرے لئے سعادت ہے۔ مجھے آپ کی چاہت ہے لیکن میں ایک معمر عورت ہوں۔ یتیم بچوں کی ماں ہوں۔ میں بڑی غیور ہوں۔ آپ کے پاس اور بیویاں بھی ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ دوسری بیویوں کی موجودگی میں شادی کے حوالے سے تمہارے

حجاب کو اللہ دور کر دے گا۔ اگر تم عمر رسیدہ ہو تو میں تم سے زیادہ بڑا ہوں۔ یتیم بچے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی کفالت میں رہیں گے۔ اس کے بعد میں نے رضامندی کا اظہار کر دیا۔[۲۲]

حضور ﷺ کا خود تشریف لے جانا اور ام سلمہؓ کی تمام باتوں کا حل بیان کرنا اس بات کی نشان دہی کرتا ہے کہ ایسا کرنے کا حکم اللہ کی طرف سے تھا۔ آپ کی ازواج کا انتخاب بھی اللہ کی طرف سے تھا۔ حضرت عائشہؓ سے نکاح سے متعلق جبرئیل کا بتانا کہ وہ حضور ﷺ کی زوجہ ہیں، حضرت حفصہؓ کے بارے میں جبریلؑ کا کہنا کہ وہ آخرت میں بھی آپ کی زوجہ ہوں گی۔ ام حبیبہؓ سے نکاح سے پہلے کے واقعات اسی بات کی توثیق کرتے ہیں، حضرت زینبؓ کے بارے میں بھی جبریلؑ نے بتایا تھا کہ حضور ﷺ سے ان کا نکاح آسمان پر اللہ نے پڑھا دیا ہے۔

حضرت اُمِ حبیبہؓ سے حضور اکرمؐ کا نکاح:

حضور اکرمؐ سے پہلے ان کی شادی عبید اللہ سے ہوئی تھی۔ وہ مرتد ہو کر مرا۔ ام حبیبہ اس وقت حبشہ میں تھیں۔ ام حبیبہؓ نے آپؐ سے شادی سے پہلے خواب دیکھا تھا کہ ایک آنے والا شخص انہیں ام المومنین کہہ رہا ہے۔ جب ان کی عدت پوری ہوئی تو نجاشی نے اپنا قاصد ان کے پاس بھیجا۔ یہ اس کی ملازمہ ابرہہ تھی۔ اس نے ام حبیبہؓ سے کہا کہ رسول اللہ نے نجاشی کو لکھ بھیجا ہے کہ ان کا نکاح آپ سے کر دیا جائے، اللہ نے آپ کو خیر کی بشارت دی ہے، اور بادشاہ نے کہلا بھیجا ہے کہ آپ اپنا کوئی وکیل مقرر کر دیں۔ ام حبیبہؓ نے خالد بن سعید بن العاص کو اپنا وکیل مقرر کر دیا۔ ام حبیبہؓ نے اس شادی کی خوشی میں ابرہہ کو چاندی کے دو کنگن دو جھانجن جو آپ کے پیروں میں تھے اور پیروں کی انگلیوں میں جتنی انگوٹھیاں تھیں سب دے دیں۔ نکاح کے موقع پر پہلے نجاشی نے خطبہ پڑھا۔ پھر خالد بن سعید نے خطبہ پڑھا۔ جب نکاح کے بعد لوگوں نے اُٹھنے کا ارادہ کیا تو نجاشی بولا ابھی آپ لوگ تشریف رکھیں کیونکہ انبیاء کی یہ ایک قدیم سنت ہے کہ نکاح کے موقع پر لوگوں کو دعوت دی جائے چنانچہ اُس نے کھانا منگوا کر لوگوں کے سامنے چنوا دیا پھر لوگوں نے کھانا کھایا اور فارغ ہو کر چلے گئے۔[۲۳]

حضرت زینب بنت جحشؓ کے ساتھ حضور اکرم صلعم کا نکاح:

حضرت زینب بنت جحش کے ساتھ آپ ﷺ کے نکاح کے نتیجے میں عرب میں پائی جانے والی ایک بہت بڑی غلط رسم کا خاتمہ ہوا۔ حضرت زید بن حارثؓ حضور ﷺ کے منہ بولے بیٹے اور ایک آزاد شدہ غلام تھے۔ عربوں میں آزاد شدہ غلام کبھی بھی ایک عام آزاد شخص کے برابر معاشرتی حیثیت حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ حضور ﷺ نے اس غلط فہمی کے ازالہ کیلئے کہ ایک آزاد کردہ غلام ایک آزاد شخص کے برابر نہیں ہوتا، حضرت زیدؓ کی شادی حضرت زینبؓ (جو کے حضور ﷺ کی قریبی رشتہ دار تھیں) کے ساتھ کر دی۔ معاشرتی اور ذہنی تفاوت کی وجہ سے ان کا نباہ نہ ہو سکا۔ اس نکاح کا ذکر سورۃ الاحزاب کی آیات ۳۵ تا ۳۸ میں موجود ہے۔ حضرت زیدؓ کے بار بار شکایت کرنے کے باوجود حضورؐ نے انہیں طلاق نہ دینے کا حکم دیا۔ لیکن پھر طلاق دینے کی اجازت دے دی گئی اور جب عدت ختم ہو گئی تو حضورؐ پر وحی نازل ہوئی کہ زینبؓ کے ساتھ آسمانوں پر آپ کا نکاح پڑھا دیا گیا ہے۔ یہ خوش خبری حضرت زینب تک پہنچی تو وہ بھی خوش ہوئیں۔ وہ عمر بھر اس بات کو اپنے لئے باعث امتیاز سمجھتی رہیں کہ ان کا نکاح آسمانوں پر پڑھا گیا۔[۴۴]

حضرت زید ابن حارثؓ کا حضرت زینبؓ کے ساتھ نباہ نہ ہونا، شادی میں کفو کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔ اس واقعے سے یہ اصول بھی ملا کہ اگر نباہ نہ ہو سکے تو طلاق دے دینی چاہیے۔ حضور ﷺ کے حضرت زینبؓ کے ساتھ نکاح کے ذریعے اللہ تعالی عربوں کی قدیم روایت کہ منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا ہوتا ہے اور اس پر حقیقی بیٹے کے تمام حقوق کا اطلاق ہوتا ہے، کو ختم کرنا چاہتے تھے۔ عربوں کے خیال کے مطابق حضرت زینب حضور ﷺ کی بہو تھیں اور بیٹے کی چھوڑی ہوئی عورت سے سسر کبھی بھی شادی نہیں کر سکتا تھا۔ یہ رسم چونکہ عربوں کے رگ و ریشے میں بسی ہوئی تھی اور آسانی سے اس کا خاتمہ شائد مشکل ہوتا اسلئے اللہ نے آپ ﷺ کے ذاتی عمل سے اس کا خاتمہ کروایا۔

حضرت زینب بنت خزیمہؓ سے آپ ﷺ کا نکاح

آپ پہلے طفیل بن حارث بن مطلب بن عبد مناف کے نکاح میں تھیں۔ اس نے انہیں

طلاق دے دی پھر عبیدہ بن حارث سے نکاح ہوا۔ جنگ بدر میں ان کے شہید ہونے کے بعد حضورؐ نے انہیں نکاح کا پیغام دیا۔ انہوں نے حضورؐ کو اس سلسلے میں اختیار دے دیا۔ آخر کار ہجرت کے ۳۱ ویں مہینے رمضان میں آپ کا نکاح حضورؐ سے ہوا۔ آپ کا مہر پانسو درہم مقرر ہوا۔ نکاح کے بعد آپ صرف آٹھ ماہ زندہ رہیں۔ ۴۵

حضرت جویریہؓ سے آپ ﷺ کا نکاح

آپ کو بنو مصطلق کے واقعہ میں گرفتار کیا گیا۔ ان کے والد کا نام حارث تھا جو قبیلہ کا سردار تھا۔ جویریہ ثابت بن قیس انصاری کے حصہ میں آئیں۔ انہوں نے ۳۶۰ درہم (۹ اوقیہ) ادا کرنے پر انہیں آزاد کر دینے کی پیش کش کی۔ جویریہ نے رسول اللہ صلعم سے درخواست کی کہ ان کی آزادی کے لئے رقم نہیں ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں اس سے ایک بہتر تجویز نہ دوں؟ اور وہ یہ ہے کہ میں تمہاری آزادی کے لئے مطلوبہ رقم ادا کر دیتا ہوں اور تمہیں آزاد کر کے تم سے نکاح کر لیتا ہوں۔ انہوں نے اسے منظور کر لیا۔ اس طرح حضرت جویریہؓ کو آزاد کر کے رسول اللہ صلعم نے ان سے شادی کر لی۔

اس نکاح کا مثبت اثر یہ ہوا کہ صحابہ کرامؓ نے بنو مصطلق کے تمام قیدیوں کو آزاد کر دیا کہ حضورؐ کے سسرالی لوگوں کو قیدی بنا کر رکھنا انہوں نے پسند نہ کیا اس طرح سو خاندان آزاد کر دیئے گئے اور ہر غلام کی آزادی ان کا مہر قرار پائی۔ ۴۶

اس سے نبی پاک ﷺ کی دانائی اور دور رس نگاہ کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ایک طرف تو حضرت جویریہ کو جنگی قیدی بننے سے جو ذہنی دھچکا لگا اس کی تلافی آپ ﷺ نے ان کی رہائی کی قیمت خود ادا کر کے کی اور پھر ان سے خود نکاح کر کہ ان کی معاشرتی حیثیت کو اور بہتر مقام دے دیا۔

حضرت ریحانہؓ سے آپ ﷺ کا نکاح

آپ کے بارے میں طبقات الکبریٰ میں ابن سعد نے ایک روایت کی رُو سے لکھا ہے کہ وہ بنو قریظہ سے تھیں اور دوسری روایت کی رُو سے وہ بنو نضیر سے تھیں۔

اسی طرح اس سلسلے میں بھی دونوں طرح کی روایات بیان کی ہیں کہ آیا وہ مسلمان ہو گئیں اور آپؐ نے انہیں آزاد کر کے ان سے نکاح کیا اور آزاد عورت کی حیثیت سے ان سے مکمل پردہ

کروایا۔ (اس سے ثابت ہوا کہ وہ آزاد تھیں تبھی مکمل پردہ کروایا گیا) یا وہ غیر مسلم ہی رہیں اور حضورؐ کے پاس لونڈی کی حیثیت سے رہیں ابن سعد نے ان روایات میں سے کسی ایک کو ترجیح نہیں دی ہے۔ ۷۷

حضرت میمونہؓ سے نکاح:

دور جاہلیت میں آپ سے مسعود بن عمرو بن عمیر ثقفی نے نکاح کیا تھا۔ اس نے طلاق دے دی تو ایک اور جگہ نکاح کیا لیکن آخر میں حضورؐ سے نکاح ہوا۔ یہ نکاح حضرت عباس بن عبدالمطلب نے پڑھایا تھا۔ آپؐ نے حضرت میمونہ سے نکاح مقام سرف میں عمرة القضاء کے موقع پر ۷ھ میں کیا۔ آپ رسول اللہ صلعم کی آخری بیوی ہیں۔ انہیں نکاح کا پیغام رسول اللہ صلعم نے دیا۔ آپؐ کی طرف سے اوس بن خولی اور ابو رافع نمائندہ بن کر حضرت عباس کے پاس گئے تو انہوں نے حضرت میمونہؓ کا نکاح حضور اکرمؐ سے کر دیا۔ ابن سعد نے یہ بھی لکھا ہے کہ نکاح کا پیغام براہِ راست حضرت عباس کو دیا تھا اور حضرت میمونہؓ نے رسول اللہ صلعم کو اختیار دے دیا۔ ۷۸

فصل سوم

دیگر صحابہ کرام کی شادیاں

حضرت عثمانؓ و حضرت رقیہؓ کی شادی

صحیح روایات کے مطابق رسولِ اکرم ﷺ نے اپنی دوسری دخترِ بلند اختر حضرت رقیہؓ کی شادی حضرت عثمانؓ سے کی تھی۔ یہ ہاشمی اور اموی خاندان کی پہلی شادی نہیں تھی، عہد جاہلی میں ایسی متعدد شادیاں ہو چکی تھیں۔ تاہم آغاز اسلام کے بعد مکہ میں یہ اولین شادی تھی۔ نکاح کے بعد حضرت عثمانؓ نے حضرت رقیہ کے ساتھ حبش ہجرت کی۔ آپؐ نے فرمایا حضرت ابراہیمؑ اور حضرت لوطؑ کے بعد عثمان پہلے شخص ہیں جنہوں نے بیوی کیساتھ ہجرت کی۔ ۷۹

حضرت عثمانؓ اور اُم کلثومؓ کی شادی:

حضرت ام کلثومؓ حضرت عثمانؓ سے پہلے ابولہب کے بیٹے عتبہ کے نکاح میں تھیں۔ جب یہ

آیت تبت یدا ابی لھب وتب نازل ہوئی تو ابولہب نے اپنے بیٹے سے ان کو طلاق دلوادی۔ تب ابھی ان کی رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ جب حضرت رقیہؓ کا ۲ھ میں انتقال ہوا تو حضرت عثمانؓ نے ام کلثوم کے ساتھ نکاح کیا۔[۵۰]

نکاح حضرت فاطمۃ الزہراءؓ:

۳ھ ہجری ماہِ رمضان میں فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے ساتھ ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ ماہ رجب میں نکاح ہوا بعض کہتے ہیں کہ ماہ صفر میں اور بعض کہتے ہیں کہ غزوہ اُحد کے بعد ہوا جیسا کہ جامع الاصول میں ہے۔ بوقت نکاح سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی عمر شریف سولہ سال اور بعض کے نزدیک اٹھارہ سال تھی۔ اور حضرت علی مرتضیٰ کی عمر مبارک اس وقت اکیس سال پانچ ماہ تھی۔

جب رسول پاکؐ کے سامنے حضرت علیؓ کا رشتہ حضرت فاطمہؓ کے لئے پیش کیا گیا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اس وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا اس وقت حضورؐ پر وہ کیفیت طاری ہوئی جو نزولِ وحی کے وقت طاری ہوتی ہے اور حضورؐ اس پر مستغرق ہو گئے۔ اس کے بعد جب وہ کیفیت دور ہوئی اور حضورؐ اپنے حال میں آئے تو فرمایا 'اے انسؓ: رب العرش کے پاس سے میرے حضور جبریل علیہ السلام آئے اور کہا کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ فاطمہؓ کا نکاح، علی مرتضیٰؓ کے ساتھ کردو۔ اے انسؓ جاؤ اور حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ وطلحہؓ وزبیرؓ اور جماعت انصار کو بلا لاؤ۔ جب یہ سب حاضر ہو گئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلیغ خطبہ پڑھا پھر فرمایا اس پر رب العزت کی حمد وثنا ہے اور نکاح کی ترغیب دی، اس کے بعد فاطمہؓ کا نکاح، حضرت علی مرتضیٰ کے ساتھ چار سو مثقال چاندی پر مہر عقد باندھا اور خطبہ نکاح پڑھا:

خطبۂ نکاح حضرت علی کرم اللہ وجہ

الحمد للہ المحمود بنعمة المعبود بقدرته المطاع لسلطانه المرھوب من

عذابه وسطوته النافذ امره فی سمائه و ارضه الذی خلق الخلق بقدرته ومیرهم باحکمه واعزهم بدینه واکرمهم بنبیه محمد صلی اللہ علیه وسلم ان اللہ تبارک اسمه وتعالت عظمته جعل المصاهرة سببا لا حقا و امرا مفترضا او شج به الارحام ۷۷وو و الزم به الانام فقال غر من قائیل و هوالذی خلق من الماء بشر افجعله نسبا و صهر اوکان ربک قدیر افامر اللہ تعالیٰ یجری الی قضائه یجری قضائه الی قدره ولکل قضاء قدر ولکل قدر اجل ولکل اجل کتاب یمحو اللہ ما یشاء و یثبت وعنده ام الکتاب ثم ان اللہ امرنی ان ازوج فاطمہؓ من علیؓ بن ابی طالب فاشهدوا انی قدزوجة علی اربعمائة مثقال فضة ان رضی بذلک علی.

سب تعریف اللہ کے واسطے ہے وہ اللہ تعالیٰ جو اپنی نعمتوں کے سبب تعریف کیا گیا ہے اس کی ان نعمتوں کا احاطہ کوئی نہیں کرسکتا اور وہ اپنی قدرت کے سبب معبود ہے اس لیے کہ اس کی عبادت پر کسی کو قدرت نہیں ہے مگر اس کے اقدار سے، اللہ نے اپنے غلبے کی وجہ سے حکم دیا ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے وہ اللہ تعالیٰ کہ جس کے عذاب اور سطوت سے خوف کیا جاتا ہے اور وہ تمام آسمانوں اور زمینوں میں اپنا حکم نافذ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے اپنی قدرت سے مخلوق کو پیدا کیا ہے کل مومنوں اور کافروں اور جن وانس کو اپنے احکام کے ساتھ ممیز کیا ہے اور ان کو اپنے دین کے ساتھ معزز کیا ہے اور مخلوق کو اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبب مکرم کیا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا قول وما ارسلناک الا رحمة للعالمین دلیل ہے تحقیق اللہ تعالیٰ نے کہ اس کا نام مبارک ہے اور اس کی عظمت برتر ہے، نکاح کو دو خاندانوں کے آپس میں ملنے کا سبب بنایا ہے اور نکاح کو ایسا امر ثابت کیا ہے کہ جس کے سبب ارحام کو ملا دیا ہے اور اس کے ساتھ مخلوق کو لازم کیا ہے۔ وہ کہنے والا بڑا بزرگ ہے اس نے یہ کہا ہے وهو الذی خلق من الماء بشر افجعلہ نسبا و صهرا و کان ربک قدیر پس اللہ تعالیٰ کا امر اس کی قضا فیصلے

کی طرف جاری ہوتا ہے اور اس کی قضا اس کی قدر کی طرف جاری ہوتی ہے اور ہر ایک قضا کے واسطے ایک قدر ہے اور ہر ایک قدر کے واسطے ایک وقت معین ہے اور ہر ایک وقت معین کے واسطے ایک حکم لکھا ہوا ہے جس میں اس کی حد ہے جس شے کو چاہتا ہے اللہ تعالیٰ محو کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے قدیم وثابت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ کے پاس ام الکتاب ہے۔

خطبے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک طبق کھجور کا منگایا پھر فرمایا کھجوریں لوٹو ہم لوگوں نے کھجوریں لوٹیں اس بنا پر فقہا کی ایک جماعت کہتی ہے کہ شکر و بادام وغیرہ کا بکھیر کر لٹانا عقد نکاح کی ضیافت میں مستحب ہے۔ اتنے میں حضرت علیؓ داخل ہوئے نبی ﷺ نے ان کا منہ دیکھ کر تبسم فرمایا پھر آپ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے مجھے یہ کہا ہے کہ میں فاطمہ کا نکاح تمہارے ساتھ چار سو مثقال چاندی کے عوض کر دوں کیا تم اس کے ساتھ راضی ہوئے حضرت علیؓ نے کہا بیشک میں اس کے ساتھ راضی ہو گیا یا رسول اللہ۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جمع اللہ شملکما واعز جدکما وبارک علیکما واخرج منکما کثیرا طیباO

ابن حبان نے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے کہ جب حضورؐ نے حضرت علی کا نکاح سیدہ فاطمہ سے کر دیا تو حضورؐ اپنے کاشانۂ اقدس میں تشریف لے گئے اور سیدہ فاطمہ سے فرمایا تھوڑا سا پانی لاؤ پھر سیدہ فاطمہ نے لکڑی کا پیالہ لیا اور اس میں پانی بھرا۔ اور حضورؐ نے ان سے پانی لے کر اپنا لعاب دہن مبارک اس میں ڈالا اور سیدہ فاطمہ سے فرمایا اے خدا میں ان کو اور ان کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتا ہوں شیطان رجیم سے۔ اس کے بعد فرمایا اے فاطمہ! میری طرف پشت کرو۔ پھر حضورؐ نے ان کے شانوں کے درمیان پانی کے چھینٹے دیئے اور فرمایا اے خدا میں ان کو اور ان کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتا ہوں شیطان رجیم سے۔ پھر فرمایا پانی اور لاؤ۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں سمجھ گیا تھا کہ اب حضورؐ کیا کریں گے۔ تو میں کھڑا ہوا اور پانی بھر کر لایا۔ حضورؐ نے اس پانی کو لیا اور اس میں لعاب دہن مبارک ڈالا اور مجھ سے فرمایا میرے سامنے آؤ میں حضورؐ کے آگے کھڑا ہو گیا۔ حضورؐ نے پانی کے چھینٹے میرے سر اور میرے چہرے پر دیئے۔ اور فرمایا ''اللھم انی اعیذبک و ذریتہ من الشیطان الرجیم'' اے خدا میں ان اور ان کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتا ہوں شیطان رجیم سے۔ اس کے بعد فرمایا ''بسم

اللہ والبرکۃ" کہہ کراپنی زوجہ کے پاس جاؤ۔ ۵۲

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکاح کے روز سیدہ فاطمہ کو بعد نماز عشاء حضرت علی کے گھر لائے پھر پانی کا پیالہ اٹھا کر اس میں اپنا لعاب دہن شریف ڈال کر معوذتین اور دعا پڑھی۔ اور حضرت علی سے فرمایا کہ اس پانی کو پی جاؤ۔ اس کے بعد حضورؐ نے وضو کیا اور سیدہ فاطمہ سے فرمایا اس پانی کو پی جاؤ۔ اس کے بعد حضورؐ نے پھر وضو کیا اور فرمایا "اے خدا یہ دونوں جانیں مجھ سے ہیں اور میں ان کا ہوں۔ اے رب جس طرح تو نے مجھ سے پلیدی کو دور کر کے پاک بنایا ہے اسی طرح ان دونوں کو پاک بنا"۔ اس کے بعد دونوں سے فرمایا۔ "جاؤ اپنی خواب گاہ میں۔ اور فرمایا" اے خدا ان کے درمیان محبت و الفت شامل فرما اور ان میں اور ان کی اولاد میں برکت دے۔ اور ان سے پریشانی کو دور فرما۔ ان کے نصیبہ کو نیک گردان! ان پر برکت نازل فرما اور ان سے بکثرت پاک اولاد پیدا فرما"۔ ۵۳

حضرت اُم سلیمؓ کا پیغام نکاح:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہؓ نے حضرت ام سلیمؓ کو پیغام دیا، تو انھوں نے کہا: بخدا آپ جیسے شخص سے انکار نہیں کیا جا سکتا، لیکن آپ کافر ہیں اور میں مسلمان ہوں۔ آپ کے ساتھ میرا نکاح جائز ہی نہیں ہے اگر آپ اسلام قبول کر لیں تو وہی میرا مہر ہوگا، دوسری کوئی چیز نہیں طلب کروں گی۔ انھوں نے اسلام قبول کر لیا اور یہی حضرت ام سلیم کا مہر قرار پایا۔ ۵۴

عورت کا اپنے آپ کو نکاح کے لئے پیش کرنا:

حضرت سہل بن سعد الساعدی سے روایت ہے کہ ایک خاتون رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور اپنے آپ کو رسول اللہ صلعم کے نکاح کے لیے پیش کیا لیکن آپؐ نے توجہ نہ دی۔ اس پر صحابہ کرامؓ میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر آپ کو ضرورت نہ ہو تو مجھ سے اس کی شادی کر دیجئے۔۔۔۔۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جاؤ، تمہارے پاس جو قرآن ہے، اس کے عوض میں نے تمہاری ملکیت میں اسے دے دیا۔ ۵۵

اس مضمون کی ایک اور روایت یوں بھی ہے۔

حضرت ثابت بنانی سے مروی ہے فرماتے ہیں: میں حضرت انس کے پاس تھا، ان کی بیٹی بھی وہاں بیٹھی تھی۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ ایک خاتون رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور اپنے آپ کو رسول اللہؐ کے لئے پیش کرتے ہوئے بولی: یا رسول اللہ! کیا آپؐ کو میری ضرورت ہے؟ ایک روایت میں ہے انھوں نے کہا: یا رسول اللہؐ! میں اپنی ذات کو آپؐ کے لئے ہدیہ کرنے آئی ہوں) حضرت انس کی بیٹی بولی: توبہ، توبہ کتنی بے شرم ہے۔ حضرت انس نے کہا: وہ تم سے بہتر ہے، حضور ﷺ کی ذات میں رغبت محسوس کی تو پیشکش کردی۔ ۵٦

فاسق شخص سے بیٹی کی شادی نہ کی جائے

امام غزالیؒ نے صحیح ابن حبان کے حوالے سے مذاق العارفین کے صفحہ ۴۹ پر ایک فرمانِ نبوی نقل کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا جس شخص نے اپنی بیٹی کو فاسق شخص سے بیاہ دیا اس نے اس کی قرابت کو قطع کر دیا۔ اس حدیث کی تشریح حضرت حسن بصری کے اس قول سے ہوتی ہے کہ ایک شخص نے حسن بصری سے پوچھا کہ چند لوگوں نے میری لڑکی کے لئے پیغام دیا ہے ان میں سے میں کس سے اس کی نسبت کروں؟ فرمایا کہ جس میں اللہ کا خوف یعنی تقویٰ موجود ہے اس سے نسبت کردو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر وہ تیری بیٹی کو چاہے گا تو وہ اس کی خاطر داری کرے گا اور اگر اسے ناپسند کرے گا تو کم از کم اُس پر ظلم نہ کرے گا۔ امام غزالیؒ لکھتے ہیں کہ اوصاف ظاہری بھی ہوتے ہیں (یعنی شکل وصورت) اور باطنی (یعنی اخلاق) بھی۔ ظاہری شکل وصورت تو دیکھنے سے معلوم ہو جاتی ہے اگر باطنی اوصاف معلوم کرنے ہوں تو یہ کسی اور شخص سے معلوم کئے جا سکتے ہیں اس سلسلے میں ایسے شخص سے اطلاع حاصل کرنی چاہئے جو نہ تو عورت کا طرف دار ہو اور نہ ہی ایسا ہو جو اس خاندان سے کوئی بغض رکھتا ہو۔

اپنے کسی رفیق کے لئے سردار قوم کا پیغام نکاح

حضرت فاطمہ بنت قیس فرماتی ہیں ۔۔۔ جب میری عدت پوری ہوگئی تو صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے مجھے پیغام دیا اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے آزاد کردہ غلام حضرت اسامہ بن زید کے لئے مجھے پیغام دیا۔ میں اس سے قبل رسول اللہ ﷺ کا ارشاد سن چکی تھی

کہ جسے مجھ سے محبت ہو وہ اسامہ سے بھی محبت کرے، جب رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے گفتگو فرمائی تو میں نے کہا: میرا معاملہ آپ کے ہاتھ میں ہے آپ جس سے چاہیں میرا نکاح فرمادیں۔ 57

صالح شخص کو شادی کے لیے منتخب کرنا

اس موضوع پر امام بخاری نے باب قائم کیا ہے اس کا عنوان ہے: عرض الانسان ابنته او اخته علی اهل الخیر۔

حضرت عبداللہ بن ابو وادعہ سے منقول ہے۔ کہتے ہیں کہ میں حضرت سعید بن المسیب رحمت اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر رہا کرتا تھا۔ اتفاق سے میں کچھ روز حاضر خدمت نہ ہو سکا۔ آپ نے میری غیر حاضری کے بارے میں لوگوں سے سوال کیا۔ جب میں حاضر خدمت ہوا تو آپ نے پوچھا' تم کہاں تھے؟ میں نے عرض کیا میری اہلیہ کا انتقال ہو گیا تھا' میں اس کی تجہیز و تکفین میں لگا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا' تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا' میں بھی شریک ہو جاتا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر میں نے اٹھنا چاہا۔ آپ نے فرمایا:

پھر تم نے کوئی اور لڑکی دیکھی؟ میں نے عرض کیا اللہ آپ کا بھلا کرے۔ بھلا مجھ سے کون نکاح کرائے گا۔ میرے پاس شاید دو یا تین درہم ہوں گے۔۔۔ آپ نے فرمایا' میں اپنی بیٹی سے تمہارا نکاح کراتا ہوں۔ میں نے کہا' آپ نکاح کرائیں گے؟ آپ نے کہا ہاں۔ چنانچہ اسی وقت آپ نے خطبہ پڑھا۔ خدا کی حمد و ثنا بیان فرمائی' درود شریف پڑھا اور دو یا تین درہم مہر پر میرا نکاح کرا دیا۔ میں آپ کی مجلس سے اٹھا تو مارے خوشی کے مارے مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ میں کیا کروں۔ پھر میں نے اپنے گھر کی راہ لی اور راستہ میں سوچنے لگا کہ کس سے کچھ قرض لوں' کس سے کوئی رقم ادھار لوں۔۔۔ پھر میں نے مغرب کی نماز ادا کی اور اپنے گھر لوٹا۔ گھر پہنچ کر میں نے چراغ جلایا۔ میرا روزہ تھا اس لئے افطار کے لئے کھانا سامنے رکھا۔ میرا کھانا کیا تھا' روٹی اور زیتون کا تیل تھا۔ اچانک مجھے محسوس ہوا کہ کوئی دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے۔ میں نے کہا کون ہے؟ آواز آئی' میں سعید ہوں! راوی کہتے ہیں کہ میں نے سعید نامی ایک ایک آدمی کا تصور کیا کہ یہ کون سعید ہو سکتا ہے؟ لیکن سعید بن

المسیب کی طرف میرا ذہن بھی نہیں گیا۔ کیونکہ چالیس سال کا عرصہ ان پر ایسا گزرا کہ وہ گھر سے مسجد کے علاوہ کہیں نہیں نکلے' نہ کہیں گئے۔ میں لپک کر دروازہ پر پہنچا۔ دیکھا تو حضرت سعید بن المسیب تشریف فرما ہیں۔ مجھے وہم ہوا کہ شاید آپ کا ارادہ بدل گیا ہے۔ میں نے عرض کیا' ابو محمد! (یہ حضرت سعید کی کنیت ہے) اگر آپ اطلاع کر دیتے تو میں خود آ جاتا۔ آپ نے فرمایا نہیں! تم اس کے زیادہ مستحق تھے کہ تمہارے پاس آیا جائے۔ میں نے عرض کیا' کہیے کیا حکم ہے؟ انہوں نے فرمایا تم غیر شادی شدہ تھے' اب تمہاری شادی ہو گئی ہے' اس لئے مجھے اچھا نہیں معلوم ہوا کہ تم رات تنہا گزارو۔ ۵۸

اس میں شک نہیں کہ اپنی بیٹیوں کو نکاح کے لئے خود پیش کرنے کا یہ کام ماضی میں محض سلفِ صالحین نے ہی نہیں کیا تھا بلکہ ہر زمانے میں اور ہر علاقے میں خدا کے نیک بندوں نے اِک سنت کو زندہ رکھا ہے۔

دورانِ عدت اشارتاً پیغام

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا وَ لَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ. (البقرہ: ۲۳۵)

(اور تم پر کوئی گناہ اس میں نہیں کہ تم ان (زیرِ عدت) عورتوں کے پیغام نکاح کے باب میں کوئی بات اشارتاً کہو یا (یا یہ ارادہ) اپنے دلوں ہی میں پوشیدہ رکھو، اللہ کو تو علم ہے کہ تم ان عورتوں کا ذکر مذکور کرو گے البتہ ان سے کوئی وعدہ خفیہ (بھی) نہ کرو ہاں مگر کوئی بات عزت و حرمت کے موافق (چاہو تو) کہہ دو اور عقدِ نکاح کا عزم اس وقت تک نہ کرو جب تک کہ میعادِ مقرر اپنے ختم کو نہ پہنچ جائے یعنی اگر زیرِ عدت سے نکاح کرنے کا ارادہ ہو تو اسے اشارۃً کہہ دو میں تم سے نکاح کا متمنی ہوں۔

حضرت سکینہ بنت حنظلہ فرماتی ہیں کہ میری عدت کے دوران ابو جعفر محمد بن علی بن حسین میرے پاس آئے اور بولے: حنظلہ کی بیٹی! تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے میری رشتہ داری ہے۔ میرے دادا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کیا مقام ہے اور اسلام سے میرا تعلق کتنا قدیم ہے۔ میں نے کہا: ابو جعفر اللہ تمہیں معاف کرے، دوران عدت مجھے پیغام دے رہے ہو۔ تمہارے جیسے شخص سے اس بات پر باز پرس کی جائے گی۔ کہنے لگے: میں ایسا کچھ نہیں کر رہا ہوں، میں تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنا رشتہ اور مقام بتا رہا ہوں۔ ۵۹

عہدِ نبوی کے تیرہ سالہ مکی دور میں متعدد صحابہ کرامؓ اور دوسرے مسلمانوں کے نکاح ہوتے رہے تھے۔ یہ ایک سماجی ضرورت بھی تھی اور فطری ناگزیریت بھی۔ وہ دوسری سماجی، تہذیبی روایات کی مانند مکہ کے مسلمانوں میں بھی جاری رہی۔ شادی بیاہ کی تقریبات اور رسوم عرب کے سماجی پس منظر میں منعقد ہوتی رہیں ان کی تعمیر میں دینِ حنفی نے بھی اپنا کردار ادا کیا تھا۔ بعثتِ نبوی کے بعد رسولِ اکرم ﷺ کے احکام، فرامین اور ارشادات کے علاوہ نبی پاک ﷺ کی سنتوں نے بھی راہ دکھائی تھی۔ تمام غیر شرعی نکاحوں اور ان کی غیر صالح روایتوں کی تنسیخ کے ساتھ ساتھ بیشتر صحیح رسوم و روایات کو جوں کا توں اپنا لیا گیا تھا۔

مکہ میں صحابہ کرامؓ کی شادیوں کا ایک اندازہ مہاجرین حبشہ اور مہاجرینِ مدینہ کی فہرستوں سے بھی ہوتا ہے۔ ان دونوں فہرستوں میں متعدد بلکہ بہت سے مکی صحابہ کرامؓ کی بیویوں یا صحابیات کے شوہروں - زوجین - کا ذکر پایا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان کی شادیاں مکی دور میں ہجرتِ حبشہ اور ہجرت مدینہ سے قبل بالترتیب ہی انجام پائی تھیں اور وہ مکی تھیں۔ ۶۰

ان مکی جوڑوں اور دوسری شادیوں وغیرہ کے ضمن میں نکاح اور اس کی رسوم سے متعلق تفصیل بہت کم ملتی ہے۔ ان میں سے بہت سے جوڑوں کی بابت البتہ یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا نکاح مکی اسلام کے آغاز ہی میں ہوا تھا یا ہجرت سے کچھ قبل جیسے حضرت عثمانؓ و رقیہؓ کی شادی کے بارے میں آتا ہے اور دوسرا قرینہ یہ ہے کہ ان میں سے اکثر جوڑے نوجوانوں پر مشتمل تھے۔

حوالہ جات

۱۔ بخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، حدیث نمبر ۵۰۶۳، ص: ۴۳۸

۲۔ بخاری، کتاب النکاح، باب من لم یستطع الباء۔ فَلْیَصُمْ حدیث نمبر ۵۰۶۹، ص: ۴۳۹۔

۳۔ سیوطی، صحیح جامع الصغیر، ج: ۱ص: ۱۰۴ حدیث نمبر ۴۴۳

۴۔ ایضاً، ج: ۲، ص: ۶۳۰ حدیث نمبر ۳۰۴۳

۵۔ صحیح بخاری کتاب النکاح باب من لم یستطع الباءۃ فلیصُم حدیث نمبر ۵۰۶۵

۶۔ صحیح جامع الصغیر، جلال الدین سیوطی، ج: ۲، ص: ۸۸۸ حدیث نمبر ۴۲۷۹

۷۔ سنن نسائی، باب المرأۃ الصالحہ، حدیث نمبر ۳۲۳۴

۸۔ صحیح بخاری کتاب النکاح باب ما یکرہ من التبتل والخصاء، حدیث نمبر ۵۰۷۳، ص: ۴۳۹

۹۔ بخاری؛، باب الاکفاء فی الدین، حدیث ۵۰۹۰

۱۰۔ ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی، کتاب النکاح، باب فیمن ترضون دینہ فزوجوہ حدیث نمبر ۱۰۸۴

۱۱۔ ملا علی قاری: مرقاۃ شرح مشکوٰۃ: ۶: ۱۸۸ طبع مکتبہ امدادیہ، ملتان

۱۲۔ القسطلانی، احمد بن محمد، مواہب الدنیہ، المکتب الاسلامی،، تحقیق صالح احمد اشامی ؛۱:۱۹۱ (حاشیہ) مزید حافظ ابن کثیر، البدایۃ والنھایۃ، مکتبہ المعارف بیروت، ج: ۲، ط: ثانیہ: ۱۹۷۷

۱۳۔ شبلی، سیرت النبی، جلد اوّل، صفحہ ۱۲۴، مزید شرح مواہب اللدنیہ، ۱: ۲۳۲ تا ۲۳۶

۱۴۔ سیرت حلبیہ، ج اول، ص ۲۰۳۔۱۹۹

۱۵۔ ایضاً ص ۱۳۸۔۱۳۷

۱۶۔ سیرت النبی، جلد اوّل، صفحہ ۱۲۴، نیز طبقات، ۱، ص ۷۹۔۷۸

۱۷۔ مکی عہد نبوی میں اسلامی احکام کا ارتقاء۔ ص ۲۷۶

۱۸۔ سیرت حلبیہ، ج اول، ص ۱۳۹

۱۹۔ مبارکپوری، صفی الرحمٰن، الرحیق المختوم، المکتبہ السلفیہ، شیش محل روڈ لاہور، ۲۰۰۳، ص ۹۲۔۹۳

۲۰۔ ابن کثیر، البدایۃ والنھایۃ ۔۔ ج، اول، ص: ۲۹۶-۲۹۵

۲۱۔ مواہب اللدنیا جلد اوّل، صفحہ ۱۹۷۔۱۹۸

۲۲۔ سیرت حلبیہ، ج اول، ص ۲۰۲۔۲۰۱

۲۳۔ طبقات، ج ا ص ۸۹

۲۴۔ سیرت حلبیہ، ج اول، ص ۱۳۹

۲۵۔ سیرت الحلبیہ، باب ذکر وفاۃ عمہ ابی طالب وزوجۃ خدیجہؓ ص:۲۰۳-۱۹۹، ۱۳۹

۲۶۔ الطبقات الکبریٰ، ۸/۵۸؛ نیز شبلی؛ سلیمان ندوی، ۲/۴۰۷ سیرت عائشہ، ۱۰-۱۳

۲۷۔ بخاری، کتاب النکاح، باب الا یخطب علی خطبة اخیہ حتی ینکح او یدع، حدیث: ۴۲۵۱ ومابعد؛ فتح الباری ۹/ ۲۴۹-۲۵۲ ومابعد

۲۸۔ بخاری: کتاب النکاح۔ باب تزویج الصغار من الکبار، حدیث نمبر ۵۰۸۱، ص:۴۳۹، کتب الستہ

۲۹۔ صحیح مسلم شرح نووی۔ کتاب النکاح۔ ج:۴، ص:۳۵

۳۰۔ عبدالشکور، سیرت محسنہ اُمت حضرت عائشہ صدیقہؓ، ص ۵۲، حرا پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۹۵ء

۳۱۔ طبقات ابن سعد۔ ج:۸، ص:۸۷

۳۲۔ محمد یٰسین مظہر، مکی عہد نبوی میں اسلامی احکام کا ارتقاء۔ ص ۳۰۲

۳۳۔ فتح الباری، ۹/ ۲۳-۳۳۹

۳۴۔ بخاری، کتاب النکاح، باب نکاح الابکار، حدیث نمبر ۵۰۷۷، ۵۰۷۸، ص:۴۳۹، کتب الستہ

۳۵۔ بخاری کتاب النکاح، باب من بنی با مرأۃ وھی بنت تسع سنین، حدیث نمبر ۵۱۵۸، ص:۴۴۶ مزید کتاب النکاح باب انکاح الرجل ولدہ الصغار (حدیث نمبر ۵۱۳۳) عن عروۃ تزوج النبی عائشہ وھی بِنتُ تسع ومکثت عندہٗ تسعاً

۳۶۔ فتح الباری، ج:۹، ص:۳۳۹

۳۷۔ بخاری، حدیث ۵۳۱۴

۳۸۔ فتح الباری، ج:۹، ص:۳۳۹

۳۹۔ مولانا سید سلیمان ندویؒ نے سیرتِ عائشہؓ ۱۲، حاشیہ ۴ میں مختصراً اور معارف اعظم گڑھ، جولائی ۱۹۲۸ء میں اس پر مدلل بحث کی ہے

۴۰۔ بخاری، کتاب النکاح، باب، تفسیر ترک الخطبة، حدیث نمبر ۵۱۴۵ الستہ

۴۱۔ مسلم: کتاب الجنائز۔ باب ما یقال عند المصیبة۔ حدیث نمبر ۲۱۲۶، ص:۸۲۲

۴۲۔ طبقات ابن سعد، ج:۸، ص:۹۶-۸۶

۴۳۔ شبلی نعمانی، علامہ، سید سلیمان ندوی، سیرۃ النبی، ناشر الفیصل اردو بازار، ۱۹۹۱ء، ج ۲ ص ۲۴۷-۲۴۶

۴۴۔ طبقات ابن سعد، ج:۸،ص:۱۰۳

۴۵۔ ایضاً،ص:۱۱۶

۴۶۔ ایضاً،ص:۱۱۸

۴۷۔ ایضاً،ص:۱۳۱۔۱۳۰

۴۸۔ ایضاً،ص:۱۳۲

۴۹۔ سیرت النبی:ج۲،ص۲۵۱

۵۰۔ ایضاً

۵۱۔ القسطلانی، احمد بن محمد، مواہب الدنیہ، مطبع مصطفی البابی الحلبی، مصر، ۹۵۶
عبدالحق، شیخ، مدارج النبوت، ج دوم ص ۱۲۹، مدینہ پبلیشنگ کمپنی کراچی، ۱۹۷۰ء

۵۲۔ ابن حبان۔ علامہ، الدین علی بن بلبان الفارسی، صحیح ابن حبان، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۸۷ء

۵۳۔ ناصر محمود، حافظ، سیرت فاطمۃ الزہرہ، ص:۸۹

۵۴۔ سنن نسائی: کتاب النکاح۔ باب التزویج علی الاسلام۔ حدیث نمبر ۳۱۳۳

۵۵۔ بخاری، کتاب النکاح، باب عرض المرأة نفسها على الرجل الصالح حدیث نمبر ۵۱۲۱،ص ۴۴۳

۵۶۔ بخاری، کتاب النکاح، باب عرض المرأة نفسها على الرجل الصالح، حدیث نمبر ۵۱۲۰،ص:۴۴۳

۵۷۔ مسلم: کتاب الفتن و اشراط الساعة۔ باب فی خروج الدجال۔ ج:۸،ص:۲۰۳ نیز بخاری کتاب النکاح،ص ۴۴۳

۵۸۔ ابی نعیم، حلیۃ الاولیاء وطبقات آلاصفیا، دارلکتب العلمیہ بیروت لبنان طبع الثانیہ ۲۰۰۲ء، ج:۲،ص:۱۹۲-۱۹۱

۵۹۔ طبری، ابن جریر، جامع البیان عن تاویل آل القرآن (ضبط وتعلیق محمود شاکر) داراحیاء التراث الی، ۱۴۲۱ھ، ۶۲۲/۱

۶۰۔ ابن ہشام، ۳۲۲/۱

باب چہارم

دور نبوت میں شادی بیاہ کے طریقۂ کار

فصل اول

دورِ نبوت میں شادی بیاہ کے طریقے

رسول پاک ﷺ نے زمانہ جاہلیت میں رائج شادی بیاہ کی کئی رسومات کو یکسر منسوخ کر دیا اور ایسے رسم و رواج جو کہ شریعت اسلامیہ سے متصادم نہیں تھے ان کو قائم رہنے دیا۔ رسم و رواج پر عمل کرنے کے حوالے سے مسلمانوں کیلئے بنیادی اصول یہ ہے کہ اسلام صرف ان رسوم کو اختیار کرنے کی اجازت دیتا ہے جن میں شریعت اسلامیہ کے کسی واضح حکم یا اس کی روح اور قواعد کلیہ سے متصادم نہ ہو۔ ان سے متصادم رسوم کا اتباع گناہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے غیر مسلموں کی رسموں کی پیروی سے منع فرمایا ہے۔ بہت سی احادیث سے اس کی شہادت ملتی ہے اور آپ ﷺ نے اصولی طور پر فرمایا ہے کہ

"من تشبه بقومٍ فهو منهم"

(جس نے کسی دوسری قوم کی مشابہت اختیار کی اس کا انجام انہی لوگوں کے ساتھ ہوگا)

عید کے مہینے میں شادی کرنا

عربوں کے ہاں شوال کے مہینہ میں شادی کرنا ناپسند کیا جاتا تھا، اسی روایت کے خاتمے کے لئے آپ ﷺ نے حضرت عائشہ سے اسی مہینے میں شادی کروائی![1]

عن عائشه قلت تزوجني رسول الله ﷺ في شوال وبني بي في شوال ونساء رسول الله ﷺ كن احظاء مني مال و كانت عائشه تستحب ان تدخل نساء ها في شوال.[2]

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول پاکؐ نے مجھ سے عید کے مہینے میں نکاح کیا اور عید کے مہینے میں ہی آپؐ میرے پاس آئے اور پھر کوئی بیوی مجھ سے زیادہ خوش اور محظوظ نہ تھی اور حضرت عائشہؓ پسند کرتی تھیں کہ عورتوں کے پاس شادی کے بعد شوال میں ہی جایا جائے۔

(پاکستان میں بھی لوگوں کی ایک بہت بڑی اکثریت عیدین کے بعد شادی کا اہتمام کرتی ہے)

شادی کی مبارک دینا:

سنن ابوداؤد میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب کسی کا نکاح ہتا تو اسے مبارک باد ضرور دیتے، اور اسے دعا دیتے کہ اللہ تمہیں برکت عطا کرے اور تم میں اتفاق پیدا کرے اور تمہیں نیکی کی توفیق دے۔

ان النبی ﷺ کان اذا رفاء الانسان اذا تزوج قال بارک اللہ لک و بارک علیک و جمع بینکما فی خیر[3]

شادی کے بعد نئے جوڑے کیلئے حضور ﷺ کے طرز عمل کا ذکر حضرت جابرؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے نکاح کے حوالے سے بیان کیا جاچکا ہے۔

نوجوانوں کی شادی میں رسول اللہ کا اہتمام:

حضرت عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث سے روایت ہے کے میں اور حضرت فضل بن عباس رسول پاکؐ کے پاس آئے اور عرض کی کہ ہمیں زکوۃ اکھٹا کرنے پر تحصیلدار لگا لیجے۔ ہماری شادی کی عمر ہے مگر خرچہ نہیں ہے اسی طرح شادی کے اخراجات نکل آئیں گے انہوں نے فرمایا سیدوں پر زکوۃ حرام ہے۔ تم میرے پاس محمیہ کو بلاؤ (جو کے خمس کے نگران اور آپؐ کے خزانچی تھے) رسول اللہ ﷺ نے حضرت محمیہ سے فرمایا اس لڑکے (یعنی حضرت فضل بن عباس) کا نکاح اپنی بیٹی سے کردو۔۔ تو انہوں نے میرا نکاح کردیا۔[4]

عَن جابرٍ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایما شاب تزوج فی حد اثۃ سنہ عج شیطانہ یا ویلہ یا ویلہ عصم منی دینہ [5]

''جس نوجوان نے بھی کم سنی میں شادی کرلی اس کا شیطان چیخ پڑا کہ ہائے ہائے اس نے تو اپنا دین مجھ سے بچالیا''۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا علی تین چیزوں میں تاخیر نہ کرو۔ نماز جب اس کا وقت داخل ہوجائے، جنازہ کی تدفین میں اور بیوہ عورت یا رنڈوے مرد کے نکاح میں

جب اس کا کفول جائے۔[6]

اس روایت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ شادی کی عمر کو پہنچ جانے کے بعد بچوں کی فوراً شادی کر دی جائے۔ اس میں یہ مصلحت پوشیدہ ہے کہ معاشرے میں کسی طرح کی بے راہ روی اور اخلاقی مسئلے کے پیدا ہونے کا امکان ختم ہو جاتا ہے۔ بچے کسی ذہنی پراگندگی سے بچ جاتے ہیں۔ اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ شادی کے بعد وہ معاشرتی اور معاشی اعتبار سے اپنے قدموں پر کھڑا ہونا ضروری سمجھنے لگتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت محمیہ سے یہ بھی فرمایا: اس (فضل بن عباس) کی جانب سے خمس (پانچواں حصہ) میں سے اتنا مہر ادا کر دو۔ گویا اسلام کی اصلاحات میں یہ بات بھی شامل ہے کہ شادی کی استطاعت نہ رکھنے والوں کی مدد حکومت کرے۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ غریب لوگوں کے مہر کی رقم حکومت بیت المال سے ادا کرے گی۔

نکاح کا اعلان کیا جائے۔

نکاح معاشرتی زندگی کا ایک بنیادی ستون ہے۔ اس سے دو خاندان محبت و اخوت کے رشتے میں منسلک ہوتے ہیں۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ نکاح کا اعلان کیا جائے اور خفیہ طور پر نکاح نہ ہو۔ اسی مقصد کیلئے دف بھی بجائی جاتی تھی۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا اعلنوا النکاح نکاح کا اعلان کیا کرو۔[7]

حضرت عمرؓ کے پاس نکاح کا ایک ایسا معاملہ لایا گیا جس میں صرف ایک مرد اور ایک عورت گواہ تھے تو انہوں نے فرمایا:

هذا نكاح السر ولا اجيزه ولو كنت تقدمت فيه لرجمت۔[8]

''یہ خفیہ نکاح ہے اور میں اسے جائز نہیں قرار دیتا اور اگر میں اس میں شریک ہوتا تو رجم کر دیتا۔''

نبی کریم ﷺ نے خفیہ نکاحوں کی بجائے اعلانیہ نکاح کو رواج دے کر بہت سے معاشرتی مصالح کی بنیاد رکھی۔ مثلاً بغیر اعلان کے نکاح کرنے سے لوگوں کے ذہنوں میں خواہ مخواہ شکوک و

شبہات اور غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اعلان کر دینے سے یہ غلط فہمیاں جنم ہی نہیں لیتیں۔

اعلانِ نکاح سے دوسروں کو بھی اپنی خوشی میں شامل کرنے اور دوسروں کے اس خوشی میں شامل ہونے کا موقع میسر آتا ہے۔ ایک دوسرے کی غمی خوشی میں شرکت کرنے سے ہی معاشرتی اخوت پیدا ہوتی ہے۔ اعلان نکاح سے سب پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ایک مرد اور عورت (لڑکا اور لڑکی) رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو گئے ہیں بصورتِ دیگر انہیں اکٹھا دیکھ کر ہر ایک انہیں سوالیہ نگاہوں سے ہی دیکھے گا۔ اسلامی معاشرے کی خصوصیت ہے کہ وہ شکوک وشبہات کو جنم دینے والے اسباب ہی کا خاتمہ کرتا ہے۔

منہ دکھائی کا تحفہ:

ابوداؤد شریف کی روایت ہے؛

ان علی لما تزوج فاطمه بنت رسول الله ﷺ واراد ان يدخل بها فمنعه رسول الله ﷺ حتى يعطيها شيئا فقال يا رسول الله ﷺ ليس لى شيئى، فقال له النبى ﷺ اعطها درعک، فاعطها درعته ثم دخل بها۔

حضرت علی کی جب حضرت فاطمہ سے شادی ہوئی اور انہوں نے ان کے پاس جانے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے منع فرمایا کہ (حضرت علی مجامعت سے پہلے حضرت فاطمہ کو) کچھ دیں۔ انہوں نے کہا کہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، تم انہیں اپنی زرہ دے دی۔ چنانچہ انہوں نے اپنی زرہ حضرت فاطمہ کو دی اس کے بعد انہوں نے مجامعت فرمائی۔

اگر چہ یہ تحفہ حق مہر کی طرح لازم تو نہیں لیکن مروت ودل جوئی کیلئے اخلاقا اس کا جواز بنتا ہے۔ لڑکی اپنا گھر بار چھوڑ کر ایک نئے تعلق میں داخل ہوتی ہے اور یہ محبت کا پہلا تحفہ بہت مثبت کردار ادا کرتا ہے۔

پاکستان کے بیشتر علاقوں میں بھی یہ رسم پائی جاتی ہے جس کو "گھونگھٹ اٹھائی" یا منہ دکھائی ہی کہا جاتا ہے۔

شادی میں زرد چیز لگانے کی اجازت

حدیث شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوئے' آپ نے دیکھا کہ ان کی قمیص پر ایک زرد نشان لگا ہوا ہے' حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تمہاری قمیص پر یہ پیلا نشان کیسے لگ گیا؟ جواب میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یارسول اللہ! میں نے نکاح کیا ہے' نکاح کی وجہ سے میں نے خوشبو لگائی تھی' یہ اس خوشبو کا نشان ہے' آپؐ نے ان کو دعا دیتے ہوئے فرمایا: بارک اللہ لک وعلیک اللہ تعالیٰ تمہیں برکت عطا فرمائے۔ پھر فرمایا: ''اولم ولو بشاۃ'' ولیمہ کر لینا چاہے ایک بکری کے ذریعہ ہو۔[1]

(یہ زرد رنگ خوشبو کا تھا۔ اس سے موجودہ دور میں ابٹن کی رسم کے موقع پر زرد رنگ کے کپڑے پہننے کا جواز نہیں نکالا جا سکتا۔ شادی کے موقہ پر زرد رنگ اور زرد کپڑوں کا رواج ہمارے ہاں ہندوؤں سے منتقل ہوا ہے۔)

شادی کی دعوت

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف مہاجر صحابہ کرامؓ میں سے تھے' خاصے مالدار بھی تھے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا دور کا رشتہ بھی تھا' عشرہ مبشرہ سے بھی تھے لیکن اپنے نکاح میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہیں بلایا بلکہ نکاح کے بعد آپ کے پوچھنے پر بتایا کہ میں نے نکاح کر لیا ہے اور پھر خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی شکایتاً نہیں کہا کہ تم نے اکیلے اکیلے نکاح کر لیا ہمیں بلایا بھی نہیں' بلکہ برکت کی دعا دی کہ ''بارک اللہ لک وعلیک''۔ البتہ یہ فرمایا کہ ولیمہ کر لینا' چاہے اس کے لیے ایک بکری ہی ذبح کرنی پڑے۔[1]

(اس سے شادی کی تقریب کی سادگی کا پتہ چلتا ہے)

غزوہ بنو مصطلق سے واپسی کے سفر میں حضور اقدسؐ حضرت جابرؓ کے اونٹ کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے اس وقت آپؐ نے ان سے پوچھا کہ بھائی تم نے شادی بھی کی یا نہیں'؟ حضرت جابر

رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے غزوہ میں آنے سے پہلے نکاح کر لیا ہے۔ آپؐ نے پھر سوال کیا کہ تم نے کسی کنواری سے نکاح کیا ہے یا ثیبہ (بیوہ) عورت سے نکاح کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ یارسول اللہ! میں نے ایک ثیبہ عورت سے نکاح کیا ہے جو پہلے ایک شخص کے نکاح میں تھیں، جب ان کے شوہر کا انتقال ہو گیا تو میں نے ان سے نکاح کر لیا۔ آپؐ نے پھر سوال کیا کہ تم نے کنواری سے کیوں نکاح نہیں کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ دراصل میرے والد صاحب کا انتقال ہو گیا اور میری چھوٹی چھوٹی بہنیں ہیں، اس لئے مجھے ایک ایسی عورت کی تلاش تھی جو ان کی بھی دیکھ بھال کر سکے، اس لئے اگر میں نوعمر لڑکی سے نکاح کرتا تو وہ ان کی صحیح دیکھ بھال نہ کر سکتی، اس لئے میں نے ثیبہ عورت سے نکاح کیا۔ چنانچہ یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دعا دی اور فرمایا کہ "بارک اللہ لک وعلیک وجمع بینکما بخیر" اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے اور الفت و محبت کے ساتھ تم دونوں کو جمع کرے"۔[12]

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے غزوہ میں جانے سے پہلے مدینہ منورہ میں نکاح کیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ ہی میں تشریف فرما ہیں اور اس کے بعد غزوہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے، پھر جب اس غزوہ سے واپس ہوئے تو آپؐ کے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ میں نے ایک عورت سے نکاح کیا ہے اور انہوں نے کسی وجہ سے اس کی ضرورت نہیں سمجھی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مجلس نکاح میں بلائیں نہ ہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شکایت کی کہ تم نے چپکے چپکے نکاح کر لیا، مجھے کیوں نہیں بلایا؟

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری سیرت طیبہ میں نکاح کی سادگی کا یہ انداز نظر آتا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس نکاح کو آسان رکھا تھا، صحابہ کرامؓ نے اس کو اتنا ہی آسان اور سادہ رکھا۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اپنے بڑوں کو اور رشتہ داروں کو نکاح کے موقع پر بلانا حرام اور ناجائز ہے، جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر فرمایا کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو بلا لاؤ، نکاح ہونے والا ہے، اس طرح خاص خاص لوگوں کو آپؐ نے بلا لیا، لہٰذا بلانا جائز ہے، لیکن نکاح کے اندر اہتمام کہ جب تک فلاں شخص نہیں آ جائے گا اور جب تک فلاں شرائط پوری

نہیں ہوں گی' اس وقت تک نکاح منعقد نہیں ہوگا' شریعت میں ایسے اہتمام کی گنجائش نہیں۔

آج ہم نے نکاح کو مشکل بنا دیا ہے' اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جب حلال یعنی سادگی سے، حلال طریقے سے شادی کرنے کے دروازے بند کر دیئے تو حرام کے دروازے کھل رہے ہیں۔ مہمانوں کی بڑی تعداد بلا کر بھاری اخراجات کرنا اور اس کے لئے حرام ذرائع اختیار کرنے پر مجبور ہونا۔ آج اگر حلال کا راستہ کوئی شخص اختیار کرنا چاہے تو اس کے راستے میں رکاوٹیں ہیں اور جب تک لاکھوں روپیہ نہ ہو وہ حلال راستہ (شادی کا) اختیار نہیں کرسکتا۔

شادی والے دن دلہن کا کام کرنا:

آپ ﷺ کے دور کی شادیوں کی سادگی کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ دلہن شادی والے دن بھی کام کرتی۔

حدثنا سعید بن ابی مریم لما حرس ابو اسید ن الساعدی دعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابهٗ فما صنع لهم طعاماً ولا قربهٗ الیهما الا امراته ام اسیدٍ بلت تمراتٍ فی تور من حجارةٍ من اللیل فلما نرغ النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الطعام اماثته لهٗ فسقته تتحفهٗ بذلک[۱۳]

سعید بن ابی مریم سے روایت ہے کہ جب ابو سید سعدی نے شادی کا کھانا کھلایا تو محمد ﷺ اور صحابہ کو دعوت دی اس موقع پر کھانا ان کی دلہن ام اسیدؓ نے ہی تیار کیا اور انہوں نے ہی سب کے سامنے رکھا۔ انہوں نے رات کے وقت کھجوریں بھگو دی تھیں اور جب آپ کھانے سے فارغ ہوئے تو انھوں نے اسی کا شربت بنایا اور آپ ﷺ کے سامنے پیش کیا۔

خوشی کے اظہار کے لئے گانا اور دف بجانا

شادی کے موقعہ پر طبیعت انسانی کا یہ بھی تقاضہ ہوتا ہے کہ کچھ خوشی کا اظہار، اور انبساط کا سامان کیا جائے چنانچہ شریعت میں اس کی رعایت بھی ملتی ہے، حدیث میں آتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لڑکی کے بارے جس کی شادی کا اہتمام حضرت عائشہؓ نے ہی کیا تھا اور اسے رخصت

بھی کر دیا گیا تھا، دریافت فرمایا۔

عن عائشة انها زفت امرأة الیٰ رجل من الانصار فقال نبی الله صلعم یا عائشة ، ما کان معکم لهو؟ فان الانصار یعجبهم الهو. [14]

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک یتیم بچی کی شادی ایک انصاری صحابی سے کی تو نبی کریمؐ نے پوچھا عائشہ! تمھارے پاس کوئی دف بجانے والا نہ تھا۔ انصار دف وغیرہ کو پسند کرتے ہیں۔

قالت الربیع بنت مسعوذ ابن عفرآء جآء النبی صلی الله علی وسلم فدخل حین بنی علی فجلس علیٰ فراشی کمجلسک منی فجعلت جُوَیرِیَات لنا یضربن بالدف ویندبن من قتل من اٰبآئی یوم بدرٍ اذ قالت احدٰهن وفینا نبی یعلم ما فی غد فقال دعی هذهٖ وقولی بالذی کنت تقولین. [15]

ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور جب میں دلہن بنا کر بٹھائی گئی آنحضرتؐ اندر تشریف لائے اور میرے بستر پر بیٹھے اسی طرح جیسے تم اس وقت میرے پاس بیٹھے ہوئے ہو۔ پھر ہمارے یہاں کی کچھ لڑکیاں دف بجانے لگیں اور میرے باپ اور چچا جو جنگ بدر میں شہید ہوئے تھے، کا مرثیہ پڑھنے لگیں، اتنے میں ان میں سے ایک لڑکی نے پڑھا ''اور ہم میں ایک نبی صلعم ہے جوان باتوں کی خبر رکھتا ہے جو کچھ کل ہونے والا ہے''۔ آنحضورؐ نے فرمایا کہ یہ چھوڑ دو، اس کے سوا جو کچھ تم پڑھ رہی تھیں وہ پڑھو۔

عن عامر بن سعد قال دخلت علیٰ قرظة بن کعبٍ وابی مسعودٍ الانصاری فی عرس واذاجوار یغنین فقلت انتما صاحبا رسول الله صلعم ومن اهل بدر یفعل هذا عندکم فقالا: اجل ان شئت فاسمع معنا وان سئت اذهب قد رُخص لنا فی اللهو عند العرس. [16]

حضرت عامر بن سعد سے روایت ہے کہ میں ایک شادی میں گیا جہاں قرظہ کعب اور ابو مسعود انصاری بھی تھے اتفاق سے وہاں لڑکیاں گا رہی تھیں میں نے کہا تم دونوں رسول پاکؐ کے اصحاب ہو اور بدری بھی ہو تمہارے روبرو یہ کام ہو رہا ہے۔ وہ دونوں صاحب فرمانے لگے تمہارا جی چاہے تو ہمارے ساتھ بیٹھ کر سنو ورنہ چلے جاؤ ہمیں شادی میں کھیلنے کی رخصت دی گئی ہے کیونکہ شادی ایک خوشی ہے اور اس میں کھیل کود اور مباح کی اجازت ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ دف بجائی جاتی تھی، مگر یہ عوامی سطح پر تھا۔ بلند مرتبہ صحابہ سے لوگ امید رکھتے تھے کہ وہ ایسا کام نہیں کریں گے، مگر یہ اتنا معیوب کام بھی نہ تھا اسی لئے انہوں نے کہا کہ ہمیں رسول پاک ﷺ نے اس کی اجازت دی ہے۔

عن ابی الحسین واسمه خالد المدنی قال کنا بالمدینة یوم عاشورا والجواری یضربن بالدف . ویتغنین. فدخلنا علی الربیع بنت معوذ. فذکرنا ذلک لھا. فقالت دخل علی رسول الله صلی الله علیه وسلم صبیحة عرسی وعندی جاریتان یتغنیان وتندبان آبائی الذین قتلوا یوم بدرٍ. وتقولان، فیما تقولان وفینا نبی یعلم ما فی غدٍ. فقال اما ھذا، فلا تقولوهُ . ما یعلم ما فی غدٍ الا الله۔[1]

ابوالحسینؓ سے روایت ہے جن کا نام خالد مدنی تھا کہ ہم مدینہ منورہ میں تھے عاشوراء کے دن اور لڑکیاں دف بجاتی تھیں اور گاتی تھیں پھر ہم ربیع بنت معوذ کے پاس گئے ان سے یہ بیان کیا انہوں نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے جس دن میری شادی ہوئی تھی اس کی صبح کو اور میرے پاس دو لڑکیاں تھیں جو گاتی تھیں اور میرے باپ دادوں کا ذکر کرتی تھیں جو بدر کی لڑائی میں شہید ہوئے تھے اور گانے میں وہ یہ بھی گانے لگیں وفینا بنی یعلم مافی غد یعنی ہم میں ایک نبی بھی ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں آپؐ نے فرمایا یہ مت کہو کل کی بات کوئی نہیں جانتا اللہ تعالیٰ کے سوا۔ اس حدیث سے یہ اشارہ بھی ملا کہ اس زمانے میں عاشوراء کے دن بھی شادی ہوتی تھی۔ شادی کے

لئے یہ ایام ممنوع یا ناپسندیدہ نہیں ہیں۔

امام غزالی کیمیائے سعادت میں فرماتے ہیں

دف بجانا اور اس سے اعلان نکاح اور خوشی کرنا سنت ہے اس لیے کہ روئے زمین پر انسان سے زیادہ عزت والا کوئی نہیں اور نکاح اس کی پیدائش کا سبب ہوتا ہے۔۱۸

اس سے معلوم ہوا کہ شادی کے موقعہ پر خوش آوازی اور ترنم کے ساتھ کوئی مفید نصیحت آموز، دعائیہ کلام پڑھ لیا جائے تو مضائقہ نہیں کیونکہ اس سے بیک وقت دو مقصد حاصل ہوتے ہیں، ایک خواہش کی تسکین دوسرے نصیحت آمیز اور مفید باتوں کا پرتاثیر بیان، کیونکہ شعر زیادہ موثر ہوتا ہے، اور اس کی تاثیر کا ذکر حدیث صحیح میں بھی آتا ہے۔'' ان من البیان لَسِحْراً''۔۱۹

ایک اور جگہ پر فرمایا: ان من الشعر حکمہ۔۲۰

عن محمد بن حاطب، قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصل بین الحلال والحرام، الدف والصوت فی النکاح.۲۱

محمد بن حاطبؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حلال اور حرام میں فرق یہ ہے کہ دف بجایا جاوے اور بلند آواز سے نکاح کا اعلان کیا جائے۔ گویا شادی ایک حلال کام ہے اور اس کے انعقاد کے بغیر جنسی تعلق حرام ہے، حلال کام کی تشہیر ہونی چاہئے تا کہ یہ حرام سے ممتاز ہو جائے۔

بیہقی میں مطلب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الھوا والعبوا فانی اکرہ ان اریٰ فی دینکم غلظة.۲۲

''میں تمہارے دین میں لہو ولعب کی سختی کو ناپسند کرتا ہوں۔''

شادی کے موقعہ پر بادام شکر وغیرہ تقسیم کرنے میں چھینا جھپٹی:

ایک مرتبہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے ایک صاحب ثروت کے یہاں نکاح پڑھایا اور دعا فرمائی کہ اللہ تم کو محبت، خیر وعافیت برکت اور نیک فالی کے ساتھ رکھے۔ یہ بھی

فرمایا کہ اپنے ساتھیوں کے سر پر دف بجاؤ (یعنی خوشیاں مناؤ) اس کے بعد کچھ بچیاں بھرے ہوئے طباق (Trays) لے کر آئیں جن میں چھوہارے، بادام، شیرینی وغیرہ تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طباق الٹ کر ان چیزوں کو بکھیر دیا لوگوں نے نبی کریمؐ کی موجودگی کی وجہ سے احتراماً ٹھٹک کر اپنے ہاتھوں کو سکیڑ لیا تو آپ نے فرمایا، الا تنھبون :یعنی کیا تم چھینا جھپٹی نہیں کرتے (جیسا کہ نکاح کے بعد بعض جگہ اب بھی چھوہارے وغیرہ لوٹائے اور چھینے جھپٹے جاتے ہیں) انہوں نے عرض کیا کہ آپ نے تو ہمیں منع فرمایا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ حکم تو فوجی قافلے کے لئے ہے کہ وہ لوٹ کھسوٹ نہ کریں۔ لیکن شادی میں اس سے منع نہیں کیا۔[۲۳]

اس سے استدلال کیا جاتا ہے کہ شادی کے موقعہ پر بادام یا مٹھائی کا بکھیرنا اور لٹانا مکروہ نہیں ہے۔ لیکن امام بیہقی نے فرمایا کہ یہ بات ثابت نہیں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

لم انھکو عن نھبة الولائم[۲۴] (میں نے ولیمہ میں چھینا جھپٹی سے منع نہیں کیا۔)

چھینا جھپٹی کا ہرگز مطلب یہ نہیں کہ ایک دوسرے سے چھین کر یہ اشیاء حاصل کی جائیں اور یوں دھینگا مشتی کا ماحول پیدا کیا جائے۔ نبی کریمؐ نے تہذیب اور شائستگی کا ہر شعبہ میں حکم دیا ہے۔ چھینا جھپٹی کا مطلب خوشی اور بے تکلفی کا ماحول پیدا کرنا ہی ہوگا۔ نبی کریمؐ نے ولیمہ کی دعوت میں ہی فرمایا ہے کہ بسم اللہ پڑھ کر اپنے سامنے سے کھاؤ۔

فصل دوم

شادی کے لئے دلہن کا بناؤ سنگار

حضرت صفیہؓ کے شادی کی تیاری

طبقات الکبریٰ میں ہے کہ جب رسول اللہ صلعم خیبر سے روانہ ہوئے تو خیبر سے کچھ میل کے فاصلے پر پڑاؤ ڈالا اور اُم سلیمؓ کو حکم دیا کہ حضرت صفیہ کو دلہن بنائیں۔ چنانچہ اُم سلیمؓ نے انہیں کنگھی چوٹی سے آراستہ کیا اُم سلیمؓ کہتی ہیں یہاں ہمارے پاس نہ خیمہ تھا نہ قناتیں میں نے دو کمبل یا دو چادریں لے کر دونوں کو ایک درخت سے جا باندھا اور خیمہ جیسا بنا دیا اور صفیہ کو عطر میں بسایا۔ اُم اسنان اسلمیہ

کہتی ہیں میں بھی شادی میں موجود تھی ہمیں نے انہیں بنانا سنوارنا تھا۔ یہ کم سن تھیں اور بھڑکدار زینت پسند کرتی تھیں اس رات میں بھینی بھینی اور مست کن خوشبو اور کسی رات میں محسوس نہیں کی گئی ہم اس وقت ایک جھڑ بیری کے سایہ میں تھے رسول اللہ ؐ اُن کی طرف پیدل چل کر آئے اور وہ آپؐ کے استقبال کے لیے آپ کی طرف بڑھیں ہم اُنہیں یہی بات سمجھائی تھی پھر ہم دونوں کے پاس سے نکل آئے۔ گویا اس سے بھی یہی نقطہ نکلتا ہے کہ حضورؐ کی شادیوں کی تقریبات بھی بالکل سادہ انداز سے ہوئیں۔ حتّی کے سفر کے دوران بھی نکاح کا بندوبست کرلیا گیا۔[25]

حضرت فاطمہؓ کی شادی کی تیاری

حضرت فاطمہ کی شادی کے وقت کاشانہ نبوت میں تقریب کی مناسبت سے خواتین موجود تھیں، ازواج مطہرات تھیں نیز حضرت ام ایمن وحضرت اسماء بنت عمیسؓ بھی تھیں آپ ﷺ نے گھر میں موجود عورتوں کو حکم فرمایا کہ حضرت فاطمہ کو رخصتی کے لئے تیار کریں، یعنی کپڑے وغیرہ سے آراستہ کریں اس کے لئے بعض روایاتؐ میں خوشبو خریدنے کا حکم آیا ہے چنانچہ عورتوں نے ان کو کپڑے و زیور اور خوشبو سے آراستہ کیا۔[26]

عَن عائشة و ام سلمة ، قالتا امرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ان نجهز فاطمة حتى ندخلها على عليٍ. فعمدنا الى البيت. ففرشناه تراباً لينا من اعراض البطحاء. ثم خشونا مرفقتين ليفا. فنفشناه بايدينا. ثم اطعمنا تمرًا و زبيباً و سقينا ماءً عذبا وعمدنا الى عودٍ، فعرضناه في جَانب البيت ليلقى عليه الثوب ويعلق عليه السقاء فما راينا عرسا احسن من عرس فاطمة.[27]

ام المومنین حضرت عائشہؓ اور ام المومنین ام سلمہؓ سے روایت ہے ہم کو رسول اللہ ؐ نے حکم دیا کہ حضرت فاطمہ کے جہیز کی تیاری کریں ہم ایک کوٹھڑی کی طرف گئیں اور بطحا کے میدان سے نرم مٹی لے کر اُس کوٹھڑی کے فرش پر لپائی کردی پھر ہم نے خرے کی چھال

سے دو تکیے تیار کیے اور انہیں اپنے ہاتھوں سے تُوما اس کے بعد ہم نے لوگوں کو کھجور اور انگور اور میٹھا پانی پلایا اور کپڑے لٹکانے کے لئے کوٹھڑی کے کونے میں ایک لکڑی لگا دی ہم نے حضرت فاطمہؓ کی شادی سے اچھی شادی نہیں دیکھی۔

حضرت جابرؓ کی شادی کی تیاری

عن جابرٍ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم هل تزوجت قُلت نعم قال هل اتخذتم انما طاً قلت وانی لنا انماط قال انها ستكونُ۔۲۸

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاکؐ نے ان سے پوچھا کیا تو نے نکاح کیا میں نے عرض کیا ہاں۔ آپؐ نے فرمایا نہالی (شب بسری کے لئے خصوصی خواب گاہ) بھی بنائی ہے میں نے عرض کیا میرے پاس نہالیں کہاں؟ آپؐ نے فرمایا اب آئندہ چل کر تمھارے پاس اس کا بندوبست ہو جائے گا (یعنی قریب ہے کہ مسلمان امیر ہو جائیں)۔

رخصتی کے وقت دُلہن کے ساتھ کسی عورت کو بھیجنا:

حضرت فاطمہؓ کے نکاح کے بعد جب رخصتی کا وقت آیا تو آپؐ بیٹی کو رخصت کرنے کے لئے باہر نکلنے لگے تو حضرت فاطمہؓ نے آپ کا دامن پکڑ لیا اور رونا شروع کر دیا، آپؐ نے فرمایا میری پیاری بیٹی، میں نے بردبار ترین اور دانشمند ترین انسان سے تیری شادی کی ہے۔ اس کے بعد آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور حجرہ کے دروازے پر آ کر دروازے کے ساتھ کھڑے ہو کر فرمایا کہ خدا تمہیں اور تمہاری نسل کو پاک و پاکیزہ قرار دے، میں تمہارے دوستوں کا دوست ہوں اور تمہارے دشمنوں کا دشمن، اب رخصت ہوتا ہوں اور تمہیں اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔ حجرے کے دروازے کو بند کیا اور عورتوں سے فرمایا کہ سب اپنے گھروں کو چلی جائیں اور یہاں کوئی بھی نہ رہے۔ تمام عورتیں چلی گئیں۔

جب پیغمبر اسلامؐ نے باہر جانا چاہا تو دیکھا کہ ایک عورت وہاں باقی ہے پوچھا تم کون ہو؟ کیا میں نے نہیں کہا کہ سب چلی جاؤ۔ اس نے عرض کی میں اسماء ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ سب

چلی جاؤ۔ اس نے کہا، لیکن میں جانے سے معذور ہوں، کیونکہ جب جناب خدیجہؓ اس جہان سے کوچ فرما رہی تھیں تو میں نے دیکھا کہ وہ رو رہی ہیں، میں نے عرض کیا آپ بھی روتی ہیں؟ حالانکہ آپ دنیا کی عورتوں سے بہترین عورت ہیں، رسول خداؐ کی بیوی ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہشت کا وعدہ دیا ہے۔ آپ نے کہا میں اس لئے رو رہی ہوں کہ جانتی ہوں کہ ہر لڑکی کی خواہش ہوتی ہے کہ شب زفاف میں اس کے پاس کوئی ایسی عورت ہو جو اس کی محرم راز ہو اور اس کی ضروریات کو پورا کرے، میں دنیا سے جا رہی ہوں لیکن مجھے ڈر ہے کہ فاطمہ شب زفاف میں کوئی محرم نہ رکھتی ہوگی اور اس کا کوئی مددگار نہ ہوگا اس وقت میں نے خدیجہ سے عرض کیا کہ اگر میں فاطمہؓ کے شب زفاف تک زندہ رہی تو تم سے وعدہ کرتی ہوں کہ میں اس کے پاس رہوں گی اور اس سے مادری سلوک کروں گی۔ جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب خدیجہ کا نام سنا تو بے اختیار آپ کے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا تجھے خدا کی قسم تم اسی غرض سے یہاں رہ گئی ہو؟ عرض کیا ہاں۔ پیغمبرؐ نے فرمایا تم اپنے وعدہ پر عمل کرو۔ ۲۹

شادی کے بعد بیوی کے گھر میں خاوند کا قیام:

روایات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے شادی کے بعد ازواج کے ہاں قیام فرمایا۔

حضرت خدیجہ سے شادی کے بعد ان کے گھر پر تین دن قیام فرمایا۔ ام سلمہ سے آپ ﷺ کا نکاح ہوا تو وہاں بھی تین دن قیام کیا، پھر فرمایا میرا تمہارے گھر میں تین دن کا قیام کرنا تمہارے اور تمہارے متعلقین کی رسوائی نہیں ہے۔ اگر تم چاہو تو میں تمہارے ہاں سات راتیں بھی گزار دوں پھر میں باقی ازواج کے پاس بھی سات سات راتیں ہی گزاروں گا۔ ۳۰

حضرت صفیہ کے ساتھ نکاح کے بعد آپ ﷺ ان کے پاس تین راتیں قیام پذیر رہے۔ ۳۱

اگلی روایت میں فرمایا اگر کوئی ثیبہ کو نکاح میں رکھتے ہوئے باکرہ سے نکاح کرے تو باکرہ کے پاس سات راتیں قیام کرے اور اگر ثیبہ کی موجودگی ثیبہ سے نکاح کرے تو اس کے پاس تین رات قیام کرے۔ حضرت انسؓ نے اس فعل کو مرفوع قرار دیا ہے۔ ۳۲

فصل سوم

مہر اور جہیز

مہر کی تعریف:

مہر ایک قسم کا ہدیہ یا تحفہ ہے جو عقد نکاح کے موقع پر مرد پیش کرتا ہے۔ اس ہدیہ کے اندر ایک ایسی لطافت ہے جو نئی زندگی کے آغاز میں ہی محبت کے تخم بو دیتی ہے۔ ہدیہ مہر شوہر کے حسب حیثیت ہونا چاہیئے، لیکن کم سے کم اور زائد سے زائد میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ وسعت و حیثیت کے مطابق ہو۔ یہ ہدیہ ایک رمز و علامت ہے جس کی قیمت اس کی مادی قیمت اور قوت خرید نہیں بلکہ ان جذبات میں پوشیدہ ہوتی ہے جو شوہر کے دل میں موجزن ہوتے ہیں۔ وہ اپنی زوجہ کی عزت و تکریم کا اظہار کرتا ہے۔ تکریم کرنے والا اپنے پاس جو کچھ ہوتا ہے پیش کر دیتا ہے اور اس کی معنوی قیمت میں کسی غریب کی پیش کردہ لوہے کی انگوٹھی اور کسی دولت مند کی جانب سے سونے اور چاندی کا انبار، دونوں برابر ہو جاتے ہیں۔ مہر ہر صورت میں ضروری ہے اور عورت کو اس سے محروم نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً. (النساء: ۴)

"اور تم بیویوں کو ان کے مہر خوش دلی سے دے دیا کرو۔"

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شغار سے منع فرمایا ہے اور شغار یہ ہے کہ دو اشخاص اپنی اپنی بیٹیوں سے ایک دوسرے کی شادی کر دیں اور دونوں جانب سے کوئی مہر نہ ہو۔ ۳۳

اس نوع کے نکاح کی حرمت اسی لئے ہے کہ عورت کا حق مہر محفوظ رہے اور نکاح کوئی ایسا تجارتی معاملہ نہ بن جائے جسے والدین آپس میں انجام دیا کریں۔

سب سے آسان اور بہتر مہر:

حضرت عقبہ بن عامر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے بہتر مہر وہ ہے جو سب سے آسان ہو (یعنی اس کی مقدار مرد کی مالی حیثیت کے اس قدر مطابق ہو کہ وہ اسے آسانی سے ادا کر سکے)۔ ۳۴

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر عرض کیا: میں نے ایک انصاری خاتون سے شادی کرلی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: مہر کی مقدار کیا ہے؟ عرض کیا: چار اوقیہ چاندی (ایک سو ساٹھ درہم)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعجب سے فرمایا: کیا چار اوقیہ! کیا چاندی کے پہاڑ سے تراش رہے ہو؟ (یعنی یہ مقدار مہر بہت زیادہ ہے)۔ ہمارے پاس تمہیں دینے کے لئے کچھ نہیں ہے، البتہ عنقریب ہم تمہیں فوج میں بھیجیں گے وہاں سے مال غنیمت ملے گا۔[۳۵]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: عورتوں کے مہر زیادہ مت رکھو۔ اگر مہر کی زیادتی دنیا میں عزت یا تقویٰ الٰہی کی علامت ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے اسے اختیار فرماتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی زوجہ کو اور نہ آپ علیہ السلام کی کسی صاحبزادی کو بارہ اوقیہ سے زائد مقدار مہر میں دی ہے۔[۳۶]

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مبارک ہے وہ عورت جس کا پیغام نکاح آسان ہو اور جس کا مہر آسان ہو۔[۳۷]

حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے بہتر نکاح وہ ہے جو سب سے آسان ہو۔[۳۸]

مباشرت سے قبل مکمل یا کچھ مہر ادا کرنے کی فضیلت

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت فاطمہؓ سے ان کے نکاح کی بات کا آغاز ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ تمہارے پاس مہر دینے کو کیا ہے میں نے کہا میرے پاس تو کچھ بھی نہیں آپؐ نے فرمایا کہ وہ زرہ حطمی کہاں ہے؟ جو تمہیں غزوہ بدر کے بعد فلاں دن دی تھی۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ زرہ اب بھی میرے پاس ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اس زرہ کو فروخت کر دو۔ چنانچہ وہ زرہ حضرت عثمانؓ نے چار سو درہم یا دوسری روایت کے مطابق چار سو اسی درہم میں خرید کر قیمت حضرت علی کے حوالے کر دی بعد میں یہی زرہ حضرت علیؓ کو تحفتاً پیش کر

دی بھی چار سو اسی درہم حضرت فاطمہؓ کا مہر قرار پایا۔[39]

طلاق کے بعد بھی مہر کی واپسی نہیں ہوگی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا (النساء: ۲۰)

"اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ (دوسری) بیوی بدلنا چاہو اور اگر تم اس بیوی کو (مال کا) انبار دے چکے ہو تو تم اس میں سے کچھ بھی واپس مت لو۔ کیا تم بہتان رکھ کر اور صریح گناہ کر کے اس سے (واپس) لو گے"

لعان کے بعد بھی مہر کی واپسی نہیں

حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے لعان کرنے والوں کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے لعان کرنے والوں سے فرمایا: تم دونوں کا فیصلہ اللہ کے ذمہ ہے۔ تم میں سے ایک جھوٹا ہے۔ بیوی سے اب تمہارا تعلق نہیں رہا۔ شوہر نے کہا: میرا مال؟ آپ نے فرمایا: تمہارا مال نہیں ہے۔ اگر تم نے مہر اسے دے دیا تو یہ اس کی شرم گاہ سے استفادہ کا عوض ہے۔[40]

خلع کی صورت میں مکمل یا کچھ مہر شوہر واپس لے سکتا ہے

اللہ تعالیٰ ارشاد ہے:

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (البقرہ: ۲۲۹)

طلاق تو دو ہی بار کی ہے اس کے بعد (یا تو) رکھ لینا ہے قاعدہ کے مطابق یا پھر خوش

اسلوبی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے اور تمہارے لئے جائز نہیں کہ جو مال تم انھیں دے چکے ہو اس میں سے کچھ واپس لو ہاں بجز اس صورت کے کہ جب اندیشہ ہو کہ اللہ کے ضابطوں کو قائم نہ رکھ سکو گے تو دونوں پر اس (مال) کے باب میں کوئی گناہ نہ ہوگا جو عورت معاوضہ میں دے دے۔ یہ (سب) اللہ کے ضابطے ہیں سو ان سے باہر نہ نکلنا اور جو کوئی اللہ کے ضابطوں سے باہر نکل جائے گا سو ایسے لوگ تو (اپنے حق میں) ظلم کرنے والے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں کہ حضرت ثابت بن قیس بن شماس کی زوجہ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آ کر عرض کیا: میں ثابت کے دین اور اخلاق کے بارے میں کچھ نہیں کہتی ہوں لیکن مجھے (اللہ کی) نافرمانی کا اندیشہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس کا باغ لوٹا دو گی؟ عرض کیا: ہاں، پھر انھوں نے باغ لوٹا دیا اور دونوں میں جدائی ہو گئی۔[۴۱]

مہر مقرر نہ کیا اور فوت ہو گیا:

باب فیمن تزوج ولم یسم صداقاً حتٰی مات۔

باب: کسی نے نکاح کیا اور مہر متعین نہیں کیا اسی طرح اُس کا انتقال ہو گیا

عن عبداللہ فی رجل تزوج امرأۃ فمات عنھا ولم یدخل بھا ولم یفرض لھا الصداق فقال لھا الصداق کاملا وعلیھا العدۃ ولھا المیراث فقال معقل بن یسار سمعت رسول اللہ ﷺ قضی بہ فی بروع بنت واشق۔[۴۲]

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس (مرد) کا انتقال ہو گیا نہ تو اس عورت سے اس نے ہمبستری کی اور نہ ہی اس عورت کا مہر مقرر کیا۔ فرمایا اس عورت کا مہر واجب ہو گیا اور وہ عورت اپنی پوری عدت گزارے گی اور وہ عورت شوہر کے ترکہ میں حق دار (یعنی وارث ہوگی) یہ دیکھ کر حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے عرض کیا رسول اللہ ﷺ سے میں نے سنا ہے کہ آپ نے

بروع بنت واشق (نامی عورت کے معاملہ کا) اسی طرح فیصلہ فرمایا تھا۔

وجوب کی صورت:

جس عورت سے شوہر نے خلوتِ صحیحہ کر لی ہو اگر شوہر اس کو طلاق دے دے یا شوہر کا انتقال ہو جائے تو ایسی عورت کا پورا مہر واجب ہے اور وہ عورت عدت پوری کرے۔ مذکورہ حدیث میں یہی حکم بیان فرمایا گیا ہے۔

عبداللہ بن عتبہ بن مسعود أن عبداللہ بن مسعود أتی فی رجل بھذا لخبر قال فاختلفوا الیہ شھرا أو قال مرات قال فانی أقول فیھا ان لھا صداقا کنداق نسائھا لا وکسی ولا شطط وان لھا المیراث وعلیھا العدۃ فان یک صوبا فمن اللہ وان یکن خطا فمنی ومن الشیطان واللہ ورسولہ بریئسان فقام ناس من أشجع فیھم الجراح وأبو سنان فقالو یا ابن مسعود نحن نشھد أن رسول اللہ ﷺ قضاھا فینا فی بروع بنت واشق وان زوجھا ھلال بن مرۃ الأشجعی کما قضیت قال ففرح عبداللہ بن مسعود فرھا شدیدا حین وافق قضارہ قضاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ۴۳

عبداللہ بن عتبہ بن مسعود سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی خدمت میں ایک شخص کا اسی طرح کا معاملہ پیش ہوا کہ لوگوں نے اس معاملہ میں ایک ماہ یا کئی مرتبہ اختلاف کیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ اس جھگڑا میں میری رائے یہ ہے کہ اس عورت کا مہر ثابت ہے جیسا کہ اس کی قوم کی خواتین کا مہر ہوتا ہے نہ اس مہر سے کم اور نہ زیادہ اور وہ عورت وراثت کی بھی مستحق ہے اور ایسی عورت عدت بھی پوری کرے گی۔ اگر میرا یہ قول حکم الٰہی کے موافق ہے تو مجھ پر اللہ کی مہربانی ہے اور اگر اس میں میری بھول ہو تو وہ شیطان کی جانب سے ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ غلطی سے پاک و

بری ہیں۔ اس کے بعد قبیلہ اشجع کے کئی اشخاص کھڑے ہوئے ان میں سے ایک شخص جراع اور دوسرے ابوسنان تھے انہوں نے عرض کیا اے ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہم لوگ اس بات کے گواہ ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے بروع بنت واشق کا کہ جس کا شوہر ہلال بن مرہ تھا' کا اسی طرح سے فیصلہ فرمایا کہ جیسا کہ آپ نے فیصلہ فرمایا ہے۔ راوی نے عرض کیا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے کہ ان کا فیصلہ کرتا فیصلہ رسول کے مطابق ہوا۔

عن عقبة بن عامر أن النبي ﷺ قال لرجل أترضى أن أزوجك فلانة قال نعم فزوج أحدهما صاحبه فدخل بها الرجل ولم يفرض لها صداقاً ولم يعطها شيئا وكان ممن شهد الحديبية وكان من شهد الحديبية له سهم بخيبر فلما حضرته الوفاة قال ابن رسول الله ﷺ زوجني فلانة ولم أفرض لها صداقا ولم أعطها شيئا واني أشهدكم أني أعطيتها من صداقها سهمي بخيبر فأخذت سهما فباعته بمائة ألف قال أبو داود وزاد عمر بن الخطاب و حديثه أتم في أول الحديث قال رسول الله ﷺ خير النكاح أيسره وقال قال رسول الله ﷺ للرجل ثم ساق معناه قال أبو داود تخاف أن يكون هذا الحديث ملزقا لأن الأمر على غير هذا۔ ۴۴

"حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ایک شخص سے ارشاد فرمایا کیا تم فلاں خاتون سے نکاح کرنے پر رضامند ہو؟ اس عورت نے بھی کہا جی ہاں۔ جب آپؐ نے دونوں کی رضامندی دیکھی تو ان دونوں کا نکاح کر دیا۔ پھر اس شخص نے اپنی اس بیوی سے ہمبستری کی اور اس کا مہر مقرر نہیں فرمایا اور نہ کوئی شے اس کو دی مگر وہ شخص غزوہ حدیبیہ میں شریک تھا اور اس کا حصہ خیبر میں نکلتا تھا جب اس شخص کی

وفات کا وقت قریب آ گیا تو اس نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ نے فلاں عورت سے میرا نکاح کر دیا تھا میں نے اس کا مہر مقرر نہیں کیا تھا اور نہ ہی اس عورت کو کوئی شے دی تھی اب میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اس خاتون کو اپنا وہ حق جو کہ مجھ کو خیبر سے ملنے والا ہے ہبہ کر دیا پھر اس عورت نے وہ حصہ وصول کر کے اس کو ایک لاکھ درہم میں فروخت کر دیا۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروقؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا بہتر (اور باعث و خیر برکت) وہ نکاح ہے جو کہ آسان ہو اس کے بعد گزشتہ روایت کی طرح حضور اکرم ﷺ سے وہ روایت بیان کی گئی ہے امام ابو داؤد نے فرمایا کہ میرا خیال یہ ہے کہ یہ روایت (دوسری روایت سے) مل گئی کیونکہ اصل مسئلہ اس کے علاوہ ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ ان کا آپس کا طے کردہ مہر یہ تھا کہ ابو طلحہ مسلمان ہو جائیں۔ کیونکہ حضرت ام سلیم مسلمان ہونے میں ابو طلحہ سے سبقت لے گئیں۔ ابو طلحہ نے ان کے پاس پیغام بھیجا۔ آپ نے جواب میں فرمایا میں نے اسلام قبول کر لیا ہے اگر تم بھی اسلام لے آؤ تو میرا تم سے نکاح ہو جائے۔ چنانچہ ابو طلحہ مسلمان ہوئے اور آپ کا اسلام ام سلیم رضی اللہ عنہا کا مہر قرار پایا۔[45]

حضرات شوافع کی مستدل حدیث

حضرات شوافع اور دیگر ائمہ نے استدلال کیا ہے کہ محنت مزدوری اور تعلیم قرآن کو مہر بنانا درست ہے لیکن حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مہر کے لئے مال ہونا ضروری ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے "ان تبتغو باموالکم" اور حنفیہ کے نزدیک دس درہم سے کم مہر مقرر کرنا درست نہیں ہے اور تعلیم قرآن یا مزدوری وغیرہ کو مہر بنانا حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ فعندنا یلزم ان یکون المسمی مالا متقوما وعند الشافعی ھذا لیس بشرط الی ان قال ولنا قولہ تعالیٰ ان تبتغوا باموالکم شرط ان یکون المھر مالا۔[46]

ازواج مطہرات کا مہر

ازدواج مطہراتؓ کے مہر اور ان کی جدید مقدار کی تفصیل الصالحات تالیف حضرت مولانا اصغر حسین میاں صاحب اور اوزان شرعیہ وامداد الاوزان نامی رسائل میں مفصلاً مذکور ہے۔

حدثنا أبي العجفاء السلمي قال خطبنا عمر رحمه الله فقال ألا لا تغالوا بصدق النساء فانها لو كانت مكرمة في الدنيا أو تقوى عند الله لكان أولا كم بها النبي ﷺ ما أصدق رسول الله امراة من نسائه و لا أصدقت امراة من بناته اكثر من ثنتي عشرة أوقية۔؀

حضرت ابوالعجفاء سلمی سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے خطبہ ارشاد فرمایا کہ آگاہ ہو جاؤ خواتین کے زیادہ مہر مقرر نہ کرنا کیونکہ اگر زیادہ مہر مقرر کرنا دنیا میں بزرگی کی علامت ہوتا یا اللہ کے نزدیک تقویٰ کا سبب ہوتا تو تم لوگوں میں نبی ﷺ اس کے زیادہ مستحق ہوتے (یعنی آپ کا زیادہ مہر مقرر کیا جاتا) حضور اکرم ﷺ نے ازواجِ مطہراتؓ میں سے اور اپنی صاحبزادی میں سے کسی کا بارہ اوقیہ سے زیادہ مہر مقرر نہیں فرمایا۔

حضرت خدیجہ کا مہر

حضرت خدیجہؓ کی شادی رسول پاکؐ سے ان کے والد خویلد بن اسد نے کی تھی (اس روایت میں اختلاف ہے) اور بیس اونٹ کا مہر مقرر کیا تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کا مہر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خود حضرت عائشہ کی شادی رسول پاکؐ سے کی تھی اور چار سو درہم کا حق مہر مقرر ہوا تھا۔

حضرت سودہؓ کا نکاح ابو ماطب بن عمرو بن شمس نے رسول پاکؐ سے کرایا تھا اور چار سو درہم کا مہر باندھا تھا۔

حضرت زینب بنت جحش کا نکاح ان کے بھائی ابو احمد بن جحش نے کیا تھا اور رسول پاکؐ نے چار سو درہم ان کا حق مہر لکھا تھا۔

حضرت اُم سلمہؓ کا نکاح ان کے بیٹے سلمہ بن ابی سلمہ نے آنحضرت سے کیا تھا اور اُم سلمہ کا نام بندہ تھا اور ان کا مہر یہ بندھا تھا کہ ایک توشک جس میں کھجور کا ریشہ بھرا ہوا اور ایک پیالہ جشہ (دستی چکی جو ہاتھ سے چلتی ہے)

حضرت حفصہؓ کا نکاح ان کے والد حضرت عمرؓ نے رسول پاکؐ سے کیا اور چار سو درہم کا مہر باندھا۔

حضرت جویریہؓ جو کہ بنی مصطلق کے قیدیوں میں گرفتار ہو کر آئیں تھیں آپؐ نے انہیں آزاد کر دیا اور ان کے باپ حرث کو ان سے نکاح کا پیغام دیا انہوں نے آپؐ سے ان کا نکاح کر دیا اور مہر چار سو درہم مقرر ہوا۔

حضرت صفیہؓ خیبر کے قیدیوں میں آئی تھیں آپؐ نے ان سے نکاح فرمایا اور مہر چار سو درہم مقرر فرمایا۔

حضرت میمونہؓ کی شادی رسول پاکؐ سے حضرت عباسؓ نے کی تھی اور آپ کی طرف سے چار سو درہم کا مہر باندھا۔

حضرت زینب بنت خزیمہؓ کا نکاح آنحضرتؐ سے قبیعہ بن عمرو ہلالی نے کیا اور رسول پاکؐ نے مہر چار سو درہم مقرر فرمائے۔[48]

حضرت ام حبیبہؓ

عن أم حبيبة أنها كانت تحت عبيدالله بن جحش فمات بأرض الحبشة فزوجها النجاشي النبي ﷺ وأمهرها عنه أربعة الاف وبعث بها الى رسول الله ﷺ مع شرحبيل ابن حسنة قال أبو داود حسنة هي أمه.[49]

﴿حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ وہ عبیداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں اور عبیداللہ ملک حبش میں انتقال فرما گئے تو شاہ حبشہ نجاشی نے حضور اکرم ﷺ سے ان کا نکاح کر دیا اور آنحضرت ﷺ کی جانب سے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا مہر چار ہزار درہم مقرر فرما کر ان کو حسنہ کے لڑکے شرجیل کے ہمراہ خدمت نبوی میں روانہ

کر دیا۔ امام ابوداؤدؒ نے فرمایا حسنہ شرجیل کی والدہ ہیں۔

ازواجِ مطہراتؓ میں سب سے زیادہ حضرت ام حبیبہؓ کا مہر تھا اور دیگر ازواج اور صاحبزادیوں کا مہر پانچ سو درہم ہوئے لیکن حضرت فاطمہؓ کا مہر آج کے موجودہ وزن کے اعتبار سے ایک سو اکتیس تولہ پانچ ماشہ چاندی اور عربی وزن کے اعتبار سے پانچ سو درہم ہے اس لئے ۱۳۱ تولہ پانچ ماشہ چاندی کی بوقت ادائیگی جو قیمت ہوگی وہی مہر مقرر قرار پائے گی یا مذکورہ بالا وزن چاندی کی مقدار۔ مہر کی کوئی حد مقرر نہیں ہے ہم سب کے لئے قابل تقلید حضرات فاطمہؓ کا مہر ہے نہ کہ حضرت ام حبیبہؓ کا، کیونکہ حضرت فاطمہ کا مہر حضورﷺ نے مقرر فرمایا تھا اور حضرت ام حبیبہ کا مہر حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے مقرر کیا تھا۔ واضح رہے کہ شریعت نے بہت زیادہ مقرر کرنے کو بھی ناپسندیدہ قرار دیا ہے اور مذکورہ بالا تولہ کا جو بیان کیا گیا ہے اس سے مراد بارہ ماشہ والا تولہ ہے مگر دس گرام والے تولہ کا حساب لگایا جائے تو مذکورہ مہر فاطمی کی جدید وزن میں تبدیلی آجائے گی یہ ایک حسابی بات ہے، اور نجاشی بادشاہ کے حضرت ام حبیبہؓ کے مہر مقرر کرنے سے متعلق روایت کے الفاظ یہ ہیں از الصداق

أم حبیبه رضی الله عنها کانت اربعة الالف درهم فانه مستثنی من قول عمر لانه اصدقها النجاشی بارض الحبشة من غیر تعین النبی صلی الله علیه وسلم۔[50]

عن الزهری أن النجاشی زوج أم حبیبة بنت أبی سفیان من رسول اللهﷺ علی صداق أربعة الالف درهم وکتب بذلک الی رسول اللهﷺ فقبل۔[51]

ابن المبارک، یونس، حضرت زہری سے روایت ہے کہ نجاشی بادشاہ نے ابوسفیان کی صاحبزادی حضرت ام حبیبہؓ کا نکاح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر دیا اور آپﷺ کی جانب سے چار ہزار درہم مقرر کر کے آپﷺ کو تحریر روانہ کر دی تو آپﷺ نے اس کو منظور فرمالیا۔

حضرت فاطمہ کا مہر

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب میں نے آپ کو پیغام نکاح دیا اور رسول پاکﷺ نے منظور

فرمالیا تو دریافت فرمایا کہ تمہارے پاس مہر دینے کو کیا ہے میں نے کہا میرے پاس تو کچھ بھی نہیں آپ ؐ نے فرمایا وہ زرہ حطمی کہاں ہے؟ جو تمہیں غزوہ بدر کے بعد فلاں دن دی تھی رسول پاک ؐ نے فرمایا کہ زرہ فروخت کر دو چنانچہ وہ زرہ حضرت عثمانؓ نے چار سو درہم یا دوسری روایت کے مطابق چار سو اسی درہم میں خرید کر قیمت حضرت علی کے حوالے کر دی بعد میں یہی زرہ حضرت علیؓ کو تحفتاً پیش کر دی یہی چار سو اسی درہم حضرت فاطمہؓ کا مہر قرار دیا پایا۔۵۲

عہد نبوت کے درہم کی مالیت کا موجودہ دور سے مالکیت کا موازنہ

ایک تولہ گرام کے حساب سے گیارہ گرام چھ سو چونسٹھ ملی گرام کا ہوتا ہے۔ تو اس حساب سے ایک سو اکیس تولہ تین ماشہ چاندی۔ ایک کلو پانچ سو تیس گرام اور نو سو تیس ملی گرام ہوئی۔ یعنی ۷۰ ملی گرام کم، پانچ سو اکتیس گرام۔ اور احتیاطی مقدار ایک کلو پانچ سو اکتیس گرام ہوئی۔ اس حساب کے مطابق ایک درہم تین گرام ۶۲ ملی گرام کا ہوگا۔۵۳

بعض معاصر علماء نے عہد اموی کے دینار و درہم کا جو وزن کیا ہے اس کے مطابق ایک درہم دو گرام تو سو پچھتر ملی گرام کا ہوتا ہے، اس لیے کہ دینار کا وزن چار گرام دو سو پچیس ملی گرام ہے واضح ہو کہ دینار کے متعدد متاحف میں جو قدیم سکے موجود ہیں ان عبدالملک بن مروان کے عہد کا دینار بھی ہے جس کا وزن اوپر ذکر کیا گیا ہے۔

اس وزن کو اگر بنیاد بنایا جائے تو مہر فاطمی۔ پانچ سو درہم۔ کی مقدار ایک کلو چار سو ساڑھے ستاسی گرام چاندی ہوئی۔

درہم کے وزن کی بابت قدیم حساب کی رو سے اختلاف معروف ہے اور جدید حساب کی رو سے بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس موضوع پر مستقل رسائل بھی لکھے گئے ہیں۔ ماضی قریب میں مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے رسالہ نے بڑا قبول و اعتماد حاصل کیا۔ معاصر علماء میں مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی کا بھی ایک رسالہ ہے مگر انھوں نے مفتی صاحب سے کئی امور میں اختلاف کیا ہے۔ ذیل میں مہر کی مختلف مقداروں اور مساوی اوزان کا چارٹ دیا جا رہا ہے:۵۴

	بحساب عام گرام					بحساب قرضاوی		
	ماشہ	تولہ	ملی گرام	گرام	کیلو	ملی گرام	گرام	کیلو
چار ہزار درہم	۰۰	۱۲۵۰	۴۴۰	۲۴۷	۱۰	ـ	۹۰۰	۱۱
پانچ ہزار درہم	۳	۱۳۱	۹۳۰	۵۳۰	۱	۵۰۰	۴۸۷	۱
چار سو اسی درھم	۰۰	۱۲۶	۷۶۰	۴۶۹	۱	ـ	۴۲۸	۱
چار سو درھم	ـ	۱۰۵	۸۰۰	۲۲۴	۱	ـ	۱۹۰	۱
چار سو مثقال	ـ	۱۵۰	۶۰۰	۷۴۹	۱	ـ	۷۰۰	۱
دس درھم	۷ ۱/۲	۲	۶۲۰	۳۰	ـ	۷۵۰	۲۹	ـ

وہ صحابہؓ جنہوں نے بہت زیادہ مہر دے کر علوی خاندان میں شادی کی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب بنت علی رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو چالیس ہزار دینار مہر مقرر فرمایا۔ کسی نے آپ سے سوال کیا تو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر سبب (تعلق اور رشتہ) اور نسب قیامت کے دن منقطع ہو جائے گا مگر میرا سبب و نسب (منقطع نہیں ہو گا) اور اس بڑی رقم کو میں نے (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اکرام میں ان کو دیا۔ تاکہ جو نسبی تعلق ہے وہ مضبوط ہو جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری بیٹی سے شادی کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عورتوں کے مہر بڑھانے میں ممانعت ختم کر دی تھی۔ ۵۵

جہیز:

جہیز کی لغوی تعریف:

لفظ جہیز دراصل عربی زبان کے لفظ 'جھاز' کا امالہ ہے جس کا اطلاق اس ساز و سامان پر ہوتا ہے جس کی (مسافر کو دوران سفر یا دلہن کے نئے گھر بسانے یا میت کو قبر تک پہنچانے کے لئے)

ضرورت ہوتی ہے

المنجد میں ہے:

الجهاز للبيت او للمسافر او للعروس ما يحتاج اليه.[56]

جہاز گھر یا مسافر یا دلہن کے لیے وہ سامان ہے جس کی احتیاج ہوتی ہے۔

جہیز کی مروجہ اصطلاحی تعریف

جہیز کے معنی اسباب اور سامان کے ہیں اصطلاحاً جہیز اس سروسامان کو کہتے ہیں جو لڑکی کے نکاح میں اس کے ہمراہ دیا جاتا ہے۔ جہیز دینے کی رسم بہت پرانے زمانے سے چلی آتی ہے۔ ہر ملک اور علاقے میں جہیز مختلف صورتوں میں دیا جاتا ہے لیکن وہ عام طور پر زیورات، نقدی کپڑوں اور روزانہ استعمال کے برتنوں پر مشتمل ہوتا ہے۔[57]

سید سابق کے الفاظ میں اصطلاحی تعریف کچھ یوں ہے۔

الجهاز هو الاثاث الذى تعده الزوجة هى واهلها ليكون معها فى البيت اذ دخل بها الزوج.[58]

"جہاز (جہیز) وہ سامان ہے جسے عورت خود اور اس کے ورثاء تیار کرتے ہیں تاکہ جب وہ بیاہ کر خاوند کے گھر جائے تو یہ سامان اس کے ساتھ ہو۔"

جہیز کی حقیقت

جہیز معاشرتی زندگی میں ایک اہم حیثیت رکھتا ہے۔ اس کی اصل تو اس قدر ہے کہ والدین از راہِ محبت اور صلہ رحمی اپنی بیٹی کو اس کی شادی کے موقع پر دیتے ہیں تاکہ نئے گھر میں جا کر والدین کے اس تحفے کو یاد رکھے۔ اسے یہ والدین کی محبت یاد دلاتا رہے اور ساتھ ہی اسے نیا گھر بسانے میں سہولت بھی ہو جائے لیکن مختلف معاشروں میں مختلف اوقات میں جہیز کے معاملے میں افراط و تفریط کا رجحان پیدا ہوتا رہا ہے۔ کہیں تو جہیز کو لعنت قرار دیا گیا تو کہیں امیر والدین اسے اپنی عزت اور نام و نمود کے بڑھانے کا ذریعہ سمجھ کر زیادہ سے زیادہ جہیز دینے کو باعثِ فخر سمجھتے ہیں۔ ان کی دیکھا دیکھی

غریب اور متوسط طبقہ کے لوگ زیادہ سے زیادہ جہیز دینے کے لئے مقروض ہو جاتے ہیں۔ اسراف و تبذیر کا ارتکاب کرتے ہیں۔ بنکوں کے سود تلے دب جاتے ہیں اس صورتِ حال میں آئندہ سطور میں عہد نبوی اور قرنِ اول میں جہیز کے بارے میں رویے اور طریق کار پر روشنی ڈالی جائے گی۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا جہیز:

طبقات ابن سعد کی جلد ہشتم میں صرف ایک ہار کا ذکر ملتا ہے۔ جو رخصتی کے وقت حضرت خدیجہؓ نے انہیں دیا۔

صحد بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ابو العاص جنگ بدر میں مشرکوں کے ساتھ تھے ان کو عبد اللہ بن نعمان انصاری نے گرفتار کیا پھر جب مکہ کے لوگوں نے اپنے قیدیوں کے فدیہ کے سلسلہ میں وفد بھیجا تو ابو العاص کے فدیہ کے لئے ان کا بھائی عمرو بن ربیع آیا۔ اس وقت حضرت زینب مکہ ہی میں تھیں آپؐ نے عمرو کے ہاتھ اپنا مہروں کا ہار بھیجا جو حضرت خدیجہؓ کا تھا اور انہوں نے زینب کو رخصتی کے وقت دیا تھا۔ جب آپؐ نے وہ ہار دیکھا تو اسے پہچان گئے آپ کا دل پسیج گیا اور حضرت خدیجہؓ یاد آئیں اور آپؐ نے ابو العاص کو بلا فدیہ چھوڑ دیا اور زینبؓ کا ہار انہیں واپس کر دیا۔ 59

حضرت فاطمہؓ کے جہیز کا بیان:

مواہب اللدنیہ میں حضرت فاطمہؓ کی شادی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا گیا ہے کہ جب حضرت علیؓ نے رسول خداؐ سے حضرت فاطمہ سے شادی کی درخواست کی تو آپؐ نے فرمایا تمہارے پاس حق مہر کے لیے کیا ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا کچھ بھی نہیں۔ آپؐ نے ان سے پوچھا تمہاری حطمی زرہ کہاں ہے اسے فروخت کر دو۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے اپنی زرہ حضرت عثمانؓ کے ہاتھ ۴۸۰ درہم میں فروخت کی۔ بعض روایات کی بناء پر جناب عثمانؓ نے آپ کی زرہ خریدی اور بعد میں حضرت علیؓ کو ہدیہ کر دی ہے۔ حضرت علیؓ نے زرہ کی قیمت لے کر پیغمبر خداؐ کی خدمت میں پیش کی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب ابوبکر، سلمان فارسی اور بلال کو بلوایا اور کچھ درہم انہیں دے کر فرمایا کہ اس رقم سے جناب فاطمہؓ کے لئے گھر کی ضروری اشیاء خرید کر لاؤ اور اس میں سے کچھ درہم اسماءؓ کو دیئے اور فرمایا کہ

اس سے عطر اور خوشبو مہیا کرو اور جو درہم باقی بچے وہ ام سلمہؓ کے پاس رکھ دیئے گئے۔ ۶۰

حضرت فاطمہ کے جہیز کی اشیاء کا مختلف سیرت نگاروں نے ذکر کیا ہے۔ ان تذکروں میں ذکر کردہ اشیاء مندرجہ ذیل ہیں

۱۔ ایک سفید قمیص۔

۲۔ ایک بڑی چادر سر ڈھانپنے کے لئے (یعنی برقعہ)

۳۔ ایک سیاہ خیبری حلہ۔

۴۔ ایک چارپائی جو کھجور کے لیف سے بنی ہوئی تھی۔

۵۔ دوعدد توشک گدے کہ ایک میں بھیڑ کی پشم بھری گئی اور دوسری میں کھجور کے پتے بھرے گئے۔

۶۔ چار عدد تکیے جو بھیڑ کے چمڑے سے بنائے گئے تھے کہ جن کو اذخر نامی خوشبودار گھاس سے بھرا گیا تھا۔

۷۔ ایک عدد چٹائی ہجری نامی۔

۸۔ ایک عدد دستی چکی۔

۹۔ ایک تانبہ کا پیالہ۔

۱۰۔ پانی بھرنے کے لئے ایک عدد چمڑے کی مشک۔

۱۱۔ کپڑا دھونے کے لئے ایک عدد تھال۔

۱۲۔ دودھ کے لئے ایک عدد پیالہ۔

۱۳۔ پانی پینے کا ایک عدد پیالہ۔

۱۴۔ ایک پشمی پردہ۔

۱۵۔ ایک عدد لوٹا۔

۱۶۔ ایک عدد مٹی کا برتن جسے صراحی (سبو) کہا جاتا ہے۔

۱۷۔ فرش پر بچھانے کے لئے ایک عدد چمڑا۔

۱۸۔ دوعدد کوزے۔

۱۹۔ ایک عدد عبا۔

جب حضرت فاطمہؓ کا جہیز جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لایا گیا تو آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور اپنے سر کو آسمان کی طرف بلند کر کے فرمایا اے خدا اس شادی کو مبارک کر کہ جس کے اکثر برتن مٹی کے ہیں۔

جناب فاطمہ زہراؓ اور حضرت علیؓ کی شادی اسلامی نمونہ کی سب سے اہم اور حساس ترین شادی ہو سکتی ہے کیونکہ حضرت فاطمہؓ کے والد جزیرۃ العرب کی بڑی شخصیت بلکہ جہان اسلام کی اہم شخصیت اور برگزیدہ پیغمبر تھے۔ لڑکی بھی بہترین اور عاقل ترین اور تربیت شدہ اور باکمال تھی۔ آپؓ رسول خداؐ کے جانشین (بقول مصنف) اور وزیر اور مشیر ہیں اور لشکر اسلام کے سپہ سالار ہیں، اس قسم کی شادی کو خاص اہتمام اور شان وشوکت کے ساتھ منعقد ہونا چاہیے تھا لیکن یہ تقریب بہت سادگی سے انجام پذیر ہوئی اسلام کی مثالی خاتون کا جہیز جو مہیا کیا گیا وہ آپ ملاحظہ کر چکے ہیں اس سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ یہ مختصر جہیز بھی خود حضرت زہراؓ کے حق مہر سے خریدا گیا یوں نہیں کیا گیا کہ حق مہر کو محفوظ کر لیا گیا ہو اور لڑکی کے باپ نے ہزاروں مصائب اور دوسرے اپنی لڑکی کے لئے جہیز اپنی جیب سے مہیا کیا ہو۔

پیغمبر خداؐ جیسے بھی ہوتا اگرچہ قرض ہی لے کر کیوں نہ ہوتا یوں کر سکتے تھے۔ لیکن پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جہیز میں مقابلہ اور زیادتی کے معاشرے پر مرتب ہونے والے ضرر اور مفاسد کا علم تھا اور آپ کو علم تھا کہ اگر مسلمان اس مصیبت میں گرفتار ہو گئے تو انہیں عمومی فقر اور اقتصادی دیوالیہ اور کثرت طلاق کا سامنا کرنا پڑے گا اور جوانوں میں شادی کرنے کا رجحان کم ہو جائے گا اور روز بروز بے زن جوانوں اور بے شوہر لڑکیوں کی زیادتی اور جرائم اور جنایات کی کثرت مختلف قسم کے فحشا اور اعصابی بیماریوں کا وجود میں آنا جیسے مصائب میں گرفتار ہونا پڑے گا اسی لئے اس مثالی شادی کہ جس کے منتظمین اسلام کی پہلی شخصیت تھیں کمال سادگی سے عمل میں لائی گئی، تا کہ یہ ملت اسلامیہ اور مسلمانوں کے زمام داروں کے لئے عملی درس واقع ہو۔

حضرت علیؓ بھی ان کوتاہ فکر جوانوں میں سے نہ تھے کہ جو مال اور دولت کے اکٹھے کرنے کے

لئے شادی کرتے ہیں کہ اگر جہیز میں کچھ کمی ہو تو ہر روز اپنی بیوی کے لئے دردِ سر بنے رہتے ہیں۔

حضرت علیؓ ملت اسلامی کے امام و پیشوا تھے اور چاہتے تھے کہ اس قسم کے غلط افکار سے مبارزہ کیا جائے مال اور دولت آپ کی نگاہ میں کچھ قیمت نہ رکھتے تھے۔ امام ابوبکر سیوطیؒ اپنی تصنیف ''لطائف البستانین'' میں فرماتے ہیں کہ مدینہ طیبہ کے منافقوں میں سے ایک منافق نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کریم کو حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہما سے نکاح کرنے پر طنز کیا اور کہا اے علیؓ آپ تو معدن علم و فضل ہیں اور آپ کا شمار تو شجاعان میں ہوتا ہے۔ آپ کو بھلا اس نکاح سے کیا حاصل ہوا۔ اگر آپ نے میری بیٹی سے نکاح کیا ہوتا تو میں آپ کے گھر کے باہر جہیز میں دیئے اونٹوں کی قطار کھڑی ہوتیں۔ جو میری بیٹی جہیز میں لے کر آئی ہوتی۔ حضرت علی نے جواب دیا:

الحکم للہ العلی الکبیر.

یہ اللہ کا حکم تھا جو عظیم و برتر ہے۔

ہمیں اللہ کریم کی رضا کی خواہش ہے جبکہ ہم دنیاوی مال و متاع کی حاجت نہیں رکھتے اور نہ ہی خواہش ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کریم کا یہ دانشمندانہ ارشاد سن کر وہ منافق خاموش ہو کر ایک طرف چلا گیا۔ اسی وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کریم نے ایک غیبی آواز سنی کہ اے علی ذرا سر اُٹھا کر اللہ کریم کی قدرت کا نظارہ تو کرو اور یہ دیکھو کہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا جہیز کیا ہے اور انکی قدر و منزلت کیا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کریم نے جو سر اقدس اٹھا کر دیکھا تو آپ کو عرش و فرش کے درمیان جنت کے اونٹوں کی قطاریں در قطاریں مشک و عنبر اور زر و جواہر سے لدی کھڑی دکھائی دیں۔ آپؓ نے دیکھا کہ ہر ناقہ کے ہمراہ ایک غلام اور ایک کنیز بھی موجود ہے۔ آپؓ کو اسی وقت ندا آئی کہ اے علی:

هذا جهاز فاطمة بنت محمد صلى الله عليه وسلم.

یہ فاطمۃ الزہراؓ بنت محمد ﷺ کا جہیز۔

''ایک روز حضور اکرمؐ نے حضرت سلیمانؑ کا واقعہ بیان فرمایا کہ انہوں نے اپنی بیٹی کے

جہیز میں بے شمار چیزیں اور اسباب دیا تھا اور اپنے داماد کو دینے کے لئے ایک تاج بھی بنوایا تھا کہ جس میں سات سو قیمتی موتی جڑے ہوئے تھے۔

حضرت علیؓ یہ واقعہ سن کر جب گھر تشریف لائے تو انہوں نے تمام قصہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ کو سنا دیا۔ جب حضرت فاطمۃ الزہراؓ نے یہ قصہ حضرت علیؓ کی زبانی سنا تو انکے دل میں یہ خیال جاگزیں ہوا کہ شاید حضرت علیؓ نے اس وجہ سے یہ قصہ گھر میں مجھے سنایا ہے کہ ایک پیغمبر حضرت سلیمانؑ تھے اور ایک پیغمبر آنحضور ﷺ ہیں۔ انہوں نے اپنی بیٹی کو کیا دیا اور آنحضور ﷺ نے اپنی بیٹی کو کیا دیا۔

رات کو حضرت علیؓ نے خواب میں دیکھا کہ جنت الفردوس میں سیدہ فاطمۃ الزہرا جواہر نگار تخت مرصع پر بصد عزت و تمکنت تشریف فرما ہیں اور کنیزیں بصد احترام و ادب دست بستہ سیدہ کے حضور حاضر ہیں۔ ان میں سے ایک لڑکی حسن و جمال کا مرقع تھی اور اس کا حسن و جمال اور شان و شوکت حوروں کے حسن و جمال پر غالب تھا۔ وہ لڑکی اپنے ہاتھوں میں دو طشت تھامے کھڑی تھی۔ ایک ہاتھ میں اس نے موتیوں کا طشت اٹھار کھا تھا اور دوسرے ہاتھوں میں جواہرات کا طشت اٹھار کھا تھا۔ وہ لڑکی سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کی طرف بڑی حسرت اور ذوق و شوق سے دیکھ رہی تھی اور اس کی نگاہوں میں یہ حسرت تھی کہ اے کاش سیدہ فاطمہؓ ایک مرتبہ ہی اس کی طرف دیکھ لیں۔ حضرت علیؓ نے یہ دیکھا تو سیدہ فاطمۃ الزہراؓ سے دریافت کیا کہ وہ لڑکی کون ہے۔ جس کے جواب میں سیدہ نے فرمایا کہ یہ حضرت سلیمانؑ کی بیٹی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے میری خدمت پر مامور فرمایا۔ حضرت علیؓ نے جب صبح یہ خواب حضرت فاطمہ کو سنایا تو وہ مطمئین ہو گئیں۔[61]

عین شادی کے موقع پر جہیز دینا لازم نہیں

حضرت خیثمہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کا نکاح کر دیا پھر اسے تیار کر کے اس کے خاوند کی طرف بھیج دیا حالانکہ اس خاوند نے اسے کوئی چیز نہ دی تھی۔

اسی طرح بعد کے ادوار میں بھی کہیں اس کا تذکرہ نہیں ملتا کہ عین شادی کے موقعہ پر سامان جہیز دینے کا رواج رہا ہو۔ امام غزالی نے لکھا ہے کہ حضرت بلالؓ اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہما ایک

قبیلے کے پاس آئے اورانہیں پیغام نکاح دیا۔ انہوں نے پوچھا تم کون ہو۔ ان دونوں صحابہؓ نے جواب دیا کہ ہم گمراہ تھے اللہ نے ہمیں ہدایت نصیب فرمائی، ہم مملوک تھے اللہ نے ہمیں آزاد فرمایا اور ہم مفلوک الحال تھے اللہ نے ہمیں غنی بنایا اگر تم ہم سے اپنی لڑکیوں کی شادی کر دو تو الحمد للہ اور اگر نہ کردو تو سبحان اللہ۔ ان لوگوں نے کہا کہ (گھبراؤ نہیں) تمہاری شادی کر دی جائے گی۔ اور سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔۶۲

امام غزالی اس واقعہ سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ کسی نے بھی جہیز کا ذکر نہیں کیا۔ نہ مردوں نے اور نہ ہی لڑکیوں کے اولیاء نے۔ وہ اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ جہیز یعنی گھر کے ضروری مال و اسباب کا مہیا کرنا خاوند کی ذمہ داری ہے۔ وہ تو خاوند نے مہیا کرنا ہی ہے۔ اس کی تائید میں وہ یہ روایت بیان کرتے ہیں جو مشکوۃ میں موجود ہے۔

بخاری نے اس سلسلے میں دو روایات بیان کی ہیں۔ یہ روایات باب قول النبی صلعم (من استطاع من کم الباء ة فلیتزوج وھل یتزوج من لا أرب له فی النکاح) اور باب من لم یستطع الباء ة فلیصم۔٦

مشہور تابعی حضرت سعید بن المسیبؒ کے پاس ایک آدمی آیا جایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ کئی دن غائب رہا اور کافی عرصے کے بعد آیا تو حضرت سعیدؒ نے غائب رہنے کی وجہ دریافت کی۔ اس نے بتایا کہ اس کی بیوی فوت ہو گئی تھی لہٰذا مصروف رہا۔ حضرت سعیدؒ نے اس سے پوچھا "کیا تُو نے کوئی دوسری شادی کر لی ہے؟" اس نے بتایا کہ "میں فقیر ہوں مجھے کون رشتہ دے گا؟" حضرت سعید نے دو درہم مہر کے عوض وہیں اس کا نکاح اپنی بیٹی سے کر دیا۔ وہ آدمی جب گھر چلا گیا تو شام کو خود اپنی بیٹی کا ہاتھ پکڑ کر اس کے گھر چھوڑ آئے۔ حضرت سعید نے اپنی بیٹی کا یہ رشتہ خلیفہ وقت کو بھی نہیں دیا تھا۔۶۴

اس واقعے سے بھی یہ بات ثابت ہوئی کہ شادی کے موقع پر خاوند یا بیوی کی طرف سے سامان جہیز دیا جانا ضروری نہیں۔ اور نہ ہی یہ کوئی نکاح اور شادی کا لازمہ ہے۔ ورنہ سعید بن مسیتب جیسے متبع سنت تابعی اس کی خلاف ورزی نہ کرتے۔

مروجہ جہیز سنت نہیں

مروجہ جہیز یعنی شادی کے موقعہ پر والدین کا اپنی گرہ سے سامان جہیز خرید کر لڑکی کے ساتھ بھیجنے کو عموماً سنت نبوی تصور کیا جاتا ہے حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ اس مغالطہ کا باعث وہ روایت ہے جسے محدثین قریباً ایک جیسے الفاظ کے ساتھ لائے ہیں۔ سنن نسائی کے الفاظ یہ ہیں:

عن علی رضی اللہ عنہ قال جهز رسول الله فاطمة فی خميل و قربة و وسادة حشوها اذخر.[65]

حضرت علی المرتضیٰؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب فاطمہ الزہراء کا جہیز تیار کیا ایک چادر مشکیزے اور ایک تکیے میں جس میں اذخر گھاس بھرا ہوا تھا۔

اس روایت سے "مروجہ جہیز" کو سنت نبوی سمجھنا غلط ہے۔

سنن ابن ماجہ میں ہے۔

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اتى عليا وفاطمة وهی فی خيل لهما والخميل القطيفة البيضاء عن الصوف قد كان رسول الله صلى الله على وسلم جهزهما بها.[66]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی اور حضرت فاطمہؓ کے ہاں تشریف لائے وہ دونوں اس وقت اون کی سفید چادر میں تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو اس چادر کے ساتھ تیار کیا تھا۔

اب اگر جھز کا معنی جہیز لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ نے بیٹی کے علاوہ اپنے داماد کو بھی جہیز دیا۔ جو عقلاً اور نقلاً غلط ہے۔

عن عائشه و ام سلمة قالتا امرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ان نجهز فاطمة حتى ندخلها على على نعمد نا الى البيت نفرشناه ترابا لينا من اعراض البطحاء الخ.[67]

حضرت عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم فاطمۃ الزہراء کو تیار کر کے علی المرتضیٰ کے پاس داخل کر دیں چنانچہ ہم اس تیاری کے ضمن میں گھر کی طرف متوجہ ہوئیں اسے سرزمین بطحا کی نرم مٹی سے پلستر کیا۔ اس کے بعد گھر کی دوسری تیاری کا تذکرہ ہے۔

اب اس روایت میں بھی جھز کا معنی ''جہیز'' دینا کسی قیمت پر نہیں لیا جا سکتا۔

غزوہ خیبر کے موقعہ پر ام المؤمنین حضرت صفیہ بنت حیی کے ساتھ دوران سفر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کا تذکرہ یوں ہے۔

حتی اذا کان بالطریق جھز تھا لہ ام سلیم فاھد تھا الیہ من اللیل الخ ۶۸

جب آپؐ نے رستے میں قیام کیا تو حضرت ام سلیم نے آپؐ کے لیے حضرت صفیہؓ کو تیار کیا اور رات کے وقت آپؐ کے پاس بھیج دیا۔

اب یہاں بھی جھز کا معنی ''جہیز دینا'' نہیں لیا جا سکتا۔ مروجہ جہیز کو سنت نبوی سمجھنا اس لیے بھی صحیح نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر تینوں صاحبزادیوں کو اتنا سامان بھی نہیں دیا گیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمۃ للعالمین اور عادل و منصف ذات سے یہ بات بعید ہے کہ آپ اپنی اولاد مبارکہ میں کسی قسم کا ترجیحی سلوک روا رکھیں۔ جہاں تک ظاہری معاملات کا تعلق ہے ان میں کسی لڑکی یا لڑکے کو دوسری اولاد پر ترجیح دینا خلاف شرع ہے۔ آپؐ ہی کا ارشاد ہے:

ساووا بین اولادکم فی العطیۃ فلو کنت مفضلا احد الفضلت النساء.. ۶۹

تم عطیہ دینے میں اولاد کے درمیان برابری کرو۔ اگر کسی کی تفضیل یا ترجیح جائز ہوتی تو میں عورتوں کو فضیلت دیتا۔

اس سے بھی واضح ایک روایت یوں ہے

حضرت نعمان بن بشیر کہتے ہیں میرے والد (بشیر) نے مجھے بطور ہبہ کوئی چیز عطا کی۔ میری والدہ نے ان سے کہا کہ اس ہبہ پر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بناؤ چنانچہ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور عرض کی یا رسول اللہ اس لڑکے کی ماں نے مجھ سے

مطالبہ کیا کہ میں اسے بطور ہبہ کچھ دوں۔ چنانچہ میں نے اس کے نام ہبہ کردیا اب کہتی ہے کہ میں اس ہبہ پر آپ کو گواہ بناؤں آپ ﷺ نے پوچھا کیا تم نے تمام اولاد کو اسی طرح ہبہ کیا ہے جس طرح اس لڑکے کو کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا تب مجھے اس پر گواہ نہ بنا کیونکہ میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا۔ تمام اولاد کا تجھ پر یہ حق ہے کہ تو ان میں برابری کرے۔٭ ے

معلوم ہوا کہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا جہیز (اگر اسے جہیز کا نام دیا جاسکے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی عطیہ نہ تھا ورنہ آنجناب باقی صاحبزادیوں کو بھی ضرور عنایت فرماتے۔

رسم جہیز، ہندو معاشرت کی پیداوار

ہندوستان میں زیادہ تر مغل فرمانروا شہنشاہ اکبر اور دکن میں سلطان محمد قلی قطب شاہ نے مسلمانوں اور ہندوؤں کو ملانے، آپس میں اتحاد اور اتفاق پیدا کرنے اور یگانگت کی فضا قائم کرنے کے لیے بہت سی ہندی رسومات کو اپنا لیا تھا اور یک جہتی پیدا کرنے کی خاطر ایسے رسومات اختیار کرنے لگے جن کا اسلامی تہذیب یا مسلمانوں میں پہلے سے کہیں وجود نہیں تھا مثلاً نکاح اور شادی کے موقعہ پر رسم مہندی رتجگا، مانجھا، جلوہ اور بری وغیرہ وغیرہ۔ انہی رسومات میں ایک رسم مروجہ جہیز کی تھی۔ ہندو چونکہ لڑکیوں کو اپنی جائیداد میں سے حصہ نہیں دیتے تھے اس لیے شادی کے وقت اکٹھا ہی جو کچھ میسر ہو سکا "جہیز" کے نام سے لڑکی کے حوالے کر دیا۔ ہندوؤں کی دیکھا دیکھی آہستہ آہستہ یہ رسم مسلمانوں میں بھی جڑ پکڑنے لگی حتی کہ شادی کا "جزو لاینفک" بن گئی اور غریب والدین کے لیے مستقل دردسر بن گئی جس نے اب آسان دین کے آسان احکام میں اتنی تنگی پیدا کر دی ہے کہ بظاہر چھٹکارے کی کوئی صورت ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

اس رسم کے مسلمانوں میں آجانے کی وجہ سے متاخرین فقہاء کے فتاوٰی میں جہیز کے سلسلے میں چند جزوی احکامات ملتے ہیں ورنہ قرآن مجید میں، کتب احادیث میں، متقدمین فقہاء کی کتابوں میں مروجہ جہیز کا وجود ہی نہیں۔ صحاح ستہ، معروف کتب احادیث اور چاروں ائمہ فقہاء کی امہات الکتب میں "باب الجہیز" کے عنوان سے کوئی باب نہیں اگر یہ کوئی شرعی حکم ہوتا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ جہاں

نکاح سے متعلق دیگر احکامات مثلاً نان ونفقہ، مہر، بہتر معاشرت، طلاق عدت وغیرہ تفصیلاً بیان ہوئے وہاں ''جہیز'' کا بیان نہ ہوتا۔

جہیز دینا خاوند کی ذمہ داری ہے

بیوی کی جملہ جائز ضروریات اور اخراجات کا شرعاً ذمہ دار خاوند ہے۔

ہدایہ میں ہے:

النفقة واجبة للزوجة علی زوجها مسلمة كانت او كافرةً اذا سلمت نفسها الیٰ منزله فعليه نفقتها وكسوتها وسكناها والاصل فی ذالک قولهٗ تعالیٰ لينفق ذو سعةٍ من سعته. اھ

بیوی مسلمان ہو یا اہل کتاب اس کا ہر قسم کا خرچہ خاوند پر واجب ہے جب کہ وہ (بیوی) اپنے آپ کو خاوند کے سپرد کر دے اور اس کے گھر منتقل ہو جائے اِس خرچہ میں اس کی خوراک، لباس اور رہائش کے لیے مکان داخل ہے۔ اور اس حکم کی بنیاد اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ وسعت والے کو اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرنا چاہیئے۔

بیوی ہوتے ہوئے سکنٰی (رہائش کے لیے مکان) کا دینا تو واجب ہے ہی بعد از طلاق بھی دوران عدت بیوی کے لیے سکنٰی مہیا کرنا لازمی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَسۡكِنُوۡهُنَّ مِنۡ حَيۡثُ سَكَنۡتُمۡ مِّنۡ وُّجۡدِكُمۡ. (الطلاق: ٦)

''ان (مطلقات) کو اپنی حیثیت کے موافق رہنے کا مکان وہ جہاں تم رہتے ہو''۔

ظاہر ہے جب رہنے کا مکان خاوند کے ذمہ ہے تو ایک مکان میں رہنے کے لیے جن چیزوں کی ضرورت ہو سکتی ہے اور اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے اور سونے کے لیے جن اشیاء کا استعمال میں لانا ضروری ہے اور جن کو ہماری اصطلاح میں ''جہیز'' کہا جاتا ہے وہ بھی خاوند ہی کے ذمہ واجب ہوں گی۔ الاحوال الشخصیہ میں عصر حاضر کے مشہور فقیہہ محمد ابو زہرہ ''متاع البیت'' کے عنوان سے فقہاء حنفیہ کی رائے بتاتے ہوئے رقمطراز ہیں:

رأی الحنفیہ' وهو ان اعداد البیت علی الزوج لان النفقة بکل انواعها من، مطعم او ملبس ومسکن علیه واعداد البیت من المسکن مکان بمقتضی هذا الاعداد علی الزوج اذا النفقة بکل انواعها تجب علیه والمهر لیس عوض الجهاز لانه عطأ ونحلة کما سماه القرآن فهو ملک خالص لها و هو حقها علی الزوج بمقتضی احکام الزواج ولیس ثمه من مصادر الشریعة ما یجعل المتاع حقا علی المرء ة ولا یثبت حق من حقوق الزواج من غیر دلیل.۲؎

''حنفی فقہاء کی رائے یہ ہے کہ گھر (اور گھریلو سامان) کی تیاری خاوند کے ذمہ ہے کیونکہ ہر قسم کا خرچہ مثلاً کھانا، لباس اور رہائش کی جگہ دینا اس پر واجب ہے اور گھریلو ساز و سامان (جسے عرف عام میں جہیز کا نام دیا جاتا ہے) رہائش کے مکان میں داخل ہے۔ پس اس اعتبار سے گھریلو ساز و سامان کی تیاری خاوند پر واجب ہوئی۔ حق مہر جہیز کا عوض نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ صرف اور صرف عطیہ ہے جیسا کہ قرآن مجید نے اس کا نام نحلۃ (عطیہ) رکھا۔ وہ خالصۃً بیوی کی ملک ہے اور خاوند پر اس کا حق ہے۔ مصادر شریعت میں سے کوئی ایسی دلیل نہیں جس کی بنیاد پر گھریلو ساز و سامان کی تیاری کو عورت کا حق قرار دیا جا سکے۔ اور بغیر کسی دلیل کے کبھی کوئی حق ثابت نہیں ہوتا۔''

مالکی فقہاء کے نزدیک اگرچہ جہیز کے سامان کی تیاری عورت کے ذمہ ہے تاہم اس میں بھی یہ وضاحت ہے کہ وہ یہ سامان پیشگی رقم مہر سے بنائے گی نہ کہ اپنے ذاتی مال یا والدین کے مال سے۔ اگر خاوند کی طرف سے پیشگی کوئی رقم رخصتی سے قبل اس کے پاس نہ بھیجی جائے تو اس پر سامان جہیز لازم نہیں ہے۔ فان لم تکن قد قبضت شئیا من المهر فلیس علیها جهاز۔۳؎

السید سابق نے اسی چیز کو مزید وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

واما المسئول عن اعداد البیت اعدادًا شرعیًا، وتجهیز کل ما یحتاج له من الاثاث و الفرش والادوات فهو الزوج والزوجة لا تسأل عن شیء

عن ذالک حتی ولو کانت زیارة المهر من اجل الاثاث ' لان المهر انما تستحقه الزوجة فی مقابل الاستقاع بها' لا من اجل اعداد الجهاز لبیت الزوجیة ' فالمهر حق خالص لها' لیس لا بیها ولا لزوجها' ولا لا حد حق فیه. [42]

''گھر کی شرعی تیاری اور گھر کے لیے ہر اس چیز کا مہیا کرنا جس کی احتیاج ہوتی ہے مثلاً سامان، بستر سے اور برتن کا مسئول (ذمہ دار) خاوند ہے۔ ان اشیاء ضرورت میں سے کسی بھی شئے کے متعلق عورت سے سوال نہیں کیا جائے گا۔ حتی کہ اگر مہر کی رقم سامانِ بیت کی نیت سے زیادہ رکھی جائے تو بھی عورت پر سامان بیت لازم نہیں کیونکہ مہر کی رقم اس عورت سے فائدہ اٹھائے جانے کے مقابلے میں ہے نہ کہ سامان جہیز کی تیاری کے لیے مہر صرف اور صرف اسی کا حق ہے جس میں نہ اس کے والد، نہ اس کے خاوند اور نہ ہی کسی اور شخص کا حق ہے۔''

لڑکی یا اس کے والدین سے جہیز کا مطالبہ ناجائز ہے

یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ سامانِ جہیز خاوند کی ذمہ داری ہے اور وہ جملہ ضروری گھریلو اشیاء کے مہیا کرنے کا پابند ہے۔ لہٰذا خاوند کو اس بات کا قطعاً حق نہیں جس پر فریقین (میاں، بیوی) راضی ہو چکے۔

نکاح تجارت نہیں

نکاح شریعت کی نگاہ میں محض شہوات کی تسکین کا ذریعہ نہیں۔ اس عقد سے متعدد دینی دنیاوی ظاہری باطنی جسمانی روحانی معاشی معاشرتی اور عمرانی فوائد مقصود ہیں۔ قرآن حکیم میں نکاح اولاً میاں بیوی کے درمیان اور پھر میاں بیوی کے خاندانوں کے درمیان تسکین محبت ومودت، شفقت ورحمت اور تعلق ونسبت کا ایک مؤثر سبب ہے۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے سب شادیاں اسی نقطہ نگاہ سے فرمائیں۔ یہی وجہ ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے سوا آپ ﷺ کی تمام ازواج مطہرات

بیوہ تھی۔اسلامی نقطہ نظر سے اس پاکیزہ رشتہ کو تجارت کا درجہ دے دینا یا ذریعہ آمدن بنالینا جائز نہیں۔

تمام کتب احادیث میں کتاب النکاح کے اندر ایسی بہت سی روایات ملتی ہیں جن میں رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دولت وثروت کے حصول کے طمع میں نکاح کرنے کو ناپسند فرمایا ہے۔جیسا کہ باب دوم میں حضرت ابو ہریرہ کی روایت بیان کی گئی کہ عورتوں کے ساتھ محض ان کے حسن و جمال کی وجہ سے نکاح نہ کرو اور نہ ہی محض ان کے اموال کے لالچ میں ان سے نکاح کرو، پھر یہ کہ نکاح سے مقصود نسل انسانی کی بقاء اور تناسل ہے نہ کہ مال و دولت۔مال و دولت حاصل کرنے کے اور بہت سے ذرائع ہیں۔الاحکام الشرعیۃ کی شرح میں لکھا ہے۔

الغرض من الزواج التناسل لا المال.۵۷

ازدواجی تعلق سے مقصود اولاد کا حصول ہے نہ کہ مال۔

لہٰذا لڑکے والوں کو یہ جائز نہیں کہ وہ لڑکی والوں کی مجبوری سے فائدہ اٹھائیں اور ان کی اس مجبوری کی وجہ سے منہ مانگا سامان جہیز وصول کریں (جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا) اور نہ ہی لڑکی والوں کے لیے جائز ہے کہ وہ لڑکے والوں کی ضرورت سے ناجائز فائدہ اٹھائیں۔

جہیز باعث تسکین نہیں

بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ عورت اگر خاوند کے گھر اپنے ساتھ سامان جہیز بھی لائے تو یہ خاوند کے لئے سکون کا سامان ہوگا۔ارشاد باری تعالیٰ

وَمِنْ اٰیٰتِہٖٓ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْٓا اِلَیْھَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّرَحْمَۃً۔ (الروم: ۲۱)

(اور اسی کی نشانیوں میں ہے کہ اس نے تمہاری ہی جنس کی بیویاں بنائیں تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور اس نے تمہارے (یعنی میاں بیوی کے) درمیان محبت و ہمدردی پیدا کر دی)

حالانکہ اس آیت مبارکہ کی رو سے بیوی باعث سکون ہے، والدین کی طرف سے سامان

جہیز کو لِتسکنو االیھا مراد لینا محض ایک مفروضۃ ہے جس کی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔

مروجہ جہیز کی معاشی و معاشرتی خرابیاں

احمد عبدالرحمٰن البنا الساعاتی نے مسند احمد کی مختصر شرح میں جہیز کے معاملے میں موجود معاشرے کی سچی تصویر کھینچی ہے۔ فرماتے ہیں۔

وقد اسرف الناس فی زماننا فیما لا حاجة الیه من امر الجهاز بقصد التفاخرو المباهاة حتی ان الفقیر لیبیع امتعة بیته ویستدین لیجهز ابنتهٔ وهذا احزام فعله. ۷۷

ہمارے زمانے کے لوگ جہیز کے معاملے ایسے اسراف اور فضول خرچی میں پڑ گئے ہیں جس کی کوئی ضرورت نہیں اور مقصد صرف اپنی بڑائی ظاہر کرنا ہوتا ہے کہ فقیر اور غریب آدمی اپنی بیٹی کو جہیز دینے کے لئے اپنے گھر کا سامان بیچنے تک کو پہنچ جاتا ہے۔ قرض کا بار اٹھاتا ہے۔ حالانکہ اس کا یہ فعل حرام ہے۔

والدین کا جہیز دینا درجہ مباح میں ہے

یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ شادی پر لڑکی کے والدین کا جہیز دینا کوئی شرعی حکم نہیں ہے۔ نہ ہی یہ لازمۂ نکاح ہے اور نہ ہی یہ سنت ہے۔ جہیز کا سامان مہیا کرنے کا ذمہ دار خاوند ہے۔ گھریلو ساز و سامان تو الگ رہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کے لیے خوشبو بھی مہر کی رقم سے منگوائی۔ یہ سب کچھ تعلیم امت کے لیے تھا ورنہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم اگر چاہتے تو احد پہاڑ کو سونا بنا کر فاطمہؓ کے جہیز میں دے دیتے۔ اس کے باوجود جب یہ رسم (والدین کا شادی کے موقعہ پر سامان جہیز دینا) ہمارے معاشرے میں آ گئی ہے۔ صرف آ ہی نہیں گئی بلکہ جڑ پکڑ چکی ہے دوسرے یہ کہ طبعی اور پدری تقاضوں کے مطابق کوئی والد نہیں چاہتا کہ وہ اپنی لختِ جگر کو ہمیشہ کے لیے گھر سے رخصت کرتے وقت بطور نشانی ساتھ کچھ نہ دے، لیکن اس کو حضرت فاطمۃ الزہراء کی پاک ذات کی طرف منسوب کر کے جو ایک مذہبی تقدس دیا جاتا ہے اور اس مذہبی تقدس کی آڑ میں جو نمود و نمائش اور اظہار دولت کیا

جاتا ہے اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے اور برتری حاصل کرنے کی جو کوشش کی جاتی ہے وہ بہر کیف غلط ممنوع خلاف شرع اور خلاف قرآن وسنت ہے۔

چند حدود و قیود

جس ہندو معاشرہ سے یہ رسم آئی تھی وہ تو اس کے بھیانک انجام کو دیکھ کر پابندیاں لگا رہے ہیں اور ہم مسلمان ہو کر اس کو تحفظ اور دوام بخش رہے ہیں۔ ہم نے اسے شادی کو ایک ایسا لازمہ تصور کر لیا ہے جس کے بغیر شادی ہی نہیں ہو سکتی۔ اور جس کی وجہ سے معاشرہ میں کئی ایک معاشی، معاشرتی اور اخلاقی برائیاں جنم لے رہی ہیں ان حالات میں جہیز پر چند پابندیاں ضروری ہیں۔

۱۔ جہیز کا سامان بقدر ضرورت ہونا چاہیئے۔ بلا ضرورت زیادہ ساز و سامان شریعت کی نگاہ میں ناپسندیدہ ہے۔

۲۔ شادی کے موقعہ پر سامان جہیز برادری یا اہل محلّہ کو دکھانے پر قطعی پابندی لگادی جائے یہی دکھاوا فساد کی بنیاد ہے۔ اسی سے مسابقت کا جذبہ اور رجحان پیدا ہوتا ہے۔

۳۔ جہیز، زیورات، کپڑے، فرنیچر، اثاث البیت ظواہر معیشت ہیں۔ اسلام میں معاشی مساوات تو نہیں مگر ظواہر معیشت اور ظاہری بود باش میں مساوات ضروری ہے۔ لہٰذا ظواہر معیشت میں مساوات قائم رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ سامان جہیز ہی نہیں بلکہ تقریب نکاح کی تمام جزئیات اور رسوم کی ادائیگی میں بھی میانہ روی کو رواج دیا جائے اور لوگوں کے سامنے زیب و زینت اور دکھلاوے سے بچا جائے۔

مرد اور عورت ایک دوسرے کے مال کی لالچ نہ کریں

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ مرد یا عورت دونوں میں سے کسی ایک کو بھی دوسرے کے مال کو حرص کی نگاہ سے نہیں دیکھنا چاہیئے۔ وہ سفیان ثوری کا قول نقل کرتے ہیں کہ جب کوئی مرد نکاح کے وقت عورت کے مال ومتاع کے بارے میں تجسس کرے کہ اس کے پاس کیا کیا ہے تو سمجھ لو کہ وہ شخص برا ارادہ رکھتا ہے۔ اور چور ہے۔ وہ لکھتے ہیں جس طرح عورت کی جانب سے زیادہ مہر کوئی قابل تحسین

بات نہیں ہے اسی طرح مرد کی جانب سے عورت کے مال کا حال معلوم کرنا نامناسب و ناپسندیدہ ہے۔ فرماتے ہیں کہ مال کے طمع کی خاطر عورت سے نکاح کرنا ناپسندیدہ ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں جب مرد اپنے سسرال والوں کو کوئی تحفہ بھیجے تو اس نیت سے نہ بھیجے کہ اس کے بدلے میں اسے اس سے زیادہ ملے گا۔ اسی طرح اگر بیٹی والے شوہر (یا اس کے خاندان) کو کچھ تحفہ میں دیں تو وہ بھی اس کی خواہش نہ کریں کہ انہیں ان کے تحفے سے زائد دیا جائے گا۔ اس کی قرآنی دلیل امام صاحب سورۃ المدثر کی آیت ولاتمنن تستکثر (اور امت احسان کرو اس نیت سے کہ زیادہ فائدہ حاصل کرو۔) (المدثر:٦) (غزالی، امام احیاء علوم الدین، اردو ترجمہ مذاق العارفین، حصہ دوم، ص ۴۸)

شادی بیاہ پر نیوتا اور تحائف کا مسئلہ:

شادی بیاہ کے موقع پر تحفے اور ہدیے بھی پیش کیے جاتے ہیں۔ ہدیہ اور تحفہ کے بارے میں شاہ ولی اللہؒ نے اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے کہ تحفہ کا مقصد اپنے بنی نوع ساتھیوں کو خوش کرنا ہوتا ہے۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا جس شخص کو کوئی تحفہ دیا جائے اسے چاہئے کہ اگر وہ استطاعت رکھتا ہو تو اس کا بدلہ دے۔ اگر بدلہ دینے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو کم از کم زبان سے شکریہ ادا کرے۔ شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ ہدیہ اور تحفہ کا مقصد لوگوں کے درمیان الفت کے رشتے کو مضبوط کرنا ہے۔ یہ تعلق اسی صورت میں قائم اور مضبوط ہو سکتا ہے کہ ہدیہ کی مانند ہدیہ دیا بھی جائے۔ ایسا کرنے سے دوطرفہ تعلقات مضبوط ہوتے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا تھادوا تحابوا۔ (تحفہ دیا کرو اس سے محبت بڑھتی ہے۔) نبی کریم نے فرمایا ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو کیونکہ ایک دوسرے کے لیے دلوں سے بغض و تعصب کو دور کرتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اگر کوئی کسی کو ایک خوشبودار پھول بھی پیش کرے تو اسے رد نہ کیا جائے۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں اگر ہم کسی کو تحفہ دے کر اس سے واپسی کا تقاضہ کریں تو نہ صرف تحفے کے مقاصد ختم ہو جاتے ہیں بلکہ تحفہ دینے سے جو محبت و خیر سگالی بڑھتی ہے، اس کے کئی گناہ زیادہ الٹے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا جو شخص اپنی دی ہوئی چیز واپس لینا ہے اس کی مثال

اس کتے کی سی ہے جو قے کر کے اسے چاٹ لیتا ہے۔ ہم ایسی بری مثال اپنے لئے پسند نہیں کرتے۔'' اس سے واپس لینے والے کی کنجوسی اور بخل کا اظہار ہوتا ہے، یا واپس لینے والے کی شخصیت کا ایک گھٹیا پہلو سامنے آتا ہے۔ ہماری شادی بیاہ کی رسوم میں یہ قباحت پیدا ہو گئی ہے۔ کہ ہم پہلے تو اپنی مالی حیثیت کو ملحوظ خاطر رکھے بغیر محض دکھلاوے اور نام و نمود اور دوسروں سے مقابلہ کی خاطر بڑھ چڑھ کر تحفے پیش کرتے ہیں۔ لیکن اس سے بھی بری اور تکلیف دہ بات یہ ہے کہ اگر خدانخواستہ ناچاقی ہو جائے تو ان تحائف کی واپسی کے تقاضے کیے جاتے ہیں ہمیں اس منفی روّیے سے بھی اجتناب کرنا ہوگا۔

مولانا عبدالماجد دریابادی نے اپنی تفسیر ماجدی میں سورۃ الروم کی آیت جس میں سود اور ربوٰ کا ذکر کیا ہے وہاں شادی بیاہ کے موقع پر نیوتا کو بھی اسی مفہوم میں لیا ہے۔

فصل چہارم

حقیقت ولیمہ

☆ ولیمہ کے لغوی اور اصطلاحی معنی:

ولیمہ کے لغوی معنی ہونے اور ملاپ کے ہیں۔

اصطلاح شریعت میں شادی کے دوسرے دن لڑکے کی طرف سے دوست احباب، عزیز و اقارب کو کھانے پر مدعو کیا جاتا ہے اسے ولیمہ کہتے ہیں۔ چونکہ میاں بیوی کے پہلی بار ملاپ کے بعد یہ دعوت دی جاتی ہے اس لئے اس دعوت کا نام ولیمہ پڑ گیا ہے۔ ''وقال عیاض فی المشارق'': الولیمة طعام النكاح'' / خاص بطعام الدخول''۔ اسے طعام العروس کہتے ہیں۔ ۸ے

ولیمہ عربوں کے معاشرے کی ایک تہذیبی و تمدنی روایت ہونے کے ساتھ ساتھ ان کی دینی و مذہبی روایت بھی تھی۔ ولیمہ تمام انبیائے کرام کی سنت نکاح بھی رہی ہے اور اس اعتبار سے اس کی سماجی حیثیت سے اس کی دینی حیثیت زیادہ ہے۔

رسول اکرم ﷺ کی زندگی میں ولیمہ کو ایک ''سنتِ مؤکدہ'' کی حیثیت حاصل ہو گئی تھی کہ نہ صرف آپ ﷺ نے اپنی تمام شادیوں میں اپنی جانب سے ولیمہ کا کھانا کھلایا بلکہ صحابہ کرامؓ کو بھی برابر

حکم فرمایا کہ وہ ولیمہ کیا کریں اور انھوں نے تعمیل بھی کی۔[79]

روایات حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ولیمہ پہلے یا دوسرے دن کرنا چاہئے، تین دن پر یا بعد میں کرنا محض ریا کاری و شہرت طلبی ہے: "قال رسول اللہ ﷺ: الولیمة اول یوم حق، والثانی معروف، والثالث ریاء وسمعة"[80]

حکمت ولیمہ:

شریعت میں نکاح کی مختلف حیثیات ہیں۔ یہ فرض و واجب بھی ہے اور سنت اور مستحب بھی ہے اسے نبی کریم نے اپنی سنت قرار دیا اس فریضہ سے سبکدوش ہو جانا اور جیون ساتھی کا میسر آ جانا اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت اور احسان عظیم ہے اس نعمت کے حصول سے دلی مسرت و شادمانی ہوتی ہے اس موقع کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے اور مسرت و خوشی کا اظہار بھی کیا جائے۔ دعوت ولیمہ اس اظہار مسرت کی عملی شکل ہے۔[81]

ولیمے کا معاشرتی پہلو:

گزشتہ سطور میں ولیمہ کے بارے میں جو احکام بیان ہوئے ہیں ان سے یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ معاشرتی ربط و تعاون اور استحکام کے لئے دعوت ولیمہ میں شرکت کو لازمی قرار دیا گیا۔ خود دعوتِ ولیمہ کا اہتمام معاشرتی ربط و تعاون بڑھانے، باہمی محبت قائم کرنے کے لئے ہے۔ پھر غرباء کو دعوت میں ضرور مدعو کرنے سے معاشرے کے غرباء کو بھی زندگی کے دھارے میں شریک کرنے کا ایک موقع ہے۔ بن بلائے ولیمہ میں جانا یا جتنے لوگ مدعو ہوں اس سے زائد اپنے اہل خانہ وغیرہ یا دوستوں کو لے جانا اخلاقی اعتبار سے بھی ناپسندیدہ ہے اور اس اعتبار سے غیر مناسب ہے کہ میزبان کے اندازے سے زائد لوگ اچانک اور بغیر بتائے لے جانا، اس کے لئے پریشانی کا باعث بن سکتا ہے۔ اس لئے نبی کریم نے اس حرکت سے سختی سے منع فرما دیا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ ولیمہ کی حکمتیں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ کی بعثت کے وقت ولیمے کا رواج تھا جس کے کئی مقاصد تھے

۱۔ ولیمہ نکاح کے اعلان کا بہترین اور موثر طریقہ ہے جس سے نکاح کی صحت کا اعلان ہوتا ہے۔

۲۔ خانگی زندگی کی بنیاد عورت ہے اس کا گھر میں آنا اللہ کی نعمت ہے۔ ولیمہ اس نعمت کا شکرانہ ہے۔

۳۔ ولیمہ میں بیوی اور اس کے خاندان کی عزت ہے۔ ولیمہ میں خرچ کرنا اس بات کا اظہار ہے کہ وہ بیوی کے خاندان کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اس سے آپس کے تعلقات خوشگوار ہوتے ہیں

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ یہ اتنی مفید رسم ہے کہ آپ ﷺ نے لوگوں کو اس کی ترغیب دلائی اور خود اس پر عمل کر کے امت کے لئے اسوۂ حسنہ قائم کیا۔ وہ مزید فرماتے ہیں، جس طرح مہر کی کوئی حد آپ ﷺ نے مقرر نہیں فرمائی اسی طرح ولیمے میں بھی خرچ کی کوئی حد مقرر نہیں فرمائی۔ ۸۲

ولیمہ کا وقت:

ولیمہ شبِ زفاف کے بعد بھی ہو سکتا ہے اور نکاح کے وقت بھی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بوقت نکاح بھی ہو سکتا ہے اور شب زفاف کے بعد بھی۔ صحیح یہ ہے کہ نکاح کے وقت سے لے کر رخصتی کے بعد تک کسی بھی وقت ہو سکتا ہے مگر اقرب الی السنۃ یہ ہے کہ رخصتی کے بعد کیا جائے۔

ولیمہ کا مسنون طریقہ:

ولیمہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ بلا تکلف و تفاخر، سادگی و اختصار کے ساتھ بقدر استطاعت جس قدر جو چیز میسر ہو خواہ مٹھائی، مشروب یا عام کھانا اس سے مہمانوں کی خاطر تواضع کی جائے یا اگر صاحب حیثیت ہے تو گوشت کا انتظام سب سے موزوں ہے۔ عہد نبوی و عہد صحابہؓ میں ایک بکری ذبح کر کے کھلا دینا بڑے سے بڑا ولیمہ اور پُر تکلف ولیمہ میں شمار ہوتا تھا۔ اگر دولہا صاحب حیثیت نہ ہو تو دوست احباب، اہل محلہ، رشتہ دار اپنا اپنا کھانا گھر سے لائیں اور ایک جگہ اکٹھا کر کے مدعوین کی خاطر مدارات کا بندوبست کریں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب آپؐ کی شادی حضرت زینب بنت جحش سے ہوئی تو آپؐ نے لوگوں کو اس موقع پر دعوت دی کہ کھانے پر آئیں۔ حدیث کے الفاظ یوں ہیں۔

(اصبح النبی بھا عروسا فدعا القوم فاصابوا من الطعام ثم خرجوا..) ۸۳

"شب زفاف کی صبح آپ ﷺ نے لوگوں کو دعوت ولیمہ دی' لوگ جمع ہوئے اور کھانا کھانے کے بعد چلے گئے"

(جب رسول اکرمؐ حضرت زینب بنت جحشؓ کے دلہا بنے تو ام سلیم نے مجھ سے کہا کہ کیوں نہ ہم حضور صلعم کو کوئی ہدیہ دیں میں نے کہا ضرور دو۔ چنانچہ کھجور، گھی اور پنیر کا ملیدہ بنا کر ایک ہانڈی میں میرے ہاتھ حضورؐ کے پاس بھیجا میں اسے لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ اسے رکھ دو۔ پھر مجھ سے چند افراد کا نام لے کر فرمایا کہ انہیں بلاؤ اور تمہیں جو بھی مل جائے اِسے بلا لو میں نے آپؐ کے حکم کے مطابق کیا۔ جب میں واپس آیا تو آپؐ کا گھر لوگوں سے بھرا ہوا تھا میں نے دیکھا رسول پاکؐ اپنا ہاتھ ملیدہ پر رکھے ہوئے ہیں اور اللہ نے جو چاہا آپؐ نے اُس پر پڑھا۔ اُس کے بعد دس دس آدمیوں کو وہ ملیدہ کھانے کے لئے آپؐ بلانے لگے آپؐ اِن سے فرماتے جاتے کہ پہلے اللہ کا نام پڑھ لو اور ہر شخص اپنی طرف سے کھائے۔ اِس طرح وہ تمام ملیدہ کھا کر الگ ہو گئے۔)

نبی کریم صلعم نے صحابہ کو ولیمہ کرنے کا حکم دیا۔

اَلولیمةُ حق. وَقَالَ عبدالرّحمن بن عوفٍ قال لی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اولم ولو بشاةٍ . ۸۴

ولیمہ کرنا ضروری ہے۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری ہی ہو۔

ولیمہ حضرت عائشہ صدیقہؓ:

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ ان کے ساتھ عروسی کے موقع پر رسول اللہؐ نے کوئی ولیمہ نہیں کیا۔ البتہ حضرت سعدؓ بن عبادہ کے یہاں سے ہدیہ میں ایک دودھ کا پیالہ آیا۔ جس میں تھوڑا سا رسول اللہؐ نے پیا اور باقی حضرت عائشہؓ نے نوش فرمایا۔ ۸۵

حضرت اسماءؓ بنت یزید' حضرت عائشہؓ کی ایک سہیلی بیان کرتی ہیں کہ میں اس وقت موجود تھی کہ رسول اللہؐ نے پیالہ سے تھوڑا سا دودھ پی کر حضرت عائشہؓ کی طرف بڑھایا تو وہ شرمانے لگیں' میں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کا عطیہ واپس نہ کرو۔ انہوں نے شرماتے شرماتے لے لیا اور ذرا سا پی کر رکھ

دیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اپنی سہیلیوں کو دو۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! اس وقت ہم کو اشتہا نہیں، فرمایا: جھوٹ نہ بولو آدمی کا ایک ایک جھوٹ لکھا جاتا ہے۔86

حضرت زینبؓ کا ولیمہ:

عَن انس قال ما اولم النبی علی شی مِنْ نسائه ما اَوْ لَمَ عَلٰی زَیْنَبَ اَوْلَمْ بِشَاۃٍ.87

''حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنا شاندار ولیمہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح میں کیا اتنا اپنی کسی شادی میں بھی نہیں کیا۔ حضرت زینبؓ کے نکاح میں ایک بکری کے ساتھ ولیمہ کیا۔''

حضرت صفیہؓ کا ولیمہ:

عن انس قال اقام النبی صلی اللہ وسلم بین خیبر ولمدینة ثلاثاً لیال یبنی علیه بصفیة بنت حیّ فدعوت المسلمین علٰی ولیمتہٖ فیما کان فیها من خبز ولا لحمٍ امر بالانطاع فالقی فیها من التمر والا قط والسمن فکانت ولیمتہٗ. 88

''حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ اور خیبر کے درمیان حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین رات قیام فرمایا اور وہاں پر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے شادی ہوئی۔ پھر میں نے مسلمانوں کو ولیمہ کی دعوت دی، دونوں جہاں کے بادشاہوں نے اپنے اس ولیمہ میں نہ روٹی کا انتظام فرمایا اور نہ گوشت کھانے کو دیا بلکہ آپ نے چمڑے کے دستر خوان بچھانے کا حکم دیا۔ دستر خوان پر کچھ کھجوریں، کچھ پنیر کے ٹکڑے اور گھی چن دیا گیا اس کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا''۔

عن اُمه صفیة بنت شیبة قالت اولم النبی صلی اللہ علیه وسلم علٰی بعض نسائِه بمدین من شعیر۔89

''حضرت صفیہ بنت شیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعض

بیویوں کا ولیمہ صرف دو سیر جو کے ساتھ کر دیا۔"

حضرت انسؓ سے روایت ہے رسول پاکؐ خیبر سے روانہ ہوئے تو آپ نے حضرت صفیہؓ کو اپنے پیچھے بٹھا لیا پھر آپ ایک منزل پر ٹھہرے اور اُن سے خلوت کی، صبح کو فرمایا جس کے پاس کھانے پینے کی بچی ہوئی چیزیں ہوں وہ ہمارے پاس لے آئے، چنانچہ کوئی ستو لایا، کوئی کھجوریں لایا اور کوئی گھی لے آیا اس طرح اچھا خاصا کھانے پینے کا سامان جمع ہو گیا پھر لوگوں نے حیس بنایا اور آپؐ کے ساتھ تناول کیا۔۹۰

حضرت فاطمہؓ کا ولیمہ:

حضرت فاطمہ کی رخصتی کے بعد حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کی طرف سے دعوت ولیمہ کا اہتمام فرمایا۔ آپ ﷺ نے جو اشیا اس مقصد کے لئے منگوائی تھیں ان سب کا مالیدہ تیار کرنے کا حکم دیا اور پھر حضرت علیؓ سے فرمایا کہ باہر جا کر جو مسلمان بھی ملے اسے اندر لے آؤ۔ چنانچہ بہت سے مہاجرین وانصار کو اس بابرکت دعوت میں شریک ہونے کی سعادت ہوئی۔ جب مہمانوں نے کھانا کھا لیا تو آپ ﷺ نے ایک پیالہ کھانا حضرت علیؓ کو اور ایک سیدہ فاطمہ الزہراء کو مرحمت فرمایا۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ انصاری سے روایت ہے کہ میں علیؓ و فاطمہؓ کی دعوتِ ولیمہ میں حاضر تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اس سے بہتر اور عمدہ دعوت ولیمہ کسی کی نہیں دیکھی۔ رسول ﷺ نے ہمارے لئے گوشت اور چھوہارے سے کھانا تیار کرایا۔ جب کھانا تیار ہو گیا تو آپ ﷺ نے مدینہ کے لوگوں کو بلا بھیجا اور اپنے دست مبارک سے مہمانوں میں تقسیم فرمایا۔۹۱

دعوت ولیمہ کا قبول کرنا:

جس طرح دعوت ولیمہ کرنا سنت ہے اسی طرح دعوت ولیمہ قبول کرنا بھی سنت ہے۔

عن عبداللہ بن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا دعی احدکم الی الولیمة فلیاتها. ۹۲

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب تم ولیمہ کی دعوت میں بلائے جاؤ پس چاہیئے کہ اس میں شرکت کرو"۔

اگر عمومی طور پر سب لوگ یہ انداز اختیار کر لیں کہ وہ ایک دوسرے کی دعوت کو قبول نہ کریں تو اس سے معاشرتی خیر سگالی ختم ہو جائے گی۔ جس کی دعوت قبول نہ کی جائے وہ اپنی ہتک محسوس کرے گا اس سے افراد کے درمیان نفرت اور دوری پیدا ہو گی لوگوں میں باہمی فاصلے زیادہ ہوتے جائیں گے اور ایک دوسرے کی غمی خوشی میں الگ تھلگ رہنے کا رجحان بڑھے گا۔ بعض دنیاوی اعتبار سے بڑے اور صاحب حیثیت لوگ اپنی بڑائی کی خاطر اور بعض صوفی اور متقی حضرات اپنے تقویٰ کی خاطر چھوٹے اور کم حیثیت لوگوں کے ہاں دعوت میں جانا اور ان کے ہاں کھانا کھانا باعث عار اور اسے اپنی توہین سمجھتے ہیں۔ اسی طرح بعض لوگ اپنے فریق مخالف کے ہاں دعوت قبول کرنے اور جانے سے انکار کر دیتے ہیں یہ تمام لوگ شریعت کی رو سے خدا اور رسول کے نافرمان ہیں۔

من لم یجب الدعوۃ فقد عصی اللہ ورسولہ ومن ترک الدعوۃ فقد عصی اللہ رسولہ۔ ۹۳

"جس نے دعوت کو قبول نہ کیا اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ جس نے دعوت کو چھوڑ دیا اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی"۔

ولیمہ کتنے دن تک کیا جا سکتا ہے؟

بخاری شریف میں امام بخاری نے ایک باب قائم کیا ہے جس کا عنوان ہے باب حق اِجابَۃِ الولیمۃ والدعوۃ وَمن اولم سبعۃ ایام ونحوہٗ ولم یوقۃ النبی یوماً ولا یومَین ولیمہ کی دعوت کو قبول کرنے کا حق۔ نبی کریمؐ نے سات روز بعد تک بھی ولیمہ کیا اور ایک دن یا دو دن میں اسے محدود نہیں کیا۔ ۹۴

دعوت ولیمہ میں عورتوں اور بچوں کو لے جانا:

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ انصار کی عورتوں اور بچوں کو دعوت ولیمہ سے آتے دیکھ کر نبی کریمؐ خوشی کے باعث ٹھہر گئے اور فرمایا خدایا! تم لوگ مجھے اور آدمیوں سے زیادہ محبوب ہو۔ ۹۵

نئی دلہن کا دعوت ولیمہ میں مہمان مردوں کی خدمت کرنا:

اس بات میں شرعی اور معاشرتی اعتبار سے کوئی قباحت نہیں کہ نئی بیاہتا دلہن ولیمہ کے دن مہمانوں کی خدمت کرے۔ اگرچہ ہمارے ماحول میں عملاً ایسا ہوتا نہیں ہے، تاہم اگر ایسا کرلیا جائے تو اس میں کوئی قباحت نہیں۔

سعید بن ابی مریم سے روایت ہے کہ جب ابو اسید ساعدی نے شادی کا کھانا کھلایا تو آنحضرتؐ اور صحابہ کرامؓ کو دعوت دی۔ اس موقع پر کھانا ان کی دلہن ام اسیدؓ نے ہی تیار کیا اور انہوں نے ہی سب کے سامنے رکھا۔ انہوں نے رات کے وقت کھجوریں بھگودی تھیں اور جب آنحضورؐ کھانے سے فارغ ہوئے تو انہوں نے اسی کا شربت بنایا اور رسول پاکؐ کے سامنے پینے کے لئے پیش کیا۔96

روزہ رکھنے کے باوجود دعوت ولیمہ میں شرکت:

ابوہریرہ سے روایت ہے رسول اللہ صلعم نے فرمایا جب تمہیں ولیمہ میں دعوت دی جائے تو اسے قبول کرو۔ اگر روزہ رکھا ہو تو دعا کرو اور روزہ نہ ہو تو کھانا کھالو۔97

اس کا مطلب یہ ہے کہ ولیمہ کی دعوت میں شریک ہونا کھانا کھانے کیلئے ہی نہیں ہوتا بلکہ کسی کی خوشی میں شریک ہونا اصل مقصد ہے۔ کھانا نہ بھی کھایا جائے تب بھی محض اس موقع پر شرکت سے معاشرتی روابط مضبوط ہوتے ہیں۔

حضرت نافعؒ فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ شادی وغیرہ کی دعوتوں میں روزہ دار ہونے کے باوجود چلے جاتے تھے۔98

حضرت عیاض نے کہا کہ ہمارے اصحاب نے اہل ثروت کے لئے ایک ہفتہ تک ولیمہ کو مستحب قرار دیا ہے مگر یہ اس طرح کہ ایک ہی آدمی کو بار بار نہیں بلکہ تمام لوگوں میں سے جو جب بھی آنا چاہے اس کو مدعو کریں۔

دعوتِ ولیمہ میں سادگی:

نبی کریمؐ کے دعوت ہائے ولیمہ کے بارے میں موجود روایات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ دعوت

ولیمہ صحابہ کو چند کھانے پینے کی اشیاء کھلانے تک محدود ہوتا تھا۔ وافر مقدار میں کھانا نہیں ہوتا تھا۔ ان روایات کی روشنی میں تین دن ولیمہ کا مطلب سمجھا جا سکتا ہے۔

بدترین ولیمہ:

قدیم عربوں کی یہ عادت تھی کہ وہ اپنی دعوتوں میں صرف مالداروں اور بڑے بڑے آدمیوں کو بلاتے اور ان کو اچھے اچھے اور عمدہ کھانے کھلاتے اور غریبوں کو قریب نہ آنے دیتے اس سے روکا گیا' اس وقت بھی اس مرض میں بہت سے مسلمان مبتلا ہیں

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم شر الطعام طعام الوليمة يدعى لها الاغنياء ويترك الفقراء ومن ترك الدعوة فقد عصى الله ورسوله.٩٩

"ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بدترین کھانا اس ولیمہ کا کھانا ہے جس میں دولت مند تو مدعو ہوں اور غریبوں کو چھوڑ دیا گیا ہو اور جس شخص نے ولیمہ کی دعوت قبول نہ کی اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

افسوس آج کل اکثر ولیمہ میں محض برادری اور دیگر امراء و معززین کو بلایا جاتا ہے اور غرباء کو نہیں پوچھا جاتا بلکہ اس جگہ سے نکال دیا جاتا ہے۔ حالانکہ جن فقراء کو ولیمہ سے نکالا جاتا ہے ان کی نسبت رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔ تنصرون و ترزقون بضعفائکم (تمہاری جو مدد کی جاتی ہے تمہیں جو رزق دیا جاتا ہے وہ فقراء اور ضعفاء کی وجہ سے تو دیا جاتا ہے) پس نہایت نامناسب بات ہے کہ جس کی وجہ سے یہ رزق دیا گیا ہے انہیں اس رزق سے دھکے دیئے جائیں لیکن پیشہ ور بھکاریوں کا مسئلہ غرباء سے مختلف ہے۔ نبی کریم صلعم نے بھیک مانگنے کے عمل اور ایسا کرنے والے کی مذمت فرمائی ہے۔

بن بلائے دعوت میں جانا:

آپ ﷺ نے بغیر دعوت کے کسی کے گھر جا کر شادی کی دعوت کھانے کو سخت ناپسند فرمایا۔ آپ کا ارشاد ہے:

ومن دخل على غير دعوة دخل سارقا وخرج مغيرا.١٠٠

"اور جو شخص بغیر بلائے دعوت کھانے آئے تو وہ چور ہوا اور نکلا اس کے گھر سے ڈکیتی ڈال کر۔"

صاحب خانہ کی اجازت کے بغیر آنا ایسا ہے جیسے چھپ کر چور آتا ہے پس یہ گنہگار ہوا چور کی طرح اور نکلا اس کے گھر سے ڈکیتی ڈال کر کیونکہ جب یہ اندر گھس گیا تو صاحب خانہ مجبوراً اسے کچھ نہ کہے گا۔ لیکن حدیث میں ہے کہ کسی کا مال بغیر اس کی خوشی اور رضامندی کے لینا جائز نہیں گویا کہ جس طرح ڈاکو جبراً مال لوٹ کر لے جاتا ہے اسی طرح بغیر مدعو کئے آنے والے لوگ بھی اس کا کھانا جبراً کھا گئے۔

الحاصل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اچھی عادتوں کی تعلیم دی اور بری عادتوں سے روکا۔ دعوت کا بلا عذر قبول نہ کرنا تکبر اور رعونت پر اور محبت نہ ہونے پر دلالت کرتا ہے اور کسی کے یہاں بغیر بلائے چلے جانا حرص، طمع اور حصول ذلت پر دلالت کرتا ہے، اس بنا پر اس سے روکا گیا۔

دعوت ولیمہ دو جگہ ہو تو کہاں جائے؟

عن رجل من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا اجتمع الداعیان فاجب اقربھما بابا وان سبق احدھما فاجب الذی سبق.. [۱۰۱]

"نبی کریمؐ کے صحابہ میں سے ایک شخص روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو دو دعوت کرنے والے ایک ہی وقت میں دعوت دیں تو اس شخص کی دعوت قبول کرو جس کا دروازہ تمہارے مکان کے زیادہ قریب ہو اور اگر ایک نے پہل کر لی تو اس شخص کی دعوت قبول کرو جس نے پہل کی۔"

ظاہراً یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ ایک وقت میں دونوں کی دعوت نہیں کھا سکتا۔ اگر دونوں کی دعوت بغیر گرانی کے کھا سکتا ہے تو دونوں کی دعوت قبول کر سکتا ہے اور عزت افزائی اور دل جوئی کے لئے دونوں گھروں سے تھوڑا تھوڑا کھا لے اور یہ حکم ہمسایہ اور پڑوسی کا ہے اور اگر اہل شہر دعوت کریں تو وہاں ترجیح اور طرح ہو گی۔ مثلاً تعلقات میں قربت یا ایک دونوں میں سے مالدار ہے اور ایک دیندار ہے تو دیندار کو ترجیح ہو گی اور اگر دونوں دعوت کرنے والے دیندار ہوں تو ان میں جو زیادہ دیندار ہو اس کی دعوت کو ترجیح دے۔ یوں بھی ہو سکتا ہے کہ ایک جگہ سے کھانا کھا لے دوسرے جگہ صرف حاضر ہو جائے اور تحفہ تحائف دونوں جگہ دے دے۔

مدعوین کے علاوہ زائد لوگوں کو لے کر جانا:

دیگر دعوتوں کی طرح دعوت ولیمہ میں بھی اپنے ہمراہ کسی کو میزبان کی اجازت اور دعوت کے بغیر لے جانا جائز نہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دعوت میں ایک آدمی ایسے (بلا دعوت کے) چلا گیا، آپؐ نے مکان پر پہنچ کر صاحب خانہ سے صاف فرمایا کہ یہ ایک آدمی ہمارے ساتھ ہولیا ہے' اگر تمہاری اجازت ہو تو آئے ورنہ چلا جائے' صاحب خانہ نے اس کی اجازت دے دی اور وہ شریک ہو گیا۔[۱۰۲]

تفاخراً دعوت ولیمہ کرنا:

موجودہ دور کے سرمایہ دار' تجوریاں سجانے والے حضرات ولیمہ میں اس قدر روپیہ پانی کی طرح بہاتے ہیں اور اپنی شہرت' نام ونمود اور فخر وغرور کے لئے اس قدر آن بان کا اظہار کرتے ہیں کہ گویا دنیا کی ساری دولت انہی مسلم امراء کے نصیب میں آ گئی ہے۔

اپنی بہنوں اور بیٹیوں کی شادیوں میں اندھا دھند خرچ کرنا' اپنے بھائیوں اور اپنے بیٹوں کی شادی اور ولیموں میں بے پناہ دولت لٹانا باعث فخر سمجھا جاتا ہے' دیکھا دیکھی ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر اہل دنیا کی نظر میں اپنی دولت کا سکہ جمانے، عوام وخواص کی نظروں کا مرکز توجہ بننے کے لئے نہ جانے کیسے کیسے نا قابل رشک انتظامات، اسباب تزئین اور جاذب نظر میز اور کرسیوں اور دستر خوان لگائے جاتے ہیں۔ جب کہ حدیثوں میں وارد ہے کہ:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن طعام المتبارئین ان یو کل ۔[۱۰۳]

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا دیکھی کھانا کھلانے والوں کے کھانے سے منع فرمایا' ہے۔''

حضرت شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ بالغہ میں لکھتے ہیں کہ اگر دو شخص ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے لئے دعوت دیں تو ان کی دعوت کو قبول نہ کیا جائے کیوں کے کہ ان میں سے ہر شخص دوسرے کو نیچا دکھانا چاہتا ہے۔[۱۰۴]

حوالہ جات

۱۔ شرح صحیح مسلم، غلام رسول سیدی، علامہ، ص ۸۳۲

۲۔ مسلم، کتاب النکاح، باب استحباب التزوج فی شوال الدخول فیہ، حدیث نمبر ۳۴۸۳، ص: ۹۱۴

۳۔ سنن نسائی، کتاب النکاح، باب الرخصۃ فی الصفرۃ عندالتزویج، حدیث نمبر، ۳۳۷۵، ۳۳۷۶، ص: ۲۳۰۶، کتب الستہ

۴۔ مسلم: کتاب الزکاۃ۔ باب ترک استعمال آل النبیؐ علی الصدقہ، حدیث نمبر ۲۴۸۱، ص: ۸۴۸

۵۔ مسند ابی یعلی، ج ۱۔ حدیث نمبر: ۲۰۴۱

۶۔ ترمذی، کتاب الصلوۃ، باب ما جاء فی الوقت الاول من الفضل

۷۔ فقہ الحدیث، حافظ عمران ایوب، ج ۲، ص: ۱۳۱

۸۔ مؤطا امام مالک، صفحہ ۲/۵۳۵، بحوالہ فقہ الحدیث، ج ۲، ص ۳۱

۹۔ ابوداؤد، کتاب النکاح، باب فی ال رجل یدخل بامراءتہ قبل ان ینقدھا شیئاً، حدیث نمبر ۲۱۲۵۔ ۲۱۲۹

۱۰۔ مسلم کتاب الزکاۃ۔ باب ترک استعمال آل البنیؐ علی الصدقہ، حدیث نمبر ۲۴۸۱، ص: ۸۴۸، کتب الستہ

۱۱۔ سنن نسائی، حدیث نمبر ۳۳۷۴، ص: ۲۳۰۶

۱۲۔ ایضاً

۱۳۔ بخاری کتاب النکاح، باب حق اجابۃ الولیمہ والدعوۃ۔۔۔ حدیث نمبر ۵۱۷۶

۱۴۔ بخاری، کتاب النکاح، باب النسوۃ اللاتی یھدین المرأۃ الیٰ زوجھا، حدیث، ۵۱۶۲

۱۵۔ بخاری، کتاب النکاح، باب ضرب الدف فی النکاح والولیمۃ، حدیث نمبر ۵۱۴۷، ص: ۴۴۵، کتب الستہ

۱۶۔ سنن نسائی۔ کتاب النکاح، حدیث نمبر ۳۳۸۵، ص: ۲۳۰۷

۱۷۔ ابن ماجہ، سنن، باب الغناء والدف، احادیث نمبر ۱۸۹۸ تا ۱۹۰۱، ص: ۲۵۹۱

۱۸۔ غزالی، امام، نسخہ کیمیا۔ باب نکاح کے بعد عورتوں کے ساتھ شروع سے آخر تک زندگی بسر کرنے کے آداب،، ص: ۳۲۱، ط دوم ۱۹۸۳، ناشران قرآن لمیٹڈ، اُردو بازار لاہور۔

۱۹۔ بخاری، کتاب النکاح باب الخطبۃ، حدیث نمبر ۵۱۴۶، ص: ۴۴۵

۲۰۔ بخاری، کتاب الادب، باب مایجوز من الشعر والرجز والحداء ومایکره منه، حدیث نمبر ۶۱۴۵، ص: ۵۱۸

۲۱۔ نسائی، باب اعلان النکاح بالصوتِ وَضَربِ الدّ فِ، حدیث نمبر ۳۳۷۱، ص ۲۳۰۶

۲۲۔ بیہقی، سنن الکبریٰ، کتاب النکاح، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، س ن

۲۳۔ کتانی، عبدالحی، عہد نبوی کا اسلامی تمدن، ترجمہ الترتیب الاداریہ، ادارہ القران والعلوم الاسلامیہ، ص ۴۳۹۔۴۴۰

۲۴۔ فتح الباری، ج ۹، ص ۱۶۰

۲۵۔ طبقات ابن سعد، حصہ ۸، ص ۱۲۶

۲۶۔ طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۲۔ ابن حجر، الاصابہ فی تمییز الصحابہ، ۴۷۷/۳، احیاء التراث العربی بیروت، لبنان

۲۷۔ ابن ماجہ، ابواب النکاح، باب ولیمہ، حدیث، ۱۹۱۱، ص ۲۵۹۱، کتب الستہ

۲۸۔ سنن نسائی، کتاب النکاح، باب الانماط، حدیث نمبر ۳۳۸۸، کتب الستہ نیز بخاری کتاب النکاح، باب الانماط و نحوھا للنساء، حدیث نمبر ۱۵۶۱

۲۹۔ المجلسی، محمد باقر، بحارالانوار، بـاب تـزویـجھـاؑ، موسسة الـوفـا، ط ثانیہ ۱۹۸۳ء، ج: ۴۳ ص: ۱۲۲-۱۲۱ نیز علی، عبدالوہاب، کشف الغمہ عن جمیع الامہ شرکتہ مکتبہ بصرہ ۱۹۵۱ء، ج: ۲: ص: ۸۷

۳۰۔ ابوداؤد۔ کتاب النکاح۔ حدیث: ۳۵۵

۳۱۔ ایضاً، ۳۵۷

۳۲۔ ایضاً، حدیث ۳۵۶

۳۳۔ (i) بخاری: کتـاب الـنـکـاح۔ بـاب الشـغـار، حدیث نمبر ۵۱۱۲، ص: ۴۴۲، کتب الستہ (ii) مسلم: کتاب النکاح۔ باب تحریم نکاح الشغار و بطلانه، حدیث نمبر ۳۴۶۵ تا ۳۴۷۱، ص: ۹۱۳-۹۱۴

۳۴۔ مستدرک حاکم۔ دیکھئے جامع صغیر، حدیث نمبر: ۳۲۷۴

۳۵۔ مسلم: کتـاب الـنـکـاح، بـاب نـدب مـن اراد نـکـاح امراۃ الیٰ ان ینظر الیٰ وجھها و کفیها قبل خطبتها، حدیث نمبر ۳۴۸۶، ص: ۹۱۴

۳۶۔ نسائی، سنن نسائی: کتاب النکاح۔ باب القسط فی الاصدقه۔ حدیث نمبر: ۳۳۴۹، ص: ۵۶۵

۳۷۔ صحیح جامع صغیر، حدیث نمبر ۲۲۳۱

۳۸۔ ابوداؤد: کتاب النکاح۔ باب فیمن تزوج ولم یسم صداقا، حدیث نمبر ۱۸۵۹

۳۹۔ نسائی: کتاب النکاح۔ باب نحلة الخلوة۔ حدیث نمبر: ۳۳۷۵، ۳۳۷۶، ص: ۵۷۰

۴۰۔ (ا) بخاری: کتاب الطلاق۔ باب قول الامام للمتلاعنین، حدیث نمبر ۵۳۱۲، ص: ۴۵۹، کتب الستہ
مسلم: کتاب اللعان، حدیث نمبر ۳۷۴۶، ص: ۹۳۵

۴۱۔ بخاری: کتاب الطلاق۔ باب الخلع و کیف الطلاق فیہ۔ ج: ۱۱، ص: ۳۱۹

۴۲۔ ابوداؤد، باب فیمن تزوج ولم یسم صداقاً حتی مات: حدیث نمبر ۲۱۱۴، کتب الستہ

۴۳۔ ابوداؤد، باب فیمن تزوج ولم یسم صداقاً حتی مات، حدیث نمبر ۲۱۱۵، کتب الستہ

۴۴۔ ایضاً، حدیث نمبر ۲۱۱۶

۴۵۔ نسائی: باب اتنریض علی الاسلام، حدیث نمبر ۳۳۶۱، ص: ۵۶۳

۴۶۔ بذل المجھود۔ ص: ۲۴۲، ج: ۳

۴۷۔ ابوداود، باب الصداق، حدیث نمبر ۲۱۰۵، ص ۱۳۷۷، کتب الستہ

۴۸۔ ابن ہشام، سیرت النبیؐ، ج دوم اردو ترجمہ سید یٰس علی حسنی نظامی دہلوی۔ ادارہ اسلامیات ص: ۴۲۳-۴۱۹

۴۹۔ ابوداود، باب الصداق، حدیث نمبر ۲۱۰۶، ص ۱۳۷۸، کتب الستہ

۵۰۔ سہارنپوری، خلیل احمد، مولانا، بذل المجھود، ص: ۲۳۹، ج: ۳

۵۱۔ ابوداود، باب الصداق، حدیث نمبر ۲۱۰۷، ص ۱۳۷۸، کتب الستہ

۵۲۔ سنن نسائی: کتاب النکاح۔ باب نحلۃ الخلوۃ۔ حدیث نمبر: ۳۳۷۵، ۳۳۷۶، ص: ۵۷۰

۵۳۔ فتاویٰ رحیمیہ ۴۴۵/۶

۵۴۔ قرضاوی یوسف، فقہ الزکاۃ ۲۶۰/۱۔ البدر پبلیکیشنز، لاہور ۱۹۸۳ء

۵۵۔ کتانی، عبدالحئی، عہد نبویؐ کا اسلامی تمدن ترجمہ التراتیب الاداریہ، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ،
ص: ۴۳۹-۴۴۰

۵۶۔ المنجد: طبع بیروت ۱۹۵۶ء، ص: ۱۰۶

۵۷۔ اردو انسائیکلوپیڈیا، طبع فیروز سنز لاہور کراچی، ص: ۵۴۹

۵۸۔ السید سابق: فقہ السنہ: طبع بیروت۔ لبنان ۱۳۸۹ھ، ۲: ۱۶۷

۵۹۔ ابن سعد، طبقات الکبریٰ، صفحہ ۲۵۸

۶۰۔ مواہب الدنیہ، ج اول، صفحہ ۳۸۳-۳۸۴

۶۱۔ حضرت فاطمہؓ کے جہیز کی روایات ان کتابوں سے ماخوذ ہیں ابن سعد، طبقات الکبریٰ، صفحہ ۲۴، ۲۵۴ تا ۲۵۵،
مقدمہ مدارج النبوت،

ناصر محمود، حافظ، سیرت محسنہ کائنات فاطمۃ الزہراؓ، بک کارنر جہلم پاکستان ص ۱۵۶، بحوالہ سیوطی ابو بکر لطائف الیساتین، بحار الانوار ج: ۴۳، ص: ۱۳۰ مدارج النبوۃ ۲/۱۰۷، اصلاح الرسوم ۱۰۸-۱۰۹

۶۲۔ غزالی، الامام احیاء علوم الدین، قاہرہ، مصر، ۱۳۸۷ھ، جلد دوم ص: ۵۰

۶۳۔ بخاری، کتاب النکاح، حدیث نمبر ۵۰۶۵، ۵۰۶۶، موسوعۃ الحدیث الشریف الکتب الستۃ، ص: ۴۳۸

۶۴۔ ابونعیم حلیۃ الاولیاء، ص ۱۶۲-۱۶۳

۶۵۔ نسائی، احمد بن شعیب، سنن نسائی: کتاب النکاح، باب جهاز الرجل ابنته، حدیث نمبر ۳۳۸۶، صفحہ ۲۳۰۷

۶۶۔ ابن ماجہ: سنن: کتاب النکاح، طبع مجتبائی دہلی ص ۳۶۷

۶۷۔ محمد الفاسی المغربی: جمع الفوائد من جامع الاصول و مجمع الزوائد، طبع سمندری پاکستان، ۱: ۲۳۸۔

۶۸۔ نسائی، احمد بن شعیب، سنن نسائی: کتاب النکاح، باب جهاز الرجل ابنته، حدیث نمبر ۳۳۸۲

۶۹۔ علی متقی: کنز العمال فی سنن الاقوال و الافعال: طبع حیدر آباد دکن ۲۲: ۴۲

۷۰۔ الف۔ ترمذی، ابوعیسیٰ: الجامع: طبع نور محمد کراچی۔ ص ۲۸۸ ب۔ احمد البنا: الفتح الربانی ترتیب مسند احمد، طبع قاہرہ، ۱۹: ۳۵

ج۔ علی متقی: کنز العمال: طبع حیدر آباد دکن ۱۳۹۵ھ، ۲۲: ۵۱

۷۱۔ مرغینانی، برہان الدین، ہدایہ اولین ص ۳۱۵، مطبع یوسفی لکھنو

۷۲۔ محمد ابوزہرہ: الاحوال الشخصیہ: طبع دار الفکر العربی ۱۹۷۷ء، ص ۲۲۸

۷۳۔ ایضاً

۷۴۔ السید سابق۔ فقہ السنۃ: طبع بیروت، ۲: ۱۶۷

۷۵۔ الابیانی، محمد زید: شرح الاحکام الشرعیہ فی الاحوال الشخصیہ: طبع مصر ۱۳۲۹ھ، ج ۱: ص ۱۱۰۳۔

۷۶۔ البنا، احمد عبدالرحمٰن، بلوغ الامانی، شرح فتح الربانی لترتیب مسند احمد، ج ۱۶ ص ۱۷۷

۷۷۔ فتح الباری، ۹/ ۳۰۰-۳۰۱ و مابعد، بحث بر ولیمہ

۷۸۔ بخاری، کتاب النکاح، باب الولیمۃ حق، وغیرہ ابواب؛ فتح الباری، ۹/ ۲۸۶-۲۸۸ و مابعد؛ نیز دیگر کتب حدیث

۷۹۔ فتح الباری، ۹/ ۳۰۲-۳۰۳

۸۰۔ حجۃ اللہ بالغہ، ج ۲: ص ۵۲۳

۸۱۔ ایضاً

۸۲۔ بخاری، کتاب النکاح، باب، الھدیۃ العروس، حدیث نمبر ۵۱۶۳

۸۳۔ ایضاً

۸۴۔ السیرت الحلبیہ و ھو کتاب المسمیٰ انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۰۲ء، ج ۳، ص ۱۶۷

۸۵۔ الہیثمی، نورالدین، مجمع الزوائد و منبع الفوائد، دارالکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۲ھ، ص ۲۰

۸۶۔ بخاری، کتاب النکاح باب الولیمۃ ولو بشاۃ، حدیث نمبر ۵۱۶۸ (کتب الستہ)

۸۷۔ بخاری، کتاب النکاح باب البناء فی السفر حدیث نمبر ۵۱۵۹، صفحہ ۴۳۶

۸۸۔ بخاری، کتاب النکاح، باب من اولم باقل من الشاۃ، حدیث نمبر ۵۱۷۲

۸۹۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، جلد آٹھ، صفحہ ۱۶۶

۹۰۔ طالب ہاشمی، سیرت خاتون جنت سیدۃ النساء فاطمہ الزہرہؓ بنت رسول ﷺ، البدر پبلی کیشنز، اردو بازار لاہور، ص ۶۶

۹۱۔ بخاری، کتاب النکاح، باب حق اجابۃ الولیمۃ والدعوۃ، حدیث نمبر ۵۱۷۳

۹۲۔ بخاری، کتاب النکاح، باب من ترک الدعوۃ فقد عصی اللہ ورسولہ، حدیث نمبر ۵۱۷۷

۹۳۔ بخاری، کتاب النکاح، باب حق اجابۃ الولیمۃ والدعوۃ ومن اولم سبعۃ ایام ونحوہ، حدیث نمبر ۵۱۸۰

۹۴۔ ایضاً، باب ذھاب النساء والصبیان الی العرس، حدیث نمبر ۵۱۸۰

۹۵۔ ایضاً، باب حق اجابۃ الولیمۃ والدعوۃ۔۔۔ حدیث نمبر ۵۱۷۶

۹۶۔ مسلم، کتاب النکاح، باب لامر باجابۃ الداعی الی دعوۃ، حدیث نمبر ۳۵۲۰

۹۷۔ بخاری کتاب نکاح، حدیث نمبر ۵۱۷۹

مسلم، کتاب النکاح، باب لامر باجابۃ الداعی الی دعوۃ، حدیث نمبر ۳۵۱۶

۹۸۔ بخاری، کتاب النکاح، باب من ترک الدعوۃ فقد عصی اللہ ورسولہ، حدیث نمبر ۵۱۷۷

۹۹۔ ابوداؤد، کتاب الاطعمۃ، باب اذا اجتمع داعیان الیھما احق، حدیث نمبر ۳۷۱۳

۱۰۰۔ ایضاً، کتاب الاطعمۃ، باب اذا اجتمع داعیان الیھما احق، حدیث نمبر ۳۷۵۶، صفحہ ۱۵۰۰

۱۰۱۔ خطیب تبریزی، مشکوٰۃ شریف، ج: ۲، ص: ۸۸

۱۰۲۔ مسلم، کتاب النکاح، باب الامر باجابۃ الداعی الیٰ دعوۃ، حدیث: ۳۵۲۵

۱۰۳۔ حجۃ اللہ البالغہ، ص ۵۲۵

باب پنجم

پاکستان میں شادی بیاہ کے رسم و رواج

باب پنجم

پاکستان میں شادی بیاہ کے رسم ورواج

متحدہ ہندوستان کو اسلامی تعلیمات نے اپنے فیضان سے مالا مال کیا۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد کے ساتھ ہی یہاں پر ایک نئی تہذیب، نئی معاشرت اور نئے تمدن کی بنیاد پڑی۔ ہندوستان کی سرزمین کو اسلام نے اپنے چشمۂ رحمت سے خوب سیراب کیا۔ ان تمام محاسن کے باوجود مسلمانوں نے یہاں کی کچھ قدیم معاشرتی جاہلانہ رسوم کو اپنے معاشرے میں داخل کرلیا اور بتدریج وہ اتنی جڑ پکڑ گئیں کہ بعد کی نسلوں نے اسے اپنے سماج اور معاشرے کا بنیادی جزء سمجھ لیا اور اسلام قبول کرنے والوں کی ایک بڑی تعداد نے اپنی پرانی رسموں اور روایتوں کو کسی حد تک برقرار رکھا۔ یہ خالص ہندوانہ رسمیں اپنی تمام تر مضرت رسانیوں کے ساتھ مسلم معاشرت کے اجزاء ترکیبی بن گئیں اور ان رسموں کو مسلمانوں نے اپنی ناسمجھی اور جہالت کے سبب پروان چڑھایا۔

ان رسوم کا ذکر متعدد کتابوں میں موجود ہے اور ان کے اثرات آج بھی پاکستانی معاشرے میں نظر آتے ہیں۔

شادی سے پہلے، شادی کے وقت، شادی کے بعد، رخصتی کے وقت، رخصتی کے بعد، میکہ اور سسرال دونوں عجیب عجیب رسموں کا اکھاڑہ بنے رہتے ہیں۔ جھوٹی آن، جھوٹی شان، جھوٹی ناک، جھوٹے وقار کے لئے زمین و جائیداد رہن رکھی جارہی ہے۔ پراپرٹی بک رہی ہے ہر جائز و ناجائز طریقے سے دولت اکٹھی کر کے ڈھول، شہنائی، گانا بجانا، ناچ کود، بینڈ، آتشبازی، شادی ہالوں کی نت نئی سجاوٹ، بلڈنگوں پر برقی قمقموں پر بے تحاشا دولت خرچ کی جارہی ہے۔

شادی بیاہ کی موجودہ رسوم میں درحقیقت ہماری مقامی علاقائی رسوم اور غیر اسلامی رسوم کا ملغوبہ پایا جاتا ہے جو اسلامی تہذیبی اقدار کے ساتھ متصادم ہے۔ اس وقت ہمارا معاشرہ پاکستانی اور اسلامی اقدار پر قائم رہنے کی روش سے ہٹ کر ہندو اور مغربی تہذیبی اقدار کی نقالی کی طرف مائل ہے۔

اس طرح ہماری رسومات چار چیزوں کا مجموعہ بن گئی ہیں۔

(i) ہندوؤں سے متاثر ہو کر اختیار کی جانے والی قدیم بے مقصد اور جہالت پر مبنی رسوم۔

(ii) مغربی تہذیب سے متاثر ہو کر اختیار کی جانے والی رسوم۔

(iii) ہماری اپنی پاکستانی رسوم

پاکستانی، مغربی اور ہندووانہ رسوم و رواج میں تضاد اور تصادم پایا جاتا ہے۔ تضاد اور تصادم ایک فرد کی زندگی میں ہو یا اجتماعی زندگی میں، ہر صورت میں یہ نظام زندگی کو برباد کر دیتا ہے۔ مختلف اور متضاد رسوم کے وسیع پیمانے پر رواج پا جانے سے یہ تاثر پیدا ہو گیا ہے کہ گویا پاکستانی معاشرے کی اپنی کوئی اقدار موجود ہی نہیں ہیں۔ ہماری اقدار میں ہندوؤں کی ضعیف الاعتقادیاں اور توہم پرستیاں بھی ہیں اور اسلامی اقدار بھی۔ مغربی تہذیبی اثرات بھی ہیں اور اسلام بھی۔

عہد نبوی کے معاشرے میں سبھی لوگ شامل تھے۔ اسلام سے قبل کچھ لوگ یہودی تھے کچھ عیسائی اور مشرک بھی تھے۔ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو دینِ حنیف پر کاربند تھے۔ یہ لوگ مختلف مذاہب، قبائل اور مختلف علاقوں سے تھے۔ ان کے مذاہب اور ان کے قبائل اور علاقوں کے حوالے سے ان کی اپنی اپنی رسوم اور روایات تھیں۔ لیکن نبی کریمؐ نے شادی کے رسوم و رواج میں اسلامیت کی روح کو اجاگر کیا اور اسلام سے قبل کی رسوم اور اسلامی روح کے ملغوبے پر عمل کرنے کی اجازت نہیں دی۔

نبی کریمؐ نے شرک و جہالت کے ماحول سے نکل کر کلمہ شہادت پڑھنے والوں کا معاشرہ قائم کیا لیکن یہ بات بالکل واضح ہے کہ شادی بیاہ کے رسوم و رواج میں آپؐ نے خالص اسلامیت اور اسلامی اقدار کو رواج دیا۔ ایسا نہیں ہوا کہ نئے نئے مسلمان ہونے والوں کو کچھ کچھ جاہلانہ رسوم بھی اختیار کرنے کی اجازت دی ہو۔ یہ لوگ اس بات کی مکمل تصویر تھے کہ "دین میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ"

ہمیں یہ مسئلہ درپیش ہے کہ ہماری رسوم مسلسل ایک عرصہ تک ہندوؤں سے اشتراکِ معاشرت کی وجہ سے بہت حد تک ہندوؤں کے رنگ میں رنگی ہوئی ہیں اور ہمارے رگ و ریشے میں یہ رسوم اس حد تک رچی بسی ہیں کہ گویا ہم نے ان کے ساتھ سمجھوتہ کر رکھا ہے اور سمجھ لیا ہے کہ یہ اب

ہماری معاشرت کا حصہ ہیں ان سے انحراف نہیں کیا جا سکتا۔

شادی کی کچھ رسوم اپنے اپنے علاقے کے کلچر کے لحاظ سے وجود میں آئیں جن کا مقصد شادی کے موقع پر تفریح اور خوشی کا ماحول پیدا کرنا ہے۔ اگر اس میں کوئی غیر شرعی حرکت نہ ہو تو اس رسوم میں کچھ حرج نہیں۔ اس باب میں پاکستان کے چاروں صوبوں کی کچھ رسوم کا علیحدہ علیحدہ تجزیہ کیا جائے گا۔

فصل اول

بلوچستان میں شادی بیاہ کی رسومات

کم عمری میں شادی نہ کرنے کا رجحان:

بلوچستان میں نابالغ لڑکے یا لڑکی کی شادی کرنے کا رواج نہیں ہے، لڑکے کی شادی اس وقت کی جاتی ہے جب وہ عمر اور آمدنی کے اعتبار سے شادی کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ خوش حال طبقے میں لڑکے کی شادی بیس سال سے پہلے نہیں کی جاتی، اور لڑکی کی شادی عموماً سولہ، سترہ سال کی عمر میں ہوتی ہے، غریب طبقوں میں شادی کی عمریں اس سے زیادہ ہوتی ہیں۔

ولور

ان علاقوں میں ولور یعنی دلہن کی قیمت دینے کا برا رواج کسی نہ کسی شکل میں عام طور پر پایا جاتا ہے اس لئے بہت سے لڑکوں کو کافی عمر تک انتظار کرنا پڑتا ہے۔ ولور یعنی لڑکی کی قیمت دینے کی کئی شکلیں ہیں، اور یہ لوگ روپیہ، زیور، مویشی، زمین وغیرہ کی شکل میں ولور ادا کرتے ہیں۔ ولور کی مقدار اور اس کی ادائیگی کی شکل کیا ہوگی یہ پہلے ہی طے کر لیا جاتا ہے۔ اس طرح سے شادی کا سارا بار لڑکے پر پڑتا ہے، اور لڑکی کا باپ جہیز کی قیمت اور شادی اور باراتیوں کی دعوت کرنے کے مصارف لڑکے سے وصول کرتا ہے۔ ولور کی ایک قسط منگنی کے وقت دی جاتی ہے اور پوری رقم نکاح سے قبل ادا کر دی جاتی ہے۔ ولور کے تعین میں لڑکی کی خاندانی حیثیت، اس کی ذاتی خوبیوں اور شکل وصورت کا لحاظ رکھا جاتا ہے، اور لڑکے کی خوبیوں یا کمزوریوں کو بنیادی اہمیت دی جاتی ہے۔ اگر کوئی لڑکا اپنی حیثیت سے

زیادہ حیثیت والی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے یا کوئی بوڑھا کسی جوان لڑکی کا خواہش مند ہوتا ہے تو ولور بہت زیادہ دینا پڑتا ہے۔ عام رواج یہ ہے کہ باکرہ لڑکی کے لئے زیادہ اور بیوہ کے لئے کم ولور دیا جاتا ہے، اور اگر بیوہ کم عمر اور خوبصورت ہوتی ہے تو ولور میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

غریب اور خانہ بدوش قبائل کے لوگوں کو ولور کا انتظام کرنے میں بڑی دشواری ہوتی ہے اس لئے ان کی شادی بہت دیر سے ہوتی ہے۔

سرائے یا وٹہ سٹہ:

بلوچستان کے تمام علاقوں میں لڑکی کے بدلے میں لڑکی دینے کا عام رواج ہے، اور کسی شخص کی شادی اس وقت ہوتی ہے جب دو خاندان آپس میں دو لڑکیوں کا باہمی تبادلہ کرتے ہیں۔ اگر کسی کے یہاں لڑکی نہیں ہوتی تو اس کو لڑکی حاصل کرنے کے لئے بہت زیادہ قیمت دینی پڑتی ہے۔ لڑکیوں کے تبادلے کی اس رسم کو سرائے کہتے ہیں۔ اس رسم کے مطابق جن دو لڑکیوں کا تبادلہ ہوتا ہے اگر ان کی عمروں میں اتنا فرق ہو کہ ایک شادی کے قابل ہو اور دوسری نہ ہو تو لڑکی کے باپ کو نقدی کی شکل میں مزید رقم دی جاتی ہے۔ جس کو برآور دیا سر کہتے ہیں۔ اسی طرح یہ بھی رواج ہے کہ اگر زیادہ عمر والا مرد کسی جوان لڑکی سے شادی کرتا ہے تو اس لڑکی کے بدلے میں لڑکی دینے کے علاوہ کچھ نقد رقم بھی دینی پڑتی ہے اور یہ رقم عموماً اس قبیلے میں رائج ولور یعنی شادی کے لئے عورت کی قیمت کی چوتھائی ہوتی ہے۔ اس تبادلہ کی رسم کے تحت اگر کسی کنواری لڑکی کے بدلے میں کوئی بیوہ دی جاتی ہے تب بھی نقد رقم دینی پڑتی ہے۔ کیونکہ یہاں بیوہ کی قیمت کنواری کے مقابلے میں نصف ہوا کرتی ہے۔ منگنی کے وقت شرائط طے کرتے ہوئے ان سب باتوں کا خیال رکھا جاتا ہے۔ جب دولہا والے ولور کی پوری رقم ادا کر دیتے ہیں تو نکاح کے لئے تاریخ مقرر کی جاتی ہے جس کو وعدہ کہتے ہیں۔ لڑکے کے والدین لڑکی کے لئے کپڑے، انگوٹھی، مہندی اور سنگار کا سامان لے کر گاتے بجاتے لڑکی کے گھر جاتے ہیں۔ جہاں ان کا منہ میٹھا کرنے کی رسم ہوتی ہے، اور یہ کپڑے دلہن کو شادی میں پہنائے جاتے ہیں۔ ولور قسطوں میں ادا کیا جاتا ہے اور نکاح مکمل ادائیگی کے بعد ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ یہ خیال بھی رکھا جاتا ہے کہ اس قسم کی شادیوں سے خاندانی اور قبائلی تعلقات مستحکم ہوں۔

دلہن کا انتخاب

لڑکے کے لئے دلہن کا انتخاب ماں باپ کرتے ہیں۔ ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ اپنے لڑکے کے لئے اچھی سے اچھی دلہن تلاش کریں، لیکن لڑکے کی مرضی کیا ہے یہ معلوم نہیں کرتے، اور لڑکا ماں باپ کی پسند کی ہوئی لڑکی سے شادی کر لیتا ہے۔ وہ انکار نہیں کر سکتا۔ غریب طبقے سے تعلق رکھنے والے اور زیادہ عمر میں شادی کرنے والے لوگ اپنی دلہن خود ہی منتخب کر لیتے ہیں۔

لڑکی کے والدین یہ چاہتے ہیں کہ ان کی لڑکی کے لئے ایسا دولہا تلاش کیا جائے جو شریف، محنتی اور اچھے اخلاق و کردار کا مالک ہو۔ اس کے پاس زمین نہ ہو تو کم از کم بھیڑ بکریاں اور اونٹ بڑی تعداد میں ہوں تاکہ وہ ذریعہ معاش بن سکیں۔

لڑکی کو پسند کرنے کے لئے سب سے پہلے لڑکے کی ایک بزرگ رشتہ دار لڑکی کے گھر جاتی ہے اور لڑکی کی شکل وصورت اور تمام حالات کے بارے میں اطمینان کر کے اپنی رائے کا اظہار کرتی ہے۔ لڑکی کو پسند کر لینے کے بعد لڑکے کا باپ اپنے چند قریبی رشتہ داروں کے ساتھ لڑکی کے باپ کے گھر جاتا ہے۔ جو لوگ لڑکے کے باپ کے ساتھ جاتے ہیں وہ اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ لڑکا اچھی شہرت رکھنے والے خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ خود شریف اور محنتی ہے اور اس کے عادات و اطوار بہت اچھے ہیں۔

سب معاملات طے ہو جانے کے بعد مولوی دعا کرتا ہے اور سب لوگ لڑکے کے باپ کو مبارک باد دیتے ہیں۔ اس کے بعد لڑکی کی ماں لڑکے کے باپ کو ایک رومال یا دلہن کے کرتے کا ٹکڑا اور سوئی جس میں ریشمی دھاگہ پرویا ہوا ہوتا ہے، دیتی ہے، اور لڑکے کا باپ لڑکی کو چاندی کا زیور دیتا ہے جس کو زرنگائی کہتے ہیں۔ یہ زیور کنوارپنے کی علامت تصور کیا جاتا ہے اور دلہن پہلا بچہ پیدا ہونے تک اس کو پہنے رہتی ہے۔ اس کے بعد ہوائی فائرنگ کی جاتی ہے۔ اس رسم کو غشت کہتے ہیں اور یہ شادی کی رسموں کا آغاز ہوتی ہے۔

کوکرا

منگنی کی رسم کو کوکرا کہتے ہیں اور اس کو بڑی اہمیت دی جاتی ہے۔ منگنی کو توڑنا بہت معیوب

خیال کیا جاتا ہے، اور کوئی شریف آدمی نہایت معقول وجہ کے بغیر منگنی نہیں توڑتا۔ عورت کے لئے بھی منگنی بڑی اہمیت رکھتی ہے اور صرف زناکاری ہی ایک ایسا جرم ہے جو منگنی توڑ دینے کی معقول وجہ سمجھی جاتی ہے۔

بجار:

بعض علاقوں میں عورت کی قیمت بہت زیادہ ہوتی ہے اور بعض میں کم۔ مکران میں عورت کی حیثیت دوسرے علاقوں کے مقابلے میں بہت بہتر ہے۔ وہ ماں باپ کی املاک میں بھی حصہ دار ہوتی ہے اور شادی کے وقت اس کا ہونے والا شوہر قیمت یا لب کے طور پر جو زیور اور منقولہ و غیر منقولہ جائیداد دیتا ہے اس پر بھی اس کا کامل اختیار ہوتا ہے۔ بعض علاقوں اور قبیلوں میں عورت کی قیمت اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ مرد کے پاس جو کچھ ہوتا ہے وہ سب دے کر بھی مقروض اور بیوی کا دست نگر ہو جاتا ہے، اور جن لوگوں کی مالی حالت کمزور ہوتی ہے وہ شادی کرنے کے لئے چندہ جمع کرتے ہیں جس کو بجار کہا جاتا ہے اس مقصد کے لئے دولہا یا اس کا باپ یا چچا اپنے رشتہ داروں، دوستوں اور قبیلہ والوں کے پاس جاتا ہے اور امداد طلب کرتا ہے۔ بلوچوں میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کا جذبہ بہت قوی ہے، اس لئے سب لوگ حسب حیثیت امداد دیتے ہیں، اور انکار کرنا بہت معیوب سمجھا جاتا ہے۔

کمان بہا:

بلوچوں میں اس سلسلہ کی ایک اور رسم بھی ہے جس کو کمان بہا کہتے ہیں، اور یہ بھی عجیب رسم ہے۔ منگنی طے پانے کے بعد دولہا دلہن کے حقیقی بھائی کو، یا رشتے کے کسی بھائی کو گھوڑا، رائفل، تلوار یا کوئی ہتھیار دیتا ہے۔ بعض لوگ ایک ہزار روپے تک یا اس سے زیادہ نقدی بھی دیتے ہیں۔ کمان بہا دینے کی رسم اتنی اہم سمجھی جاتی ہے کہ ایک چرواہا تک کمان بہا کے طور پر ایک اونٹ یا تین چار بھیڑیں ضرور دیتا ہے۔ پاکستان میں عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ کسی کو اپنی لڑکی دینا بجائے خود ایک ذلت ہے، اور کمان بہا کو ایک طرح سے اس ذلت کا معاوضہ سمجھا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ دوسرا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ دولہا کمان بہا ادا کر کے دلہن کے رشتہ داروں کے سامنے ہتھیار ڈال دیتا ہے۔

مہندی کی رسم:

یہاں مہندی کی رسم دلہا اور دلہن دونوں کے گھر میں ہوتی ہے دف بجا کر مرد آتن (ڈانس) کرتے ہیں اور ساتھ بلوچی چاپ (تالی) بھی ہوتی ہے

غسل:

بارات کی روانگی کے دن دولہا کو نہلایا جاتا ہے۔ دولہا کے دوست اور رشتہ دار اس کے گرد حلقہ بنا کر گاتے اور ناچتے ہیں، اور جب دولہا کو نہلانا شروع کرتے ہیں تو یہ لوگ ننگی تلواریں لے کر اس کے گرد کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس سے یہ مطلب لیا جاتا ہے کہ ننگی تلواروں کے خوف سے بری روحیں دولہا کے قریب نہیں آتیں اور وہ تمام مصائب سے محفوظ رہتا ہے۔ غسل کے دوران میں دولہا کی بہنیں اس کی تعریف میں لوک گیت گاتی ہیں اور جب غسل ختم ہو جاتا ہے تو دولہا کو شادی کے کپڑے پہنائے جاتے ہیں، اور تلواروں کے سائے میں اس کو کسی بزرگ کے مزار پر لے جاتے ہیں جہاں وہ دعا مانگتا ہے کہ خدا اس کو اور اس کی ہونے والی بیوی کو خوشی عطا فرمائے اور وہ کامیاب زندگی بسر کریں۔

بارات:

درگاہ میں دعا مانگنے کے بعد بارات دلہن کے گھر جانے کے لئے روانہ ہوتی ہے۔ کچھ باراتی گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار ہوتے ہیں اور کچھ پیدل چلتے ہیں۔ یہ راستہ بھر گاتے بجاتے اور ڈھول پیٹتے ہیں۔ تالیاں بجا بجا کے اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہیں، اور بارات میں جانے کے لئے نہایت شوخ رنگ کے کپڑے پہننا ضروری خیال کرتے ہیں۔ شادیوں کے لئے عموماً وہ زمانہ پسند کیا جاتا ہے جب گیہوں کی فصل کاٹ لی جاتی ہے۔ شادی کے موقع پر ناچ بھی ہوتا ہے۔ لیکن عورتوں کا ناچ معیوب سمجھا جاتا ہے اس لئے کم عمر لڑکے زنانہ کپڑے پہن کر ناچتے ہیں۔

نکاح:

بارات جس کو درا کہتے ہیں جب دلہن کے گھر پہنچتی ہے تو اس کا استقبال کیا جاتا ہے، اور

خاطر تواضع ہوتی ہے۔ اس کے بعد باراتی دلہن کو دولہا کے گھر لے آتے ہیں۔ دولہا کے گھر پہنچنے کے بعد تین دن کے اندر نکاح خوان نکاح پڑھا دیتا ہے۔ نکاح اسلامی اصولوں کے مطابق ہوتا ہے، لیکن ایک عجیب رسم یہ ہے کہ جس دن لڑکی کا نکاح ہوتا ہے اس روز اس کے بھائی اپنے گاؤں سے چلے جاتے ہیں۔ اس کو شرم کا تقاضا سمجھا جاتا ہے۔ بعض قبائل میں دلہن کے گھر پر نکاح ہوتا ہے، اور ان میں نکاح سے پہلے دولہا کو دلہن سے ملنے کی اجازت نہیں ہوتی۔

رخصتی:

جن قبائل میں دلہن کے گھر پر نکاح کرنے کا رواج ہے وہاں دلہن نکاح ہو جانے کے بعد سسرال جاتی ہے۔ دولہا اور باراتی دلہن کو رخصت کراتے اور دولہا کے گھر لے جاتے ہیں۔ جب دلہن کی پالکی دولہا کے گھر کے قریب پہنچتی ہے تو دولہا کی ماں، بہنیں اور دوسری عورتیں گھر سے کچھ دور جا کے دلہن کا استقبال کرتی ہیں۔ اس کا ماتھا چومتی اور گھر لے آتی ہیں۔

بعض قبائل میں یہ رواج ہے کہ دلہن جب دولہا کے گھر میں داخل ہوتی ہے تو ایک بھیڑ قربان کی جاتی ہے۔ بھیڑ کا دل نکال کر الگ پکایا جاتا ہے، اور ملا کچھ پڑھ کر اس پر پھونکتا ہے، پھر دل کے دو ٹکڑے کئے جاتے ہیں۔ ایک دولہا کو کھلایا جاتا ہے اور ایک دلہن کو۔ بھیڑ کا گوشت جب پک جاتا ہے تو ایک اور رسم ہوتی ہے۔ اس رسم کے لئے ایسی سات عورتیں مدعو کی جاتی ہیں جو سہاگن ہوں اور جن کی شادی صرف ایک مرتبہ ہوئی ہو۔ یہ عورتیں دولہا اور دلہن کو ایک ہی پلیٹ میں بھیڑ کا گوشت کھلاتی ہیں۔

رخصتی دعوت:

دلہن کے آنے کے بعد دولہا کے گھر میں رخصتی کی دعوت ہوتی ہے جس میں دلہا کے رشتہ دار اور دوسرے تمام مہمان شریک ہوتے ہیں اس دعوت کے بعد تمام مہمان رخصت ہو جاتے ہیں۔ اس کے تین چار دن بعد شادی کے سلسلہ کی آخری رسم ہوتی ہے دلہن گھر سے باہر نکلتی ہے اور ایک گھڑے میں پانی بھر کے لے آتی ہے اور پانی بھرنے کی یہ رسم اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ دلہن نے گھر کا

کاروبار سنبھال لیا ہے اور شادی کی تقریب بخیر وخوبی انجام پا گئی ہے۔[1]

سروے رپورٹ:

بلوچستان کے علاقوں کوئٹہ، ڈیرہ بھگٹی، مری، تخت سلیمان، چمن اور مکران کی سروے رپورٹ کے مطابق یہاں کے لوگ زیادہ رسم ورواج کے قائل نہیں۔ ان کے ہاں شادی کے طریقے کچھ مختلف ہیں۔ یہاں بھی بچپن کی شادی کا رواج نہیں۔ لڑکے والے لڑکی والوں کو شادی کے تمام اخراجات ادا کرتے ہیں اس لئے جب تک لڑکا اپنے پاؤں پر اچھی طرح جم نہ جائے تب تک شادی نہیں کروا سکتا۔

شادی کی ضیافت:

شادی کے تمام شرکاء کو سلامی ادا کرنا ہوتی ہے سلامی کے بغیر وہ کھانا نہیں کھا سکتے۔

جہیز:

جہیز کی یہاں کوئی پابندی نہیں بے شک دلہن کچھ بھی نہ لے کر آئے۔ شادی کے تیسرے دن تمام تحائف دلہا کے گھر کے صحن میں رکھ دیئے جاتے ہیں گاؤں کی تمام عورتیں اکٹھی ہو جاتی ہیں اور ایک عورت سب کو تحائف دکھاتی ہے کہ کس نے کیا دیا۔ اس رسم میں نمائش کا پہلو نمایاں ہے اور کم حیثیت کے لوگ شرمندگی محسوس کرتے ہیں یا تحائف کے لئے قرض اُٹھاتے ہیں۔[1]

فصل دوم

صوبہ سرحد میں شادی بیاہ کی رسومات

صوبہ سرحد کے باشندوں میں بھی عام رواج یہ ہے کہ شادی کے لئے پیغام ہمیشہ لڑکے والوں کی طرف سے دیا جاتا ہے، اور لڑکی والوں کی طرف سے رشتے کے لئے تحریک کو غیرت اور پٹھانی روایات کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔ لڑکے والوں کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ رشتہ کے لئے خواہش کریں اور بار بار اس خواہش کا اظہار کریں تاکہ لڑکی والوں کو یہ معلوم ہو کہ لڑکے والے یہ رشتہ

کرنے کے آرزومند ہیں اور اس کے لئے اصرار کر رہے ہیں۔ زیادہ تر شادیاں خاندان میں ورنہ اپنے گاؤں اور قبیلے میں ہوتی ہیں۔ چچا، پھوپھی، ماموں یا خالہ کی لڑکی یا بیوہ بھاوج سے شادی کرنا ایک ایسا حق سمجھا جاتا ہے جو عام طور پر رائج ہے۔ اگر بڑی بہن کنواری ہو تو اس کو نظر انداز کر کے چھوٹی بہن کے لئے پیغام دینا معیوب سمجھا جاتا ہے۔

دینا:

چھوٹی عمر میں شادی کرنے کا رواج نہیں ہے۔ عموماً سترہ، اٹھارہ سال کی عمر میں لڑکے کی اور پندرہ سولہ سال کی عمر میں لڑکی کی شادی کی جاتی ہے۔ بعض لوگ تعلقات کی بنا پر کم عمر میں نسبت کر لیتے ہیں۔ اور شادی بالغ ہونے کے بعد کرتے ہیں۔ یہ نسبت باقاعدہ منگنی جیسی نہیں ہوتی تاہم زبان کا پاس کیا جاتا ہے اور نسبت کو توڑنا معیوب اور خلاف روایات سمجھا جاتا ہے۔ اس قسم کی نسبت کو دینا یا اقرار کہتے ہیں۔

منگنی:

عام طور پر خاندان اور قبیلے کے باہر شادی کرنے کا رواج نہیں ہے۔ اس لئے لڑکے اور لڑکی کے والدین ایک دوسرے کے حالات سے بخوبی واقف ہوتے ہیں اور ان کو زیادہ چھان بین کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ لڑکے والے جب کوئی لڑکی پسند کرتے ہیں تو اس کی صحت، شرافت، شرم وحیا شکل وصورت کا خاص طور پر خیال رکھتے ہیں۔ اگر یہ خوبیاں لڑکی میں موجود ہوں تو وہ فوراً پیغام دے دیتے ہیں، اور لڑکی کے والدین کو رضا مند کرنے کے لئے پوری کوشش کرتے ہیں۔ پیام دینے کے بعد لڑکے کا باپ یا ولی اپنے گاؤں کے چند معزز لوگوں کو ساتھ لے کر لڑکی کے گھر جاتا ہے، اور یہ سب لوگ لڑکی کے باپ کو رضا مند کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب لڑکی کا باپ ان لوگوں کی درخواست منظور کر لیتا ہے تو سب لوگ اس رشتے کی کامیابی اور خیر و برکت کے لئے دعا کرتے ہیں۔ پھر مٹھائی تقسیم کی جاتی ہے اور سب لوگ صرف لڑکے والوں کو مبارک باد دیتے ہیں۔ منگنی طے پانے کے بعد بلند آواز سے تین بار اس کا اعلان کیا جاتا ہے۔ تاکہ سب کو اس کا علم ہو جائے اور یہ منگنی ٹوٹ نہ سکے۔

ان لوگوں میں منگنی توڑنا بہت معیوب سمجھا جاتا ہے اور منگنی کرنے والے والدین اپنے الفاظ اور وعدے کا پاس کرتے ہیں۔

خوگہ:

بعض علاقوں میں یہ رواج ہے کہ لڑکے کے والدین پیام دیتے ہیں، اور لڑکی کے والدین کو رضا مند کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اور جب وہ رضا مند ہو جاتے ہیں تو لڑکے کی چند قریبی رشتہ دار عورتیں لڑکی کے لئے کپڑے، زیور اور مٹھائی لے کر اس کے گھر جاتی ہیں، اور یہ چیزیں لڑکی کے والدین کو پیش کی جاتی ہے۔ ان کو خوگہ کہا جاتا ہیں۔ لڑکے کے گھر والے چیزیں دے کر اپنے گھر واپس آتے ہیں اور منگنی طے ہونے کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔ یہ چیزیں پیش اور قبول کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ منگنی قطعی طور پر طے ہوگئی ہے اور دونوں خاندان اس تصفیہ کا احترام کریں گے۔

گھی اور چاول:

ان علاقوں کے باشندوں میں عام رواج یہ ہے کہ لڑکی کی شادی اور بارات کے کھانے پر جو اخراجات ہوتے ہیں وہ لڑکا ادا کرتا ہے۔ چنانچہ جب شادی کی تاریخ مقرر ہو جاتی ہے تو لڑکی والے یہ اندازہ کرتے ہیں کہ کتنے مہمان آئیں گے اور ان کے کھانے پر کیا کیا چیزیں کس مقدار میں صرف ہوں گی۔ اس تخمینے کے مطابق لڑکی والے لڑکے والوں سے مہمانوں کے لئے خوراک کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اس مطالبے کو غوڑی اور اتیجے یعنی گھی اور چاول کا مطالبہ کہا جاتا ہے۔ اس میں گھی اور چاول کے علاوہ گوشت، نمک، شکر، گڑ، مسالے وغیرہ بہت سی چیزیں شامل ہوتی ہیں اور لڑکے والوں کو یہ چیزیں فراہم کرنا پڑتی ہے۔

مائیوں:

ان لوگوں میں یہ رواج ہے کہ منگنی طے ہونے سے قبل لڑکے اور لڑکی کو ملنے کی اجازت ہوتی ہے، لیکن منگنی کا اعلان ہونے کے بعد دونوں پر پابندی لگا دی جاتی ہے اور وہ نکاح ہونے تک ایک دوسرے سے مل نہیں سکتے۔ عموماً منگنی کے چند ماہ بعد نکاح کیا جاتا ہے اور نکاح سے چند روز پہلے لڑکی

کو مانجھے بٹھا دیتے ہیں۔ بعض علاقوں میں یہ رسم ہوتی ہے کہ جب لڑکی مانجھے میں ہوتی ہے تو لڑکا لڑکی والوں کے گھر جاتا ہے اور لڑکی کے بالوں کی ایک لٹ اپنے ہاتھ سے کاٹ کر لے آتا ہے۔ اس کو لڑکے کا قابل فخر کارنامہ سمجھا جاتا ہے۔

نکریزے:

شادی سے ایک دن پہلے نکریزے یعنی مہندی کی رسم ہوتی ہے۔ یہ رسم رات کے وقت ادا کی جاتی ہے۔ دلہن کی بہنیں اور چند قریبی رشتہ دار عورتیں دولہا کے لئے مہندی لے کر اس کے گھر جاتی ہیں، اور اس کو چوکی پر بٹھا کر اس کی انگلی مہندی کے کٹورے میں ڈالتی ہیں۔ اس موقع پر دولہا دلہن کے لئے کچھ روپے دیتا ہے۔ اس کے بعد دولہا کے گھر سے چند عورتیں دلہن کے گھر جاتی ہیں اور دلہن کو مہندی لگانے کی رسم کرتی ہیں۔ مہندی کی رسم کے بعد دولہا اس جگہ جاتا ہے جہاں اس کے مہمان جمع ہوتے ہیں۔ یہ مہمان کچھ روپے بطور نندرہ یا نیوتا دیتے ہیں۔

بارات:

جس روز دلہن کے گھر بارات جاتی ہے اس روز شادی کے مہمانوں کے علاوہ گاؤں یا محلے کے تمام لوگوں کو بھی کھانے پر مدعو کر لیا جاتا ہے، اور دولہا والے ان سب کو پلاؤ کھلاتے ہیں۔ کھانے کے بعد باراتی نئے کپڑے بدلتے اور ہتھیار لگاتے اور سب لوگ حجرے میں جمع ہو جاتے ہیں۔ پیر کے مزار پر دولہا کو سلام کرانے کے بعد بارات روانہ ہوتی ہے بارات میں مرد اور عورتیں دونوں ہوتے ہیں، لیکن الگ الگ رہتے ہیں۔ سب باراتیوں کے آگے آگے ڈوم ڈھول بجاتے اور گاتے ہوئے چلتے ہیں۔ نچلے طبقوں میں سب باراتی ناچتے گاتے ہیں۔ راستے میں ہوائی فائرنگ کرتے ہیں۔ جب باراتی دلہن کے گھر پہنچتے ہیں تو ان کا استقبال کیا جاتا ہے اور دعوت کے بعد رات گئے تک گانا ہوتا ہے۔ بعض لوگوں میں یہ رواج ہے کہ بارات والوں کا مردانہ کھیلوں میں امتحان لیا جاتا ہے اور نشانہ بازی، رسہ کشی اور وزن اٹھانے کا مقابلہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد دلہن کے گھر سے ایک تھالی میں حلوہ لایا جاتا ہے اور سب لوگ اس پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور ایک دوسرے سے حلوہ چھیننے کے لئے پورا زور لگاتے

ہیں۔زیادہ حلوہ چھین لینے والا اپنے کارنامے پر فخر کرتا ہے۔

اس کے بعد دولہا اس مکان میں جاتا ہے جہاں دلہن کا جہیز رکھا ہوتا ہے۔جہیز کے پلنگ پر دلہن کا بستر بچھا دیا جاتا ہے اور دولہا اس پلنگ پر بیٹھ کر شادی کا جوڑا پہنتا ہے۔یہ جوڑا دلہن والے دولہا کو مہندی کے دن دیتے ہیں اور باراتی اپنے ساتھ لے آتے ہیں۔اس کے بعد دولہا کے سہرا باندھا جاتا ہے۔

پلنگ جھلائی:

جب دولہا شادی کے کپڑے پہن چکتا ہے تو پلنگ جھلانے کی رسم ہوتی ہے۔دولہا پلنگ پر بیٹھا رہتا ہے اور اس کے کچھ دوست اور بھائی پلنگ کو اٹھا کر جھلاتے ہیں۔اس طرح کہ دولہا اپنا توازن قائم نہ رکھ سکے،اور دولہا یہ کوشش کرتا ہے کہ پلنگ پر اس کا توازن قائم رہے۔مہمان اس رسم سے بہت لطف اندوز ہوتے ہیں۔جب پلنگ زمین پر رکھ دیا جاتا ہے تو دولہا کو مبارک باد دی جاتی ہے اور ہوا میں بندوقیں چھوڑی جاتی ہیں۔

تھال:

بعض جگہ بارات کے آنے کے بعد دلہن کے گھر میں ایک رسم ہوتی ہے جس کو تھال کہتے ہیں۔جب بارات آتی ہے تو ایک طرف باراتی بٹھائے جاتے ہیں اور دوسری طرف دلہن کے گھر والے بیٹھتے ہیں اور ان دونوں کے درمیان حجام ایک بہت بڑی سینی رکھ دیتا ہے جس کو تھال کہتے ہیں۔دولہا والے دلہن کے لئے جو زیور اور روپے لاتے ہیں وہ اس میں رکھ دیئے جاتے ہیں اور حجام وہ سب چیزیں دلہن کی ماں کو دے آتا ہے اس کے بعد وہ خالی تھال لا کے پھر رکھ دیتا ہے اور اس کو روپیوں سے بھرنے کا تقاضا کیا جاتا ہے۔دولہا والے اس مطالبے پر احتجاج اور انکار کرتے ہیں اور دلہن والے اصرار کئے جاتے ہیں۔آخر کار دولہا اور باراتی تھال میں روپے ڈالتے ہیں اور حجام یہ تھال دوبارہ اندر لے جاتا ہے۔دلہن کی ماں کچھ روپے تھال میں چھوڑ دیتی اور باقی رکھ لیتی ہے۔بعض لوگ یہ رقم دلہن کو زیور بنانے کے لئے دے دیتے ہیں ورنہ عموماً دلہن کا باپ لے لیتا ہے۔

نکاح:

تھال کی رسم کے بعد باراتیوں کو شربت پلایا جاتا ہے اور اس کے بعد نکاح ہوتا ہے۔ نکاح شرعی طریقے پر ہوتا ہے۔ قبیلہ کا پیر یا ملا نکاح پڑھتا ہے۔ وکیل اور دو گواہ ہوتے ہیں۔ جن میں سے ایک گواہ لڑکے کی طرف سے ہوتا ہے اور ایک لڑکی کی طرف سے نکاح سے قبل بلند آواز سے مہر کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔ نکاح کے بعد سب لوگ اس رشتے کی کامیابی، دولہا دلہن کی خوش حالی اور خیر و برکت کے لئے دعا مانگتے ہیں، اور ہوا میں بندوقیں چھوڑ کر خوشی و مسرت کا اظہار کرتے ہیں۔ بعض قبیلوں میں یہ رواج ہے کہ دلہن کو دولہا کے گھر لے آتے ہیں اور وہاں نکاح پڑھا جاتا ہے۔ بہت سے لوگ نکاح مسجد میں پڑھواتے ہیں۔ رات گئے سب لوگ مسجد جاتے ہیں۔ امام نکاح پڑھتا ہے اور خطبہ کے بعد دولہا دلہن کا نام لے کر اعلان کرتا ہے کہ یہ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد امام کو تحفے دیئے جاتے ہیں اور لوگ ہوائی فائرنگ کرتے ہیں

سلامی:

نکاح کے بعد دولہا کو اندر بلایا جاتا ہے، اور دلہن کو رخصت کرنے کی تیاری ہوتی ہے۔ اندر آنے کے بعد سلامی کی رسم ہوتی ہے۔ دولہا سب سے پہلے اپنی ساس کو اور پھر دلہن کے خاندان کی تمام بزرگ عورتوں اور مہمانوں کو جھک کر سلام کرتا ہے۔ دلہن کی بہن دولہا کو شربت کا گلاس دیتی ہے۔ پہلے دولہا ایک گھونٹ شربت پیتا ہے۔ اس کے بعد شہبالا پیتا ہے۔ پھر دولہا اور شہبالا دونوں اس گلاس میں روپے ڈالتے ہیں۔

مہمانوں کی دلچسپی کے لئے گانے اور ناچ کا انتظام بھی کیا جاتا ہے۔ عورتوں کا ناچنا ان لوگوں کے نزدیک بہت معیوب بات ہے۔ اس لئے شادیوں میں ناچنے کے لئے کم سن لڑکے بلائے جاتے ہیں۔ ان کو لختئی کہتے ہیں۔ یہ لڑکے زنانے کپڑے اور پیشواز پہن کر ناچتے ہیں۔

رخصتی اور نقلی جنگ:

شادی کے دن دلہن کو خوب سنوارتے ہیں۔ پہلے سات عورتیں سات چوٹیاں گوندھتی ہیں۔

پھر نہلاتی اور شادی کے کپڑے اور زیور پہناتی ہیں۔ خوشبوئیں ملتی ہیں، اور نکاح کے بعد صبح سویرے رخصتی کے لئے تیار کرتی ہیں۔ دلہن کی رخصتی کا عام رواج یہ ہے کہ نکاح اور سلامی کی رسم کے بعد دلہن کو ڈولی میں بٹھا کے دولہا کے حوالے کر دیتے ہیں اور باراتی دلہن کو لے کر دولہا کے گھر روانہ ہو جاتے ہیں لیکن بعض قبائل میں دلہن کی رخصتی ایک نقلی جنگ کی شکل میں ہوتی ہے۔ لڑکی والے دلہن کو ایک ڈولی میں بٹھا کر یہ ڈولی ایک جگہ رکھ دیتے ہیں۔ اور باراتی ایک لشکر کی شکل میں ڈولی پر قبضہ کرنے کے لئے حملہ کرتے ہیں۔ دلہن کے گھر اور گاؤں والے ان حملہ آوروں کو روکنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دونوں طرف سے ہوا میں بندوقیں چھوڑی جاتی ہیں۔ کچھ دیر کے بعد دلہن والے پسپا ہو جاتے ہیں اور دولہا والے دلہن کی ڈولی پر قبضہ کر لیتے ہیں۔ اپنی اس کامیابی پر باراتی نعرے لگاتے ہیں اور بندوقیں چھوڑتے ہوئے دولہا کے گھر روانہ ہو جاتے ہیں۔ باراتی تین شب و روز دولہا کے مہمان ہوتے ہیں۔ خوب گانا بجانا ہوتا ہے اور تیسرے روز بڑی دعوت کر کے مہمان رخصت کئے جاتے ہیں۔

رونمائی:

باراتی جب دلہن کو لے کر واپس آتے ہیں تو بڑی گرم جوشی سے دلہن کا استقبال کیا جاتا ہے۔ تمام عورتیں دلہن کو ڈولی سے اتارنے کے لئے جمع ہو جاتی ہیں، اور اس کو گھر کے اندر قالین پر بٹھا کر رونمائی کی رسم کرتی ہیں۔ سب سے پہلے دولہا کی ماں اور دوسرے بزرگ عورتیں دلہن کا منہ دیکھتی اور سلامی دیتی ہیں۔ ان کے بعد دوسری تمام عورتیں دلہن کا منہ دیکھ کر پیسے اور تحفے دیتی ہیں۔ جن کی تفصیل یاد رکھی جاتی ہے تاکہ جب تحفہ دینے والے کے یہاں تقریب ہو تو اس کے بدلے میں اسی مالیت کا تحفہ دیا جائے۔ (تحفہ دینا خیر سگالی اور محبت کے لئے ہوتا ہے لیکن اگر یہ مجبوری کی شکل اختیار کر لے تو یہ محبت کی بجائے نفرت کا باعث بن جاتا ہے) دولہا اس روز دلہن کا منہ نہیں دیکھتا۔ تین دن کے بعد سب مہمان رخصت کر دیئے جاتے ہیں اور مہمانوں کے جانے کے بعد دولہا دلہن کے چہرے سے نقاب ہٹا کر اس کی صورت دیکھتا ہے۔ مہمان اگرچہ اظہار محبت و یکجہتی کے لئے آتے ہیں لیکن اس زمانے میں تین چار روز تک مہمان بننا ایک غیر منطقی تکلیف ہی ہے جو میزبان پر ایک بوجھ ہوگا۔

مہمانوں کی خدمت پر ایک خطیر رقم بھی خرچ ہوگی۔ خدمت کرتے ہوئے اسے مشقت اور تکلیف کا بھی سامنا کرنا پڑے گا۔

آرسی مصحف:

رونمائی کے بعد آرسی مصحف کی رسم ہوتی ہے۔ دولہا کو اندر بلا کر دلہن کے قریب بٹھا دیتے ہیں۔ دولہا اور دلہن دونوں کے ہاتھ میں قرآن پاک کا ایک ایک نسخہ دے کر ان کے درمیان آئینہ رکھ دیتے ہیں۔ یہ پہلے قرآن پاک کھول کر اس کے صفحات پر نظر ڈالتے ہیں۔ پھر آئینے میں ایک دوسرے کی صورت دیکھتے ہیں۔ سب عورتیں خیر و برکت کے لئے دعا کرتی ہیں، اور مبارک باد کے گیت گائے جاتے ہیں۔

(یہ رسم سراسر قرآن حکیم کے ایسے استعمال پر مبنی ہے جس کے لئے قرآن نازل نہیں ہوا۔ یہ قرآن کی توہین بھی ہے۔)

حلوہ کھلائی:

آرسی مصحف کے بعد دولہا دلہن کو حلوہ کھلانے کی رسم ہوتی ہے۔ ایک تھالی میں حلوہ لایا جاتا ہے اور اس کو دولہا اور دلہن کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ جتنی عورتیں موجود ہوتی ہیں وہ دو گروہوں میں بٹ جاتی ہیں۔ ایک پارٹی دولہا کی طرف دار ہوتی ہے اور ایک دلہن کی۔ دولہا کی پارٹی کہتی ہے کہ پہلے دلہن دولہا کو حلوہ کھلائے اور دلہن کی پارٹی کا یہ اصرار ہوتا ہے کہ پہلے دولہا دلہن کو کھلائے۔ جو پارٹی زیادہ مضبوط ہوتی ہے وہ اپنی بات منوا لیتی ہے۔ اگر دونوں پارٹیاں تصفیہ نہیں کر پاتیں اور (مصنوعی) جھگڑا طول کھینچ جاتا ہے تو دولہا اپنی ہار مان کر، اور دلہن کی پارٹی کی بات مان کر دلہن کو پہلے حلوہ کھلاتا ہے۔

جہیز کی نمائش:

دولہا کے گھر میں جہیز کی نمائش کرنے کی رسم بھی ہوتی ہے۔ کچھ جہیز دلہن کے ساتھ آجاتا ہے اور کچھ تین روز کے بعد دلہن کی ماں اور چند بزرگ رشتہ دار عورتیں لے کر آتی ہیں۔ جب پورا جہیز

یک جا ہو جاتا ہے تو اس کو سلیقے سے جماتے ہیں اور تمام عورتوں کو بلا کر جہیز دکھلاتے ہیں۔ پٹھانوں میں یہ رواج ہے کہ شادی کے اخراجات لڑکی والوں کی طرف سے بھی لڑکا برداشت کرتا ہے اور بہت سے چیزیں جو لڑکی کو جہیز میں دی جاتی ہیں لڑکے والے فراہم کرتے ہیں۔ اس لئے جب مہمانوں کو جہیز دکھلاتے ہیں تو دلہن کی ماں یہ بتلا دیتی ہے کہ کون سی چیزیں لڑکے والوں کی طرف سے آئی ہیں اور لڑکی کے والدین نے کیا کیا چیزیں دی ہیں۔ جہیز کی نمائش کے بعد دلہن اپنی ماں کے ساتھ میکے چلی جاتی ہے۔

دعوت:

دلہن کے گھر میں باراتیوں کی دعوت شادی کی ایک اہم رسم ہوتی ہے اور اس کے مصارف بھی دولہا ادا کرتا ہے۔ بارات کی روانگی سے قبل دولہا کے گھر میں مہمانوں کو صرف پلاؤ کھلایا جاتا ہے، لیکن دلہن کے گھر میں بارات کی پر تکلف دعوت ہوتی ہے اور اس کے لئے خاص دعوتی کھانے تیار کئے جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک چیز ''قورمہ'' ہوتی ہے جو بھینس کے عمدہ گوشت میں چنے کی دال ڈال کر پکاتے ہیں۔

بعض لوگ پتھر کی سل پر بہت موٹی روٹی سینک لیتے ہیں اور بڑی دیگ میں گوشت پکا کے روٹی کے ٹکڑے اس میں ڈال کر دم دے لیتے ہیں۔ پھر یہ بڑے برتنوں میں نکالتے ہیں۔

جو لوگ کھانے میں بہت تکلف کرتے ہیں وہ دنبہ ذبح کر کے اس کو صاف کر لیتے ہیں اور مسلم دنبے کے پیٹ میں عمدہ قسم کے چاول بھر دیتے ہیں۔ پھر ایک بڑا گڑھا کھود کے اس میں موٹی موٹی لکڑیاں جلاتے ہیں اور جب خوب دہکتے ہوئے کوئلے بن جاتے ہیں تو دنبہ گڑھے کے اندر لٹکا دیتے ہیں، اور گوشت اور چاول اچھی طرح دم ہو جاتے ہیں۔

شادی کی دعوتوں کے لئے ایک میٹھا بھی تیار کیا جاتا ہے جس کو نشاستے کا حلوہ کہتے ہیں۔ پہلے چینی بھونتے ہیں اور جب اس کا رنگ بدلنے لگتا ہے تو اس میں سوجی ڈال دیتے ہیں۔ جب یہ حلوہ بادامی رنگ کا ہو جاتا ہے تو اتار لیتے ہیں۔ ان لوگوں میں کھانا یک جا کھانے کا رواج ہے۔ سب چیزیں بڑے بڑے برتنوں میں نکال لی جاتی ہیں اور ایک، ایک برتن میں کئی کئی آدمی ایک ساتھ کھاتے ہیں۔

مہر:

ان علاقوں میں شادی سے متعلق جو رسم ورواج پائے جاتے ہیں ان میں مہر کی بڑی اہمیت ہے۔مہر کا تصفیہ منگنی طے ہونے سے قبل ہی کر لیا جاتا ہے،اور نکاح سے پہلے بلند آواز سے مہر کا اعلان کیا جاتا ہے تا کہ اس کی کافی تشہیر ہو جائے۔مہر فوراً ادا کر دینے کا رواج نہیں ہے مہر معجّل ان معنوں میں بہتر ہوتا ہے کہ فریضہ ادا ہو جاتا ہے یہ قرض ہی کی ادائیگی ہوتی ہے۔فوری ادائیگی کا رواج نہ ہونا مستحسن رجحان نہیں ہے لیکن اس کو ہر وقت قابل ادائی تسلیم کیا جاتا ہے۔مہر کی ادائیگی کے لئے مختلف طریقے اختیار کیے جاتے ہیں۔بعض جگہ یہ رواج ہے کہ دولہا دلہن کو اپنے گھر لانے کے بعد اسے کوئی تحفہ،زیور،یا دودھ دینے والی گائے یا بھینس دیتا ہے،اور چند روز کے بعد پورا مہر معاف کروالیتا ہے۔ اگر دلہن مہر معاف کرنے پر تیار ہوتی ہے تو چند بزرگوں کو بلایا جاتا ہے اور وہ اس بات کے گواہ قرار دیے جاتے ہیں کہ مہر معاف کر دیا گیا ہے۔

بعض لوگ اپنی بیوی کو مہر کے معاوضہ میں زمین دے دیتے ہیں۔ جو ہر طرح بیوی کی ملکیت ہوتی ہے۔وہ جس طرح چاہے اس کو استعمال کر سکتی ہے،اور اس کو فروخت کر دینے یا کسی کو دے دینے کا حق بھی ہوتا ہے۔

مہر میں ثواب دینے کا رواج:

معمولی تحفے لے کر مہر معاف کر دینے کا رواج زیادہ ہے،اور جو بیوی اس طرح مہر معاف کر دیتی ہے اس کا شوہر یہ اعلان کرتا ہے کہ وہ راہ خدا میں زندگی بھر جو کچھ خرچ کرے گا اس کا آدھا، تہائی یا چوتھائی ثواب بیوی کو ملے گا۔یہ اعلان کرنے والے شوہر پر لازم ہوتا ہے کہ اس کی بیوی اگر اس کی زندگی میں مر جائے تو وہ گھر کی چیزوں میں سے اتنا حصہ خیرات کر دے جتنا ثواب بیوی کو دینے کا اس نے اعلان کیا تھا،لیکن ایسے لوگ کم ہوتے ہیں جو ان شرائط پر عمل کرتے ہیں ورنہ عام رواج یہ ہے کہ لوگ پہلے تحفہ تو دیتے ہیں مگر باقی مہر ادا نہیں کرتے۔بعض قبیلے مہر کی نقد ادائی کو ذلت تصور کرتے ہیں اور بعض میں یہ رواج کہ جب کوئی مرد اپنی ذات سے کم درجہ کی عورت سے شادی کرتا ہے تو مہر کے

بجائے مہر مثل مقرر کرتا ہے یعنی عورت کی حیثیت کے مطابق مہر مقرر کیا جاتا ہے اور اس کی ادائی بھی عموماً برائے نام ہوتی ہے۔

سروے رپورٹ: پشاور کے محمد عاکف جو کہ PCSIR کے ریٹائرڈ ڈائریکٹر ہیں۔ان سے جب پشاور کی شادی بیاہ رسوم کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ یہاں رشتہ لڑکے والے بھیجتے ہیں رشتہ طے ہو جانے کے بعد لڑکے والے لڑکی کے نام کوئی نہ کوئی پراپرٹی ضرور لگواتے ہیں زمین ہو یا مکان ہو، اور لڑکی کو جتنا زیور لڑکے والے ڈالتے ہیں وہ سارا بھی لڑکی کے نام لکھا جاتا ہے۔اس کے علاوہ حق مہر بھی لڑکے کو حسب توفیق ادا کرنا پڑتا ہے۔لڑکی والے بارات کو کھانا بھی کھلاتے ہیں اور جہیز بھی ادا کرتے ہیں۔

سروے رپورٹ (خانس پور):

خانس پور میں لاثانی ہوٹل کے مینجر سیمات سیمابی کا کہنا ہے۔ہم شادی بیاہ سادہ طریقے سے کرتے ہیں اور بہت زیادہ رسومات کے قائل نہیں۔رشتہ لڑکے والوں کی طرف سے بھیجا جاتا ہے اور فریق جب مطمئین ہو جائیں تو شادی کا دن مقرر کر لیا جاتا ہے۔حق مہر کم از کم ایک لاکھ ورنہ پانچ لاکھ بھی رکھ لیتے ہیں۔اور لڑکا بیشک کم حیثیت بھی ہو اسے یہ مہر ادا کرنا پڑتا ہے۔بارات کی ضیافت لڑکی والے کرتے ہیں مگر ضروری نہیں کہ کھانا بھی کھلایا جائے۔کئی لوگ صرف مشروبات ہی پلا دیتے ہیں۔

جو لوگ شادی میں مدعو ہوتے ہیں تو وہ بہت معمولی تحائف لے کر آتے ہیں کوئی گل دستہ یا اسی طرح کی معمولی چیز، اور اس بات کا برا نہیں مانا جاتا۔جو زیادہ قریبی رشتہ دار ہے وہ اپنی مرضی سے کچھ زیادہ دینا چاہے تو دیدے۔لڑکے والے شادی سے ایک روز پہلے اپنے گھر میں چھوٹا سا جشن مناتے ہیں اس میں مہندی تو نہیں لگاتے بس رشتہ دار مل بیٹھ کر آپس میں ہلہ گلہ کرتے ہیں۔[2]

انٹرویو: (مانسہرہ)

مانسہرہ شہر کے محمود الحسن صاحب جو کہ ایم فل علوم اسلامیہ کے طالبعلم تھے ان سے جب

شادی بیاہ کے رسم و رواج کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ مانسہرہ میں پیغام نکاح لڑکے والوں کی طرف سے ہوتا ہے رشتہ منظور ہو جانے پر منگنی کی رسم ادا کی جاتی ہے۔ اس رسم کو سادگی سے ادا کیا جاتا ہے اور مہمانوں کی تواضع چائے وغیرہ سے کی جاتی ہے۔ منگنی کے موقع پر لڑکے والے لڑکی کے لئے دوپٹہ لے کر جاتے ہیں جو شادی کے سوٹ کا ہو پورا سوٹ نہیں دیا جاتا۔ منگنی کے کچھ عرصہ بعد شادی کی جاتی ہے اور عیدین پر صرف لڑکے والے لڑکی کو عیدی بھیجتے ہیں لڑکی والوں کی طرف سے عیدی نہیں دی جاتی۔ مہندی اور مایوں کا رواج نہیں ہے اور نہ ہی گانا بجانا کیا جاتا ہے۔

نکاح شادی سے ایک دن پہلے کر لیا جاتا ہے اور کئی لوگ شادی والے دن بھی کر لیتے ہیں نکاح کے وقت فائرنگ کی جاتی ہے دودھ پلائی کی رسم اُن کے ہاں بھی کی جاتی ہے۔ شادی والے دن دلہا کے رشتہ دار دلہا اور اس کے دوست کے کپڑے پھاڑتے ہیں اس لیے اس دن وہ کوئی پرانا سا سوٹ پہن لیتا ہے۔

دلہا جب دلہن کے گھر ہوتا ہے تو اس کی جوتی دلہن کی بہنیں چرا لیتی ہیں اور پیسے لے کر واپس کرتی ہیں۔

بارات اگر کسی دوسرے شہر سے آئی ہو تو انہیں کھانا کھلایا جاتا ہے ورنہ مقامی بارات کو صرف چائے ہی پلائی جاتی ہے۔

دلہن کی رخصتی نکاح کے فوراً بعد اس وقت کی جاتی ہے جب دلہا اپنے سسرال میں ہوتا ہے اور دلہن کے بھائی اُسے دلہا کے گھر چھوڑ آتے ہیں دلہا بعد میں مہمانوں کے ساتھ گھر واپس جاتا ہے۔ دوپہر کی شادیوں میں بارات کی واپسی تقریباً عصر کے وقت ہوتی ہے۔ دلہن کا استقبال گھر میں ساس کرتی ہے وہ بارات کے ساتھ نہیں جاتی۔ لڑکی کے استقبال کے وقت فائرنگ کی جاتی ہے۔ دلہن کے سسرال پہنچنے پر اسے مٹھائی کھلانے کی رسم ادا کی جاتی ہے اور تحائف دیئے جاتے ہیں۔ بارات میں لڑکے کو سلامی صرف ساس اور سسر دیتے ہیں۔ دلہن کی بری لڑکے والے خود بناتے ہیں اور دلہن کے گھر کو پیسے نہیں دیتے۔ حق مہر کا تعین نہیں ہے لڑکے کی حیثیت کے مطابق ادا کیا جاتا ہے۔

انٹرویو (سوات):

(جناب فضل ربی، امام مسجد، مینگورہ)

سوات میں بھی شادی کی رسمیں سادگی سے ادا کی جاتی ہیں۔ رشتے طے پا جانے کے بعد لڑکے والے لڑکی کے والدین کو شادی کی تیاری کے لیے خرچہ دیتے ہیں یہ رقم بیس تیس ہزار سے لے کر لاکھوں روپے تک ہوتی ہے اگر لڑکی والے ذرا غریب ہوں تو وہ کچھ رقم شادی پر خرچ کرتے ہیں باقی اپنے پاس رکھتے ہیں۔ امیر اور کھاتے پیتے گھرانوں میں لڑکے والوں کی پوری رقم شادی میں استعمال کی جاتی ہے بلکہ اپنی طرف سے بھی کچھ تحائف لڑکی کو دیے جاتے ہیں۔

یہاں مہندی وغیرہ کی رسمیں ادا نہیں کی جاتیں۔ یہاں شادی کے موقع پر سلامی دینا بھی لازمی نہیں جس کا دل کرے وہ سلامی دے باقی ویسے ہی شرکت کر لیں اس بات کا برا نہیں منایا جاتا۔

شادی کے موقع پر کھانا نہیں کھلایا جاتا صرف چند لوگ بارات میں جاتے ہیں نکاح کے بعد ہوائی فائرنگ کرتے ہیں اور گانوں کی کیسٹ لگا کر ڈانس وغیرہ کرتے ہیں۔

رخصتی کے وقت دلہن کو گاڑی میں بٹھا کر لمبے لمبے راستوں سے گزر کر گھر لے جایا جاتا ہے گاڑیوں کی آپس میں ریس لگائی جاتی ہے جس میں کئی مرتبہ ایکسڈنٹ بھی ہو جاتے ہیں۔

دلہا والے ولیمے میں رشتہ داروں کو مدعو کرتے ہیں اور کھانا کھلاتے ہیں۔

انٹرویو (کرک) (تحصیل تخت نصیرتی، کوہاٹ ڈویژن)

کرک کے مسٹر سعید احمد نے اپنے علاقے کے رسم ورواج کے متعلق باقی علاقوں کی نسبت مختلف طرح کی باتیں بتائیں۔

پیغام نکاح ہمیشہ لڑکے والوں کی طرف سے دیا جاتا ہے۔

کرک میں منگنی کی رسم ادا نہیں کی جاتی زیادہ تر نکاح زبانی ہوتے ہیں۔ اگر ضرورت پڑے تو شادی کے وقت نکاح نامہ لکھا جاتا ہے ورنہ لکھا ہی نہیں جاتا۔

مہندی کی رسم کا رواج بہت کم ہے لڑکے والے لڑکی کے گھر شادی سے ایک دن پہلے جا کر

شادی کا جوڑا دے آتے ہیں۔ لڑکی کے گھر میں کوئی فنکشن نہیں ہوتا۔ لڑکے والے شادی سے ایک دن پہلے اپنے گھر میں جشن کرتے ہیں۔ جب رات کو دلہا کے دوست اور قریبی رشتہ دار سب ایک کمرے میں جمع ہوتے ہیں تو اس موقع پر کوئی لائٹ بجھا دیتا ہے اور پھر سب ایک دوسرے کو ہوائی طور پر جوتے مارتے ہیں جس کو مرضی جوتا لگ جائے۔ یہ ہنگامہ تقریباً پانچ منٹ تک جاری رہتا ہے۔

حق مہر کی مقدار بہت معمولی ہوتی ہے جو کہ نکاح کے موقع پر طے کی جاتی ہے۔

بارات میں دلہا لڑکی والوں کے گھر نہیں جاتا دلہا کی ماں، بہنیں اور دوسرے رشتہ دار جا کر لڑکی کو لے آتے ہیں اور پھر دلہا کے گھر میں آمنے سامنے بیٹھ کر ایجاب وقبول کیا جاتا ہے ایجاب وقبول کے وقت لڑکیاں دلہن کو ہاں کرنے سے روکتی ہیں اور مزاح وغیرہ کیا جاتا ہے۔ لڑکی والے اپنے خرچے سے بارات کو چائے وغیرہ پلاتے ہیں۔ لڑکے والے بھی پیسوں کا پورا حساب لیتے ہیں کہ کتنے پیسے کس چیز پر خرچ کیے۔ شادی کے وقت دلہن کو جو سلامی ملتی ہے وہ تمام دلہا کی ماں رکھ لیتی ہے اور بعد میں لوگوں کو ان کی شادیوں میں اسی حساب سے لوٹاتی ہے۔

لڑکے والے جہیز کے پیسے نہیں دیتے بلکہ لڑکی والے اپنی مرضی سے اپنے خرچے سے جہیز دیتے ہیں۔

دعوت ولیمہ میں لڑکی والے شرکت نہیں کرتے۔ وہ شادی کے تیسرے دن آتے ہیں اور لڑکی کو کچھ دنوں کے لیے اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ دلہا جب شادی کے تیسرے دن دلہن کے گھر جاتا ہے تو دلہن کی بہنیں دلہا کو انگوٹھی پہناتے ہوئے چھیڑ چھاڑ کرتی ہیں۔

دیر:

دیر میں زیادہ تر رسم ورواج کرک والے ہیں۔ یہاں بہت چھوٹی عمر میں شادی کرنے کا رواج ہے۔ منگنی کے ساتھ ہی نکاح کر دیا جاتا ہے۔ دلہا بارات کے ساتھ نہیں جاتا۔ جب دلہن رخصت ہو کر دلہے کے گھر آتی ہے تو دوبارہ ایجاب وقبول کیا جاتا ہے اور خاندان کی سب سے بزرگ عورت دلہن کا گھونگھٹ ہٹا کر اسے دہی کھلاتی ہے۔ شادی والے دن لڑکے والے اپنے گھر میں شادی

کا جشن مناتے ہیں۔ یہاں لڑکی کو حق مہر زیور کی شکل میں دیا جاتا ہے۔

انٹرویو گلگت (غزر)

گلگت میں زیادہ تر لوگ اسماعیلی فرقے سے تعلق رکھتے ہیں یہاں کی شہناز (علی انسٹیٹیوٹ لاہور میں بی ایڈ کی طالبہ) نے بتایا کہ ہمارے ہاں شادی بہت سادہ طریقے سے ہوتی ہے۔ پیغام نکاح لڑکے والوں کی طرف سے آتا ہے۔ منگنی کا رواج عام ہے شادی سے پہلے ہر لڑکی کی پہلے منگنی کی رسم ادا کی جاتی ہے اور منگنی کے موقع پر لڑکی کے لیے کچھ زیور اور چار یا پانچ جوڑے کپڑے کے لائے جاتے ہیں۔

دلہن کا گھر میں شادی والے دن پوری طرح سنگھار کیا جاتا ہے اور لہنگا وغیرہ پہنتی ہے۔ دلہا بھی شلوار قمیض یا پینٹ کوٹ پہنتا ہے۔

دلہا والے شادی کے موقع پر ڈول بجاتے ہیں۔ بارات کی ضیافت کھانے سے کی جاتی ہے جب لڑکی کو رخصتی کے بعد گھر لے کر جاتے ہیں تو سب رشتہ دار ایک کھلی گراؤنڈ میں جمع ہو جاتے ہیں خواتین کے لیے پردے کا علیحدہ انتظام ہوتا ہے۔ وہاں مرد ڈھول بجا کر ناچتے ہیں۔ زیادہ تر مہمان شادی پر ہی بلائے جاتے ہیں۔

جہیز کی یہاں کوئی پابندی نہیں ہے اپنی مرضی سے اگر کوئی جہیز دے دے تو ٹھیک ہے ورنہ مطالبہ نہیں کی جاتا۔ حق مہر لڑکے کی حیثیت کے مطابق طے کیا جاتا ہے یہ زیادہ تر طلائی زیورات کی شکل میں ہوتا ہے یا لڑکی کے نام زمین لگا دی جاتی ہے۔

شادی پر جو لوگ تحائف لے کر آتے ہیں یا سلامی دیتے ہیں تو شادی کے بعد ان تمام لوگوں کو اسی حساب سے جوڑے دیئے جاتے ہیں اگر کوئی مہنگا جوڑا لے کر آئے یا زیادہ سلامی دے تو اسے بھی مہنگا جوڑا ہی تحفے میں دیا جاتا ہے۔

(سروے رپورٹ، مس شہناز، طالبہ بی ایڈ، علی انسٹیٹیوٹ لاہور)

انٹرویو آزاد کشمیر (مظفر آباد):

مظفر آباد میں شادی بیاہ کی رسمیں زیادہ تر پنجاب کی طرح ہی ادا ہوتی ہیں۔ پیغام نکاح

لڑکے والوں کی طرف سے بھیجا جاتا ہے شادیاں صرف رشتہ داروں میں ہی نہیں کی جاتیں غیر برادری میں بھی ہو جاتی ہیں۔

مہندی اور مایوں کی رسمیں ادا کی جاتی ہیں۔ مہندی پر ڈھول یا بینڈ بجایا جاتا ہے لڑکے اور لڑکی والے دونوں ایک دوسرے کے گھر مہندی لے کر جاتے ہیں اور مہمانوں کو اس روز بھی کھانا کھلایا جاتا ہے۔

لڑکی کو جہیز بھی دیا جاتا ہے اور حق مہر لڑکے کی استطاعت کے مطابق طے پاتا ہے۔

شادی کے شرکاء جو سلامیاں دیتے ہیں ان کا باقاعدہ لکھ کر حساب کیا جاتا ہے۔

(سروے رپورٹ، ٹیکنیشین، بلڈ ٹرانسفر، سی ایم ایچ، راولہ کوٹ)

کوہستان میں شادی کی لوک رسمیں:

ہر عہد، تہذیب اور ثقافتی گروہوں میں شادی بیاہ کی مختلف رسومات پائی جاتی ہی۔ بعض اوقات ایک ہی ملک، علاقہ یا وادی میں یہ رسوم مختلف ہوتی ہیں جس کہ وجہ مختلف نسلی، لسانی، جغرافیائی اور ثقافتی پس منظر ہوتا ہے اور یہی صورت حال کوہستان میں بھی پائی جاتی ہے۔

منگنی:

منگنیاں کم عمری میں طے کی جاتی ہیں۔ منگنی کی اولین ترجیح حقیقی چچازادوں میں اور اس کے بعد اپنی ہی شاخ کی نزدیکی پیڑھیاں۔ نسبی دائروں میں ہونے والی شادیوں کو زیادہ پائیدار مانا جاتا ہے اور اس سے قبیلہ، خیل اور گھرانے کو باہی اتحاد میں متحد رکھنے میں مدد ملتی ہے اسے یہ لوگ نسب بُھیون (نسب بُنتا) بھی کہتے ہیں۔

منگنی کی دو صورتیں پائی جاتی ہیں۔ ایک بدَلی (وٹا سٹا) اور دوسری رَب یعنی پیسے پر۔ وٹا سٹا کی منگنی میں معیار عمر کو سمجھا جاتا ہے دونوں لڑکیاں ہم عمر ہوں تو اُن کا حق مہر عموماً یکساں مقرر کیا جاتا ہے اور اگر عمر میں فرق زیادہ ہو تو پھر ایک کے بدلے میں دو لڑکیاں دی یا لی جاتی ہیں یا پھر ایک لڑکی کے ساتھ اجافی رُب (پیسے) لئے جاتے ہیں تاہم اگر اس قسم کا رشتہ اگر ایک ہی میراث یا حقیقی چچا

زادوں میں طے ہونا ہو تو پھر ایک کے بدلے میں ایک ہی لڑکی دی یالی جاتی ہے اور عمروں کے فرق کی اہمیت ختم ہو جاتی ہے۔

یک طرف رشتہ دینے یا لینے کی صورت میں رُب کی رقم کا انحصار عموماً عمر پر ہوتا ہے اگر لڑکی کم عمر ہے تو اس کا رُب کم رکھا جاتا ہے اور اگر جوان، جوان بیواہ یا جوان مطلقہ ہے تو اس کا رُب زیادہ ہوتا ہے۔

والدین کی مرضی کے مطابق لُہال (منگنی) بچپن میں ہی کرنے کو زیادہ ترجیح دی جاتی ہے۔ خاندانی حالات خواہ کچھ بھی ہوں منگنی توڑنے یا ٹوٹنے کی نوبت کم ہی آتی ہے۔ ایک بار جب منگنی ہو جائے تو پھر لڑکی یا لڑکے کی خوبصورتی، دماغی، جسمانی یا کسی بھی قسم کا نقص منگنی ٹوٹنے یا توڑنے پر اثر انداز نہیں ہوتا انتہائی کم مثالیں ایسی ملتی ہیں جن میں ان وجوہات کی بنا پر رشتہ ٹوٹا ہو۔

منگنی کی ابتدائی بات چیت:

منگنی کی ابتدائی بات چیت لڑکی کے والدین یا اگر اس کا دادا اور دادی ہوں تو ان کے ساتھ شروع کی جاتی ہے اور یہ کئی دن یا ماہ تک جاری رہتی ہے۔ ظاہری طور پر لڑکی کی منگنی کا کلی اختیار والد یا دادا کے پاس ہوتا ہے لیکن اندرونی طور پر ماں اور دادی کی مشاورت اور مرضی کے اثرات مشاہدہ کیئے گئے ہیں۔

پشو کے جوڑے کی رسم:

وادی ہر بن اور اس سے ملحقہ وادیوں میں منگنی کے بعد لڑکی کی ماں، خالہ اور دادی کو پُسو نام کی رسم کے تحت کپڑوں کے جوڑے دیئے جاتے ہیں۔ تاہم وادی پالس اور کولئی میں یہ رسم پائی نہیں جاتی۔

سُس گونڑا سُنئے گونڑ:

منگنی کے بعد جب داماد پہلی بار سسرال کے ہاں جاتا تو اس موقع پر ایک رسم ادا کی جاتی ہے جسے ہر بن وادی میں سُس گونڑا اور پالس و کولئی وادی میں سُنئے گونڑ کہا جاتا ہے۔ اس رسم کے تحت ساس ایک مشکل قسم کی لکڑی کا ٹکڑا اپنے ہونے والے داماد کے سامنے پھینک کر اسے چیرنے کی دعوت دیتی ہے جسے داماد نے ہر صورت میں چیرنا ہوتا ہے۔ اگر اس سے لکڑی کا یہ ٹکڑا چیرا نہ جائے تو اسے

بہت ندامت کا سامنا ہوتا ہے اور سسرال والے یہ محسوس کرتے ہیں کہ داماد ان کی بیٹی کے لائق نہیں۔ اب یہ رسم ترک ہو چکی ہے۔

رشتہ کے اعلان کی ایک ہربن ریت:

ہربن وادی میں بچی کے پیدا ہوتے ہی رشتہ کے اعلان کی ایک انوکھی رسم پائی جاتی ہے اس رسم کے تحت بچی کی پھوپھی، خالہ یا کوئی بھی انتہائی قریبی پیڑھی کی رشتہ والی عورت بچی کے کپڑا کا پلو چیر کر اعلان کرتی ہے کہ متعلقہ بچی اس کے بیٹے کی بیوی ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ یہ اعلان بچی کے والدین سے قائم مان اور فخر کی بنیاد پر کیا جاتا ہے اور اس کی لاج رکھی جاتی ہے کوہستان کے دیگر حصے میں یہ رسم نہیں پائی جاتی۔

رشتہ دینے یا لینے کی ترجیح:

رشتہ دینے کے لیے نسلی اور شجری قیود کا خیال رکھا جاتا ہے اور اس کی پیڑیوں کے حساب سے امتیازی ترجیحات پائی جاتی ہیں۔ عمومی طور پر کوشش کی جاتی ہے کہ رشتہ اپنی ہی ذات برادری میں دیا اور لیا۔ اس کی ترجیح کچھ یوں پائی جاتی ہے:

شادی کی ترجیح کا درجہ	پیڑھی، ذات یا قبائلی حلقہ

پہلی ترجیح۔ حقیقی چچازاد، دوسری ترجیح۔ میراث کے اندر، تیسری ترجیح۔ خیل کے اندر، چوتھی ترجیح۔ تحتانی گروہ کے اندر پانچویں ترجیح۔ اپنے ہی قبائلی گروہ میں، چھٹی ترجیح۔ گروہ سے باہر دوسرے ہم مرتبہ قبیلہ میں، ساتویں ترجیح۔ کسی بھی ذات میں

باقاعدہ منگنی:

جب رشتہ ملنے کا کُلی یقین ہو جائے یا اندرونی طور پر بات چیت مکمل ہو جائے تو لڑکے والے مقامی رشتہ دار مردوں کا ایک جرگہ لے کر لڑکی کے گھر جاتے ہیں۔ جرگہ میں جانے والوں کی تعداد پانچ سے بیس تک ہو سکتی ہے۔ جرگہ کچھ وقفہ یا غیر رسمی بات کے بعد اپنے آنے کا مدعا بیان کرتا ہے۔ باقاعدہ گفتگو کا آغاز ایسا مرد کرتا ہے جو روائیتی بات چیت میں مہارت رکھتا ہو۔ لڑکی والوں کی

طرف سے بات چیت کا اختیار دادا، والد یا چچا کے پاس ہوتا ہے۔لڑکی کا چچا اس کے والد سے بڑا ہو تو پھر والد کی بجائے چچا ہی بات چیت کرتا ہے۔ جرگہ میں دو طرفہ طور پر مکمل آمادگی کے بعد پُھڑو (نشانی)، مھار (مہر) اور رب کی رقم کا تعین کیا جاتا ہے۔

پُھڑو (نشانی):

پھڑو کی رقم سو سے تیس ہزار روپے تک ہو سکتی ہے۔ریہ رقم موقع پر یا کچھ عرصہ کے بعد ادا کی جاتی ہے یہ رقم لڑکی کی طرف سے جو بھی جرگہ میں بات چیت کرتا ہے سے تھما دی جاتی ہے۔اسے نشانی کی رقم بھی کہا جاتا ہے۔

رب:

رَب کی رقم پانچ ہزار سے ایک لاکھ یا اس سے زائد روپے تک ہو سکتی ہے یہ رقم شادی کی تیاری کے دوران (تمام یا آدھی) لڑکی والوں کو ادا کی جاتی ہے جس سے شادی کے اخراجات پورے کیے جاتے ہیں۔

مہر:

مھار (مہر) حق مہر کی رقم پانچ ہزار سے پچاس ہزار روپے تک سنا اور مشاہدہ کی گئی ہے۔ یہ رقم لڑکی کی ہوتی ہے لیکن شادی کے بعد شوہر کوشش کرتا ہے کہ بیوی معاف کر دے یا بخش دے۔ بہت ہی کم لوگ مہر کی رقم نقد یا جنس کی صورت میں دیتے ہیں۔ کہتے ہیں خاوند کو بخش دینے میں ثواب ہے۔

خوشی کی فائرنگ:

منگنی کی دعا کے ساتھ ہی لڑکے والے ہوائی فائرنگ کرتے ہیں اور اس سے وہ لوگ بھی باخبر ہو جاتے ہیں جنہیں پہلے سے ہونے والی منگنی کا علم نہ ہو۔ منگنی کے لئے جرگہ جانے اور دعا تک کوشش کی جاتی ہے کہ اسے صیغہ راز میں رکھا جائے تا کہ دوسرے لوگوں کو اثر انداز ہونے کا موقع نہ ملے۔ منگنی کے دوسرے یا تیسرے روز چند خواتین لڑکے کے گھر سے دیسی گھی، آٹا (آج کل مٹھائی) وغیرہ لڑکی کے گھر لے جاتی ہیں اسی طرح لڑکی والے بھی اگلی بار یہ بدلہ چکا دیتے ہیں۔

پردہ:

منگنی کے بعد شادی تک لڑکا اور لڑکی ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکتے (بچپن کے سوا)۔ لڑکی اپنے ہونے والے شوہر، اس کے والدین اور بھائیوں سے پردہ کرتی ہے اور ان کے سامنے نہیں آتی اگر حقیقی چچا زاد ہوں اور ساتھ ساتھ رہتے ہوں تو پھر ہونے والے شوہر سے پردہ کیا جاتا ہے دوسروں سے نہیں۔ گھرانوں میں تلخی اور رنجشیں خواہ کتنی ہی کیوں نہ پیدا ہوں منگنی توڑنا خلاف روایت سمجھا جاتا ہے اور اس کا اختیار لڑکے والوں کے پاس ہوتا ہے۔

شادی:

شادیوں کی عمر عام طور پر پندرہ سولہ سال کے درمیان پائی جاتی ہے۔ جب لڑکی بالغ ہو جائے تو لڑکے والے اس کے والدین سے رابطہ کرتے ہیں اور باہمی رضامندی سے شادی کی تاریخ طے کی جاتی ہے۔ ہر بن میں پہلے پہل سالانہ موقعوں پر اکٹھے ہی دس سے بیس تک شادیاں ہوا کرتی تھیں۔ آج کل اکیلے اکیلے ہوتی ہیں۔

شادی کے امتناعی ایام:

کئی وادیوں میں بدھ کے روز شادی کا امتناع پایا جاتا ہے اور اسے گھرانے کے لئے اچھا نہیں سمجھا جاتا کہتے ہیں کہ اس دن جس عورت کی شادی ہو اس کا شوہر جلد ہی یا تو قتل ہو جاتا ہے یا بیماری سے فوت ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ماہ صفر کے ابتدائی پندرہ دنوں میں بھی شادی نہیں کی جاتی کہتے ہیں اس مہینے آسمان سے بلائیں، مصیبتیں اور آفات اترتی ہیں اور اس دوران اگر شادی کی جائے تو دلہن کا پاؤں اس گھر میں نہیں ٹکتا اور مصیبتوں میں مبتلا رہتی ہے۔

شادی کے لئے ریشمی کڑھائی:

شادی سے پہلے لڑکی اپنے لئے ریشمی کڑھائی کا اگو (ریشمی شال) تیار کرتی ہے۔ اس کی دو تہیں ہوتی ہیں۔ اور اندازاً دس گز کپڑا صرف ہوتا ہے۔ کڑھائی کے بیل بوٹوں کے لئے مختلف رنگوں کا ریشم استعمال کیا جاتا ہے اور کڑھائی پر ایک سے دو سال کا عرصہ لگ جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ریشمی

اور شلوار کے پائنچوں کے لیے پندی بھی بنائی جاتی ہیں۔

مالائیں:

دلہن کے لئے مقامی طرز کی پاندری جو کہ مختلف لڑوں پر مشتمل ہوتی ہے تیار کی جاتی ہے اور اس کے سرے پر ہار پروئے ہوتے ہیں۔ گلے کے لئے تین چار لڑوں والی مالائیں بھی بنائی جاتی ہیں۔ پہلے کالاش عورتوں کی طرح بڑی بڑی مالائیں جنہیں مُتھر کہا جاتا ہے پہننے کا رواج تھا مگر اب معدوم ہو چکا ہے اور کم لڑوں والی مالائیں جنہیں شکے بالہ کہا جاتا ہے پہنی جاتی ہے۔ یہ مالا گلے کے ساتھ چمٹی ہوتی ہے۔

مہمان داری:

شادی کا جو دن مقرر ہوتا ہے اس کا لڑکی کو بالکل پتہ نہیں ہوتا نہ ہی ان کے رشتہ دار اسے بتاتے ہیں۔ والدین چپکے چپکے شادی کی تیاریوں میں مصروف ہوتے ہیں۔ شادی سے پانچ تا پندرہ دن پہلی لڑکی کو اس کا ماموں، پھوپی یا حقیقی چچا (اگر قریب کی بستی میں رہتے ہوں) تو اپنے گھر لے جاتے ہیں جہاں شفقت اور محبت سے اس کی مہمان داری ہوتی ہے۔ اس دوران لڑکی کے گھر والے تمام تیاریاں مکمل کر لیتے ہیں۔

رشتہ داروں کو شادی کی خبر:

شادی کی خبر لڑکی اور لڑکا دونوں گھرانوں والے اپنے رشتہ داروں کو بروقت پہنچاتے ہیں۔ پیغام رسانی کے فریضہ کا تعین رشتہ داروں کے گھروں کے فاصلہ سے کیا جاتا ہے۔ جو رشتہ دار ایک ہی جگہ یا نزدیک ہوں انہیں لڑکی اور لڑکے کا کوئی بھی پیغام رسان اطلاع پہنچاتا ہے۔ بعض اوقات مردوں کو مرد اور عورتوں کو عورت اطلاع دیتی ہے۔ جو رشتہ دار دور رہتے ہوں انہیں اطلاع دینے کے لئے کسی بھی مرد کو بھیجا جاتا ہے۔

قریبی رشتہ دار:

جو رشتہ دار ماں یا باپ کی پیڑھی میں زیادہ قریب ہوں انہیں شادی کی اطلاع دینے میں

انتہائی احتیاط برتی جاتی ہے اور انہیں شادی سے پانچ سات دن پہلے بلایا جاتا ہے تاکہ انتظامات میں ان کی مشاورت شامل رہے۔ ان میں بہنیں، خالہ پھوپھی (حقیقی، غیر حقیقی یا رضاعی سب کے سب) ان کی بیٹیاں اور بیٹے سبھی کو مدعو کیا جاتا ہے۔

ناراض رشتہ داروں کو منانا:

جو رشتہ دار کسی بھی چھوٹی موٹی وجہ سے ناراض ہوں انہیں شادی سے پہلے منانے کی بھرپور کوشش کی جاتی ہے تاکہ انہیں شادی میں شامل کیا جا سکے۔ لڑکے یا لڑکی والے روٹھے ہوئے رشتے داروں کو ان کے گھر جا کر مناتے ہیں۔ زیادہ مسئلہ ہو تو چھوٹے موٹے جرگہ کے ذریعے منایا جاتا ہے۔

مایوں بیٹھنے کی جگہ:

کوہستان کی اکثر وادیوں میں مایوں پر بیٹھنے کے لئے جو جگہ تیار کی جاتی ہے وہ کمرہ کا ایک کونہ ہوتا ہے جہاں دری کے اوپر تلائی بچھا کر دلہن کے بیٹھنے کی جگہ بنائی جاتی ہے۔ یہ جگہ دلہن کا بھائی تیار کرتا ہے یا پھر کوئی بھی قریبی خوش قسمت قسم کا مرد۔ کہتے ہیں بدقسمت آدمی سے یہ جگہ تیار کروانا سہاگ کے لئے نیک شگون نہیں ہوتا۔ یہاں دلہن کی سہیلیاں اس کے اردگرد بیٹھتی ہیں اور باری باری گلے لگ کر روتی بھی ہیں۔ اس کے برعکس ہربن وادی میں باپ اور سسرال کے گھروں میں دلہن کو چارپائی پر بٹھانے کا رواج پایا جاتا ہے۔

شادی کے بین:

کوہستان میں مختلف وادیوں کی زبانوں یا بولیوں میں شادی کے مختلف بین پائے جاتے ہیں جن میں باپ، ماں اور بھائیوں سے جدائی کا دکھ بیان کیا جاتا ہے۔ (شادی کے بین کو زرزاراو رموت کے بین کو شوگو کہا جاتا ہے)۔

راکھ کی تھیلیوں سے مارنے کی رسم:

ہربن وادی اور اس کے گردونواح میں یہ رسم پائی جاتی تھی کہ جب باراتی بستی کے قریب پہنچ جاتے تو بستی والے راکھ سے بھری ہوئی چھوٹی تھیلیوں سے انہیں مارا کرتے تھے تاہم اب یہ متروک ہے۔

زہائل یا ہلال:

مایوں پر بیٹھنے کے بعد دلہن کو عموماً زہائل کے لفظ سے پکارا جاتا ہے۔ زہائل کے لفظی معنی شادی کے ہیں اور اصطلاحی معنوں میں دلہن مراد ہوتی ہے۔ مایوں پر بیٹھنے کے بعد جوں جوں رشتہ دار عورت اور سہیلیاں آتی ہیں وہ اٹھ کر انہیں گلے لگاتی اور بین کرتی رہتی ہے یہ سلسلہ تمام رات جاری رہتا ہے اس دوران دلہن ہنسنے سے گریز کرتی ہے۔

مایوں والی شام باراتی جونہی بستی کے قریب پہنچتے ہیں ہوائی فائرنگ کی جاتی ہے جس سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ باراتی قریب پہنچ گئے ہیں۔ اگر دلہا یا دلہن کا کوئی انتہائی قریبی رشتہ دار انہی دنوں میں قتل یا فوت ہو چکا ہو تو پھر عموماً ناچ گانا اور ہوائی فائرنگ کی تمام رسمی اقسام منسوخ کی جاتی ہیں۔ باراتیوں میں مرد اور عورتیں شامل ہوتی ہیں۔ دور سے آنے والی بارات میں تندرست، توانا، نشانہ باز اور کشتی کے ماہر اور سیانے مرد لانے کو ترجیح دی جاتی ہے۔ تاہم وادی پٹن اور اس سے ملحقہ دروں میں باراتیوں کے ساتھ عورتیں نہیں ہوتیں صرف باراتی مرد ہوتے ہیں۔

تمباکو لانے کی رسم:

وادی کولئی میں یہ رواج پایا جاتا ہے کہ باراتی اپنے ساتھ چلم کا تمباکو لائیں اور لڑکی والے مرد حجرہ میں جتنی بھی تمباکو نوشی کریں اس کے لئے تمباکو کو پورا کرنے کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ لڑکی والوں کی کوشش ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ تمباکو ضائع کیا جائے لیکن باراتی تحمل مزاجی کا مظاہر کرتے ہوئے اکثر خاموش رہتے ہیں۔

باراتی عورتوں پر پانی چھڑکنا:

باراتی خواتین جونہی لڑکی کے گھر داخل ہوتی ہیں ان پر چھت کی منڈیر سے پانی کے گھڑے انڈیلے جاتے ہیں۔ باراتی عورتیں پھرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو کم سے کم بھیگنے دیتی ہیں۔ یہ رسم آٹھ اکتوبر ۲۰۰۲ء میں ایسے گھر میں بھی مشاہدہ کی گئی جس کے باسی وادی پالس سے تعلق رکھتے ہیں اور گزشتہ چالیس پچاس سال سے راولپنڈی میں رہ رہے ہیں اور باراتی وادی پالس سے

وہاں آئے تھے۔پانی چھڑکنے کے لئے موسم کی کوئی قید نہیں ہوتی۔

گھی، آٹا اور اگو (شال) لانا:

باراتی عورتیں اپنے ساتھ (لڑکے کے گھر سے) چند کلو دیسی گھی، مکئی کا آٹا اور دلہن کے لئے اگو (شال) اور جوڑا بھی ساتھ لے کر آتی ہیں اور یہ انتہائی ضروری ہوتا ہے۔ دلہن کو اس وقت تک رخصت نہیں کیا جاتا جب تک اس کے سر پر لڑکے کے گھر سے لائی گئی شال نہ ڈالی جائے۔اس شال کو قبولیت اور عزت کا درجہ سمجھا جاتا ہے۔تاہم دادی پٹن میں چونکہ باراتی عورتیں نہیں آتیں اس لئے دلہن کے لئے کپڑے، جوتے اور شال وغیرہ متعلقہ بستی کا ڈوم لے کر جاتا ہے اور یہ اس کی ذمہ دار ہوتی ہے اور واپسی پر وہی دلہن کا صندوق اٹھا کر دولہا کے گھر لاتا ہے۔

باراتیوں کے لئے شام کا کھانا:

باراتیوں کو شام کا کھانا لڑکی کے رشتہ دار فراہم کرتے ہیں اور اپنی اپنی استطاعت کے مطابق چار چار پانچ پانچ مردوں کو مرد اور عورتوں کو عورتیں اپنے اپنے گھر لے جا کر کھانا کھلاتے ہیں۔کھانے کے بعد یہ لوگ دوبارہ پہلے والی جگہ جمع ہو جاتے ہیں۔

دیرہ / حجرہ:

باراتی مرد حجرہ یا دیرو میں ٹھہرتے ہیں۔ یہاں آنے یا پہنچنے کے بعد سب سے پہلے دلہا اور دلہن کے رشتہ دار مرد آپس میں روایتی انداز میں خیر وعافیت دریافت کرتے ہیں دیرو یا حجرہ میں چھوٹے بڑے اور اہمیت کے مطابق بیٹھنے کی جگہ فراہم کی جاتی ہے۔جب بڑے باتیں کریں تو چھوٹے بولنے سے اجتناب کرتے ہیں۔

بعض اوقات باراتیوں میں ایسے افراد بھی ہوتے ہیں جن کی آپ میں دشمن داری ہوتی ہے اس صورت میں ان کے لئے الگ الگ حجروں یا دیرو کا اہتمام کیا جاتا ہے اور انہیں کھانا بھی الگ الگ ٹولیوں میں فراہم کیا جاتا ہے۔

گوڑ رچہ، رائیسہ:

دلہن اور دولہا کے رشتہ دار شادی کے دوران دو واضح گروہوں سے شناخت کئے جاتے

ہیں۔ دلہن کی طرف کے لوگ گوزوہ اور دولہا کے مہمانوں کو ریئسہ (رئیس کی جمع) کہا جاتا ہے۔

ناچ گانا:

باراتی عورتیں رات کا کھانا کھانے کے بعد دلہن کے گھر میں گئی ٹوٹ (ناچ گانا) شروع کرتی ہیں۔ اس دوران عموماً دو مصرعہ گیت جسے شنا زبان میں گئی اور کوہستانی میں گیل کہا جاتا ہے گائے جاتے ہیں۔ ناچ گانے کے دوران دلہن بین نہیں کرتی۔ جونہی ناچ گانے میں وقفہ ہوتا ہے دلہن ضرورت کے مطابق بین شروع کرتی ہے۔ ان گیتوں میں دلہا، اس کی حقیقی یا غیر حقیقی بھائی، ماموں، چچا وغیرہ کے نام شامل کئے جاتے ہیں۔ بعض اوقات اکا دکا خواتین مزاحی ناچ میں بعض اوقات مردانہ لباس پہن کر معمول کی زندگی میں رونما ہونے والے واقعات یا مردانہ رویوں پر مردوں کا تمسخر اڑایا جاتا ہے۔ ناچ گانے کے دوران کبھی کوئی اکیلی خاتون اور کبھی دو یا اس سے زائد گروپ کی شکل میں ناچتی ہیں۔ ناچنے والی عورت کے ناچ کی تالی کے مطابق سلور کے تھال کو ڈھول کی طرح بجایا جاتا ہے۔ پہلے پہل یہ کام مقامی ڈوم کیا کرتا تھا۔ لیکن آج کل متروک کر دیا گیا ہے۔ جب ناچ اور تال کی آواز زور پر ہو تو ایک خاتون زور زور سے سیٹی بجاتی ہے۔

بئی:

آدھی رات کے وقت دولہا کے گھر سے لایا گیا دیسی گھی اور مکئی کے آٹا کی بئی (ایک قسم کا کھانا) تیار کی جاتی ہے۔ یہ کھانا حلوہ کی طرح گاڑھا یا سخت ہوتا ہے لیکن اس میں مٹھاس نہیں ہوتی۔ پکانے کی ترکیب آسان ہے۔ مکئی کا آٹا ابلتے ہوئے پانی میں ڈالا کر ہلاتے رہتے ہیں اور جب پک کر گاڑھا ہو جاتا ہے تو آگ سے اتار کر کھانے کے قابل ٹھنڈا کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد ضرورت کے مطابق پانچ سے دس خواتین کے لئے ایک بڑے تھال میں ڈال کر اس کے وسط میں خالی جگہ بنا کر اسے دیسی گھی سے بھرا جاتا ہے۔ خواتین لقمہ اٹھا کر گھی میں بگو کر کھانا شروع کرتی ہیں۔ یہ کھانا خواتین کے لئے مخصوص ہوتا ہے اور مردوں کو نہیں دیا جاتا۔ صبح اذانوں سے پہلے دوسری بار خواتین کو دہی اور مکئی کی روٹی یا چاول کا کھانا دیا جاتا ہے۔ اکا دکا خواتین رات کو سوتی ہیں باقی سبھی رات پھر ناچ گانا اور

آپس میں گپ شپ کرتی ہیں۔

مردوں کی روایتی مصروفیات:

دوسری طرف رات کا کھانا کھانے کے بعد اندازاً دس بجے کے بعد مردوں کی روایتی مصروفیات شروع ہو جاتی ہیں ان مصروفیات میں غوئمنڈ (کُشتی) مجلس (شاعری)، ہریب (سُر اور ڈھول کی تھاپ کے ساتھ مردوں کا ناچ) اور داستان گوئی شامل ہیں۔ تاہم ان مصروفیات سے پہلے حجرہ میں مقامی سطح کے معاملات، دشمن داریوں اور دوسرے موضوعات پر بات چیت یا گپ شپ سننے میں ملتی ہے اور کم عمر لڑکے کے مرد مہمانوں کی پنڈلیاں اور پاؤں دباتے ہیں۔

غوئمنڈ:

کُشتی ان لوگوں کا اہم روایتی کھیل ہے جس میں روایتی مہارت اور داؤ پیچ کو خاص اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ جو جوان کُشتی میں زیادہ رکھتے ہیں وہ اپنی خوراک میں قوی چیزوں کا استعمال زیادہ کرتے ہیں۔ باراتیوں میں ان افراد کو ترجیحی طور پر شامل کیا جاتا ہے جو کہ روایتی کُشتی کے ماہر ہوتے ہیں۔ یہ کُشتی دلہا اور دلہن کے رشتہ دار یا مہمان مردوں میں ہوتی ہے۔ روایتی کشتی کے مقابلے رات اور دن کے اوقات میں منعقد کیے جاتے ہیں۔ کشتی کے دوران تمام مرد گول دائرہ کی شکل میں بیٹھے ہوتے ہیں جہاں کُشتی لڑی جاتی ہے۔ لوگوں کو کُشتی کے عام جوڑوں کا اندازہ ہوتا ہے اور بے جوڑ کُشتی نہیں کرائی جاتی ہے۔ کُشتی سے پہلے مرد اپنی قمیض اتار کر نیفوں کو گُنج دیتے ہیں۔ یہ کُشتی پنجاب سے مختلف ہے تاہم اس کے داؤ پیچ افغانیوں سے ملتے جلتے ہیں۔ کُشتی شروع کرتے وقت دونوں جوان پہلے ہاتھوں کے پنجے ملا کر ایک دوسرے کو ہلکا سا دھکا دیتے ہیں جس سے ایک دوسرے کی قوت کا ابتدائی اندازہ لگایا جاتا ہے اور اس کے بعد انتہائی پُھرتی کے ساتھ ایک دوسرے پہ داؤ پیچ لگائے جاتے ہیں۔ جو گر گیا اس کی ہار مانی جاتی ہے۔ گرانے والا یہ خیال نہیں کرتا کہ گرنے والے کو کوئی چوٹ لگے گی یا نہیں۔

ہَرِپ:

دلہا والے بارات کے ساتھ روایتی ڈوم لاتے ہیں۔ ان کا گروپ تین سے پانچ آدمیوں

پر مشتمل ہوتا ہے۔ ان کے سازوں میں سُرنا، ڈھول، ٹمی (نقارہ چھوٹے چھوٹے دو ڈھول) کا جوڑا ہوتا ہے۔ یہ ساز شمالی علاقہ جات کے سازوں کی طرح ہیں۔ ہر بچہ، جوان یا بڑے مرد کا اپنا اپنا وزن یا سُر ہوتا ہے اور سُرنا والے ڈوم کو عموماً لوگوں کے ناچنے کے انداز یا تال کا علم ہوتا ہے۔ وہ جونہی کسی کا سُر پھونکتا ہے ناچنے والا خود بخود میدان میں کود جاتا ہے۔ جلکوٹ کے مرد روایتی ناچ میں زیادہ مشہور رہے ہیں۔ سُرنا سابندی کے تحت پھونکی جاتی ہے اسے بجاتے ہوئے سانس نہیں لیا جاتا۔

ہربن وادی میں ہریپ کے ناچ کی دو قسمیں ہوتی ہیں ایک ببلہ ٹوٹ جسے تنبل کہا جاتا ہے اور دوسری بے غم نوٹ جسے بزم کہا جاتا ہے۔ بتایا گیا کہ دونوں قسموں میں تال اور رفتار کا فرق ہوتا ہے ببلہ نوٹ میں تیزی ہوتی ہے جبکہ بے غم نوٹ آہستہ جاتا ہے۔ آج کل ہریپ کا زیادہ تر رواج ختم ہو رہا ہے۔ ہربن وادی کے ڈوموں نے یہ پیشہ ترک کر کے جولاہے کا پیشہ اپنا لیا ہے۔

مَجلس:

شادیوں کے دوران روایتی لوک شاعر اپنے لاج گروں (ہمنواؤں) کے ساتھ مل کر گاتا ہے۔ مجلس میں چاربیت، صوت، رونگو اور صود کی اصناف گائی جاتی ہیں جو کہ مردوں کی اصناف ہیں۔ اکادکا شاعر مناجات بھی سناتے ہیں۔ مَجلس کی ایک ترتیب ہوتی ہے اور اسی ترتیب کے تحت گایا جاتا ہے۔ مجلس کے دوران روشنی عموماً گل کر دی جاتی ہے۔ شاعر اور اس کے لاج گر حجرہ کے ایک کونے میں دائرہ کی شکل میں بیٹھ کر مجلس کرتے ہیں۔

رات کی تواضع:

مجلس کے دوان شاعر، اس کے ساتھی اور دیگر مہمانوں کو وقفہ وقفہ سے چائے بسکٹ اور پراٹھے دیئے جاتے ہیں، ماضی میں رات کو دو تین بار مکئی کی روٹی اور دہی کا کھانا دیا جاتا تھا۔

منہ پر کالک لگانا:

بارات میں آئے ہوئے جوان مرد اور لڑکے اگر جلد ہی سو جائیں اور روایتی مصروفیات کو نظر انداز کر دیں تو دلہن کے رشتہ دار لڑکے چپکے چپکے سے ان کے منہ پر توے یا چولہے کی کالک ملا دیتے

ہیں۔یہی عمل خواتین بھی ایک دوسری کے ساتھ دہراتی ہیں۔

شادی کا جوڑا پہنانا:

شادی کا جوڑا پہنانے کے لئے خوش بخت لڑکی یا خاتون کا انتخاب کیا جاتا ہے جو دلہن کی سہیلیوں میں سے ہوتی ہے۔صبح آٹھ نو بجے کے قریب دلہن کو شادی کا جوڑا پہنایا جاتا ہے۔بعض اوقات جوڑا پہنانے کی رسم کی ادائیگی کے لئے کسی شادی شدہ خاتون کو بھی منتخب کیا جاتا ہے جس کی ازدواجی زندگی خوشحال ہو۔ایسی عورتیں جن کے ساتھ مصائب گزرے ہوں انہیں جوڑا پہنانے کے دوران قریب نہیں چھوڑا جاتا۔

دلہن کا جوڑا:

شادی کی قمیض رسمی طور پر سیاہ کپڑے کی ہوتی ہے جس کی آستینوں، گلے اور دامن پر ریشمی کڑھائی کا نفیس کام کیا ہوتا ہے۔اس کے علاوہ قمیض پر موتی، سیپیاں اور سکے بھی ٹانکے ہوتے ہیں۔ دلہن کی شال جسے اگو کہا جاتا ہے ریشم سے تیار کی ہوتی ہے۔اس کی چھوٹی چھوٹی جھالریں بھی ہوتی ہیں جن کی لڑیوں میں عموماً موتی پروئے ہوتے ہیں۔اس پر بھی موتی، مرجان سیپیاں اور پرانے سکے ٹانکے ہوئے ہوتے ہیں۔پاؤں میں پہننے کے لئے پلاسٹک یا چمڑا کے بوٹ ہوتے ہیں۔پہلے پہل دلہن کے لئے بھاری قسم کی ایک شلوار تیار کی جاتی تھی جس کی پنڈلیوں سے پائنچہ تک کا حصہ کافی تنگ ہوتا تھا اور ٹخنہ کے اندرونی طرف اس پر موتیوں کا دو سے تین انچ کا ایک پھول لگایا ہوتا تھا جو کہ اب ترک کیا جا رہا ہے یا ہو چکا ہے۔وادی ہربن میں دلہن کو کپڑے صرف بھابھی، پھوپھی زاد یا مامی پہناتی ہے۔جب کسی کا کوئی نہ ہو تو پھر ارد گرد کی کوئی بھی معزز خاتون یہ فریضہ سرانجام دیتی ہے۔دلہن کے کپڑے زیادہ تر لم جم (لال) ہوتے ہیں۔

دولہا کا جوڑا:

دولہا عموماً عام لباس میں ہوتا ہے اور نیا جوڑا پہننا اچھا نہیں سمجھا جاتا تاہم اکا دکا نوجوان نیا جوڑا بھی پہن لیتے ہیں۔دولہا کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ کوئی ایسا فعل نہ کرے جس سے یہ ظاہر ہو کہ

اسے شادی کی خوشی ہے۔ روایتی طور پر دولہا خاموش رہتا ہے۔

نکاح:

صبح دس بجے کے قریب (دلہن کے گھر تیار کیا گیا کھانا کھلانے سے پہلے) نکاح کی رسم ادا کی جاتی ہے۔ لڑکی کا ایک بھائی مقرر ہوتا ہے۔ حقیقی اور غیر حقیقی بھائی کی عدم موجودگی کی صورت میں جو بھائی بنایا جاتا ہے اسے دین، دنیا اور آخرت کا بھائی سمجھا اور کہا جاتا ہے۔ یہ دلہن سے نکاح کی واک (رضا) لیتا ہے اور دوسرے رشتہ دار مرد اس واک کے گواہ ہوتے ہیں۔ واک لینے اور دینے میں کافی وقت لگتا ہے۔ دلہن کی سہیلیاں پہلے سے دلہن کو پکا کر دیتی ہیں کہ جلدی جلدی ہاں نہیں کرنی۔ دلہن سے واک لینے کے بعد تینوں مرد مولوی کے پاس آجاتے ہیں جو کہ جرگہ میں بیٹھا ہوتا ہے۔ گواہ اپنی زبان میں دلہن کے وکیل کو دی گئی واک کی گواہی دیتے ہیں۔ نکاح شروع کرنے سے پہلے منگنی کے دوران مقرر کی گئی نشانی، مہر اور ژب کی رقم کا ذکر کیا جاتا ہے۔ نکاح کے دوران دولہا کافی دیر تک ہاں کرنے سے کتراتا ہے۔ بہت جلد نکاح کی ہاں کرنے کو اچھا نہیں سمجھا جاتا۔ نکاح پڑھنے کے بعد ہوائی فائرنگ کی جاتی ہے۔ اس کا مقصد نکاح کا اعلان ہوتا ہے۔ اس فائرنگ سے خواتین بھی خبردار ہوجاتی ہیں کہ مولوی صاحب نے نکاح پڑھا دیا ہے۔

ہربن وادی اور بٹن وادی میں نکاح دلہن کے گھر نہیں پڑھایا جاتا بلکہ دلہن کو سسرال لانے کے بعد نکاح پڑھایا جاتا ہے جب کی کولئی، پالس اور جلکوٹ وادی میں لڑکی کے گھر نکاح پڑھا دیا ہے۔

ہربن وادی میں نکاح کے لئے دولہا کو دلہن کے سامنے لا کر بٹھایا جاتا ہے۔ تاہم آج کل وکیل (قانونی وکیل نہیں) کے ذریعے نکاح پڑھانے کا رواج پڑھ رہا ہے۔ ہربن وادی میں دولہا کو نکاح پڑھانے کے لئے جب لایا جاتا ہے تو اس کے ساتھی کسی کالے برتن کی کالک سے اس کے چہرے پر لکیریں لگا کر لاتے ہیں (اب متروک ہے)

تھمَن:

نکاح کے بعد کھانا کھانے کا وقت ہوتا ہے۔ تاہم کھانا دینے سے پہلے نشانہ بازی کا عمل شروع کیا جاتا ہے۔ بعض لوگ اس وقت تک کھانا نہیں کھلاتے جب تک نشانہ گرایا نہ جائے۔ نشانہ بازی ان

لوگوں کا مقبول مشغلہ ہے اور شادی بیاہ کے دوران اس کی مہارت کا بھرپور مظاہر کیا جاتا ہے۔ اس کے لئے کسی اونچے درخت کی چوٹی پر ایک نشانہ باندھا جاتا ہے جسے فائر سے گرانا ضروری ہوتا ہے۔

ہر بن وادی میں دلہن کا والد ایک درخت کے نیچے ایک بیل باندھ کر درخت کی سب سے اونچی شاخ پر تھمن (نشانہ) باندھ کر دولہا والوں کو نشانہ سے گرانے کی دعوت دیتا ہے۔ اگر وہ نشانہ گرا لیں تو اس درخت سے بندھا ہوا بیل کھول کر دلہن کے ساتھ لے جانے کے حق دار بن جاتے ہیں۔

دہی کے چھینٹے کرنا:

دولہا جب مردوں کے ساتھ مل کر کھانا شروع کرتا ہے تو اس دوران اس پر ایک آدھ جوان یا لڑکا دہی کے چھینٹے گرانے کی کوشش کرتا ہے اس دوران دولہا کا ساتھی اسے بچانے کی کوشش میں جلد ہی کھانا ختم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

گوشت کھانے کا امتناع:

دولہا کوشش کرتا ہے کہ دلہن کے ہاں پکایا یا دیا جانے والا گوشت نہ کھائے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ اس سے دولہا کا پیٹ پھول جاتا ہے اور اس کی صحت پر اثر پڑتا ہے یہی صورت دلہن کی ہوتی ہے وہ بھی دولہا کے ولیمہ کا گوشت کھانے سے گریز کرتی ہے۔ اکا دکا دولہا یا دولہن کھا بھی لیتے ہیں۔

جہیز دکھانا:

جب مرد اور خواتین کھانا کھانے سے فارغ ہو جاتے ہیں تو لڑکی کے جہیز کا سامان آنگن یا کمرہ کے وسط میں لا کر ڈھیر کیا جاتا ہے۔ رشتہ داروں کی طرف سے لائے گئے جوڑے اور دوسری اشیاء باری باری دکھائی جاتی ہیں۔ ضروری نہیں ہوتا کہ تمام لائے گئے جوڑے دلہن کے ساتھ بھیج دئے جائیں۔ جہیز میں دی جانے والی اشیاء دو اقسام کی ہوتی ہیں۔ ایک وہ جو خالص دلہن کی ہوتی ہیں جس میں دلہن کے جوڑے، زیور، صندوق، لحاف، تلائی وغیرہ شامل ہوتے ہیں۔ جو سامان سسرال کو دیا جاتا ہے اس میں خشک میوہ جات، اخروٹ، املوک، دربیش (میٹھی روٹیاں)، سلوریا کسی دوسری قسم کی پلیٹیں، رومال، تمباکو کے تھیلے، سرمہ دانیاں، کنگھے، دھاگہ کی اٹیاں، سوئیوں کے پتے وغیرہ شامل ہیں

یہ اشیاء دولہا کے گھر آئی ہوئی خواتین میں تقسیم کی جاتی ہیں۔

ہربن وادی میں دلہن کے جہیز میں صندوق، حنری (شاڑھی) آج کل بستر، کیلو (کھرپہ نما ایک زرعی اوزار)، دوشی، چار پانچ، انگوٹھاں (ساس غیرہ کے لئے)، ساس کے لئے کپڑے، اوگی (درانتی، پھلیس (بکریوں کے بال سے بنا ہوا کمبل نما چیز جو چار پائی پر پاؤں کی طرف نیچے بچھائی جاتی ہے)

رخصتی:

دلہن کو ڈولی میں بٹھا کر لے جانے کا رواج نہیں۔ (اس کی ایک وجہ علاقہ کا شوار گزار ہونا) دلہن کو لے جانے کے دو طریقے دیکھے گئے ہیں۔ اگر دولہا کا گھر نزدیک واقع ہو تو دلہن کا حقیقی بھائی یا چچا اسے کاندھے پر اٹھا کر سسرال کے گھر پہنچاتا ہے اور اگر دولہا کا گھر دور واقع ہو تو پھر خواتین کے درمیان اسے چل کر جانا پڑتا ہے (یہ کولئی، پالس اور جلکوٹ وادی کا رواج ہے۔ ہربن وادی میں دلہن کی سہیلی اس کا پلو پکڑ کر ساتھ ساتھ چلتی ہے اور اسے دولہا کے گھر پہنچاتی ہے۔ پٹن اور اس سے متعلقہ وادی میں دلہن کی رشتہ دار خواتین اسے ٹور کر ساتھ لاتی ہیں۔

مبارک بادی:

وادی ہربن میں جب دلہن کو سسرال کی چوکھٹ پر پہنچایا جاتا ہے تو اس کی ساس وہاں کھڑی ہوتی ہے جسے دلہن کی سہیلیاں اور ارد گرد کی خواتین اسے مبارک باد دیتی ہیں (تھوئے نوش مُبارک)۔ دوسری وادیوں میں بھی ساس کو مبارک باد دی جاتی ہے لیکن چوکھٹ پر نہیں۔

دلہن پر چاول، سبز گھاس، اخروٹ پھینکنا:

جب دلہن دولہا کی دہلیز پر پہنچتی ہے تو دولہا کی بہنیں یا رشتہ دار عورتیں چھت سے دلہن پر (کچے) چاول، سبز گھاس اور اخروٹ کے دانے پھینکتی ہیں۔ بعض وادیوں میں صرف اخروٹ پھینکے جاتے ہیں اور بعض مقامات پر اخروٹ اور ابلے ہوئے انڈے۔ کھانے کی اشیاء بچے اور بچیاں اٹھا لیتے ہیں۔

شال کی گانٹیں کھولنا:

بعض وادیوں جب دلہن کو باپ کے گھر سے نکالا جاتا ہے تو اس سے پہلے اس کی شال کے چاروں کونوں میں (کچے) چاول کے دانے باندھ دیئے جاتے ہیں۔ ان گانٹوں کو دولہا کے گھر کھول کر گھر کے چاروں کونوں میں چاول دانے پھینک دیئے جاتے ہیں۔ اس سے برکت کا شگون لیا جاتا ہے تاکہ دولہا کے گھر آنے والی دلہن اپنے ساتھ اناج کی برکت لائے اور گھر والوں کو مفلسی کا سامنا نہ ہو۔

باگو:

سسرال کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی دلہن کا بھائی یا کوئی بھی ایسا رشتہ دار جسے یہ فریضہ سونپا گیا ہو ساس سے دلہن کا حصہ پوچھتا ہے۔ جب دلہن کے نام کوئی چیز کی جاتی ہے تو اس کے بعد اسے اندر لے جا کر تیار کی ہوئی جگہ پر جو عموماً کمرہ کا ایک بونا (یا چارپائی) ہوتا ہے بٹھا دیا جاتا ہے۔ دلہن کے نام کی جانے والی اشیاء میں بھینس، گائے، بکری یا زمین کا ایک ٹکڑا شامل ہے۔

گود میں بچہ یا قرآن رکھنا:

جب دلہن کو دولہا کے گھر لا کر چارپائی (یا پھر سجایا گیا کوئی کونا) پر بٹھا کر اس گود میں سب سے کم عمر بچہ بٹھایا جاتا ہے۔ یہ عمل اس بات کا شگون ہوتا ہے کہ دلہن کے ہاں نرینہ اولاد پیدا ہوتی رہے۔ اگر بچہ نہ ہو تو پھر گود میں قرآن مجید رکھا جاتا ہے دلہن کی جیب میں ایک یا آدھ گز کا کپڑا ہوتا ہے جو بچہ کے سر یا قرآن مجید پر لپیٹ دیتی ہے۔ بعض وادیوں میں دلہن کی گود میں دھاگہ کا لٹھو اور کلہاڑ بھی رکھا جاتی۔

سلامی:

کوہستان میں دولہا یا دلہن کو سلامی دینے یا لینے کا کوئی رواج نہیں۔

گوشت پکائی:

آدھی رات کو گوشت کی پکائی کا عمل شروع کیا جاتا ہے اس کے لئے شام ہی کو چند نوجوانوں کا تقرر کیا جاتا ہے۔ گوشت پکانے کا عمل سادہ ہوتا ہے اور پکانے میں کوئی مرچ، نمک یا مصالحہ وغیرہ کا

ستعمال نہیں کیا جاتا بلکہ پانی میں ابال کر پکایا جاتا ہے۔ گوشت کے پکنے کے بعد برتنوں سے نکال کر لکڑی کے تختوں پر ڈھیر کیا جاتا ہے۔ ولیمہ کے کھانے کی اطلاع اردگرد کے لوگوں کو دی جاتی ہے جو بھی خبردار ہوتا ہے آنے میں عار محسوس نہیں کرتا۔

ولیمہ کا کھانا:

ولیمہ کا کھانا نہایت سادہ ہوتا ہے۔ اندرون وادی جو کھانے پکائے جاتے ہیں۔ ان میں مکئی یا گندم کی روٹی، سادہ سالن، گوشت، نمک، اور دیسی گھی شامل ہوتا ہے۔ ولیمہ کے کھانا کی تیاری میں مردوں اور عورتوں کی الگ الگ ذمہ داریاں پائی جاتی ہیں۔ مردوں کی ذمہ داری میں لکڑیاں لانا، مویشی ذبح کرنا اور گوشت پکانا شامل ہے جب کہ روٹیاں پکانے کی ذمہ داری خواتین کی ہوتی ہے۔ یہاں پیشہ ور دیگی نہیں پائے جاتے بلکہ مقامی خود ہی پکاتے ہیں۔

گوشت چونکہ زیادہ ہوتا ہے اس لئے کوئی دس سے تین تک برتنوں میں گوشت پکایا جاتا ہے۔ یہ ذمہ داری جوان مردوں یا لڑکوں کی ہوتی ہے۔ برتنوں کو کم فاصلہ پر ایک لائن میں رکھا جاتا ہے اور ضرورت کے مطابق آگ جلائی جاتی ہے۔ گوشت پکنے کا اندازہ اوجڑی کے ٹکڑے سے کیا جاتا ہے۔ جب گوشت پک جائے تو پھر برتنوں سے نکال کر لکڑے کے تختوں پر جمع کر کے کسی صاف چادر سے ڈھانپ دیا جاتا ہے۔ کڑی، گوشت اور روٹی میں نمک نہیں ہوتا۔ دوسری طرف خواتین صبح ہی سے روٹیاں پکانا شروع کرتی ہیں اور اندازاً دس یا گیارہ بجے کے لگ بھگ ولیمہ کا کھانا کھلانا شروع کیا جاتا ہے۔ کھانا شروع کرانے سے قبل بعض افراد کو مختلف ذمہ داریاں سونپی جاتی ہیں تفصیل یہ ہے:

☆ دو سے چار افراد ذمہ دار ہوتے ہیں کہ وہ کھانے کے لئے آنے والوں کے ہاتھ دھلائیں اس طرح وہ باری باری لوگوں کے ہاتھوں پر پانی ڈالتے ہیں اس دوران قدرے گپ شپ بھی کی جاتی ہے۔

☆ آٹھ سے دس افراد کو ذمہ داری سونپی جاتی ہے کہ وہ کھانے کے تھال لائیں اور کھانے کے بعد اٹھا کر لے جائیں۔ یہ افراد اپنے اپنے تھال کا خیال رکھتے ہیں، سالن نمک یا کسی چیز کی کمی ہو تو متعلقہ فرد کو پکارا جاتا ہے۔ جب ایک گروپ کھانا کھا لیتا ہے تو یہ لوگ اپنے اپنے تھال کو اٹھا لیتے ہیں

اور متعلقہ جگہ جا کر اس میں مزید روٹیاں توڑ کر دوسرے گروپ کے لئے تھال تیار کیا جاتا ہے۔

☆ دو سے چار افراد پکا ہوا گوشت تھماتا ہے۔ یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ کوہستان میں ولیمہ یا خیراتوں کے دوران پکا ہوا گوشت تھال یا سالن کے ساتھ فراہم نہیں کیا جاتا بلکہ الگ سے ہر فرد کو اس کا حصہ دیا جاتا ہے۔ یہ رواج صدیوں سے جاری ہے۔ گوشت کی تقسیم میں کسی کے سماجی منصب، عمر یا جنس کو ترجیح نہیں دی جاتی بلکہ کوشش کی جاتی ہے کہ لوگوں کو ایک ہی مقدار کا گوشت فراہم کیا جا سکے جن کو پکا ہوا گوشت ملتا ہے وہ کھانا کھانے کے بعد کہیں بیٹھ کر گپ شپ لگاتے ہوئے کھاتے جاتے ہیں۔ بعض افراد اپنے حصہ کا گوشت بچا کر گھر لے آتے ہیں اور بچوں یا والدین کو فراہم کرتے ہیں۔

☆ دو افراد کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ جہاں کہیں نمک کی ضرورت ہو تھالوں میں نمک ڈالیں۔ جب لوگ کھانا کھا کر اٹھتے ہیں تو وہ ان کے ہاتھوں میں پکڑے پکے گوشت پر نمک چھڑکتے ہیں۔

☆ چار سے چھ تک افراد کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ برتنوں میں سالن لائیں اور تھالوں میں ضرورت کے مطابق ڈالیں۔ ان کوشش ہوتی ہے کہ وہ تازہ اور گرم سالن فراہم کرتے رہیں۔

☆ دیسی گھی کی تیاری اور تقسیم کے لئے عموما ایک خاتون اور دو مرد ہوتے ہیں۔ خاتون کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ ضرورت کے مطابق گھی گرم کرتی رہے اور مانی (مٹی کا ایک برتن جس میں دیسی گھی ڈالکر مہمانوں کے لئے لے جایا جاتا ہے) میں گھی ڈال کر دے۔ ایک جوان مرد یا لڑکے کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ گھی کا برتن خاتون خانہ سے لے جا کر گھی ڈالنے والے تک پہنچائے۔ درمیانہ عمر کا ایک مرد باری باری ہر مہمان کے کھانے کی جگہ گھی ڈالتا جاتا ہے۔ اسی ترتیب کے ساتھ جب خواتین کے کھانے کی باری آتی ہے تو خواتین انہیں کھانا فراہم کرتی ہیں۔ خواتین کی گود میں چھوٹا یا بڑا کوئی بھی بچہ ہو اس کے حصہ کا گوشت بھی متعلقہ خاتون کو فراہم کیا جاتا ہے۔

دلہن کے سرہانے دھار والا رکھنا:

ا۔ ساس، اس کی بیٹی یا بڑی بہو آنے والے نئی دلہن کے سرہانے کے نیچے پہلے یا بعد کے قریبی دنوں میں سونے سے پہلے چھری، کلہاڑی یا کوئی اور لوہے والی چیز رکھتی ہیں۔ عموماً دھار والی لوہے کی

چیز رکھنے کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اس کے دو مقاصد بیان کئے گئے ہیں ایک دلہن جن بھوت سے ڈر نہ جائے یا اس پر بھوت کا سایہ نہ پڑ جائے اور دوسرا وہ ساس یا گھر والوں کے ماتحت رہے اور زبان دراز نہ بن جائے۔

پہلے سات دن:

پہلے سات دن تک نئی نویلی دلہن کو روٹی پکانے، آگ کے پاس بیٹھنے اور سیاہ برتن مانجنے یا ان کے قریب جانے کی اجازت نہیں ہوتی تاہم وادی ہربن میں یہ رواج پایا نہیں جاتا۔

منحوسیت دور کرنے کا ٹوٹکا:

دلہن کو دوسرے یا تیسرے دن قریبی چشمہ پر لے جایا جاتا ہے۔ وہاں وضو کر کے نماز پڑھتی ہے اور اس کے بعد وہیں دہی کے ساتھ ناشتہ کرتی ہے۔ ناشتہ کے بعد ایک کورا کوزہ پانی کا بھر کر لایا جاتا ہے۔ جب وہ گھر کی دہلیز پر پاؤں رکھتی ہے تو ساس یا گھر کی کوئی بھی بالغ خاتون کوزہ کو اس کے سر پر پھیرنے کا عمل کرتی ہے۔ یہاں دلہن کی مٹھیوں میں مکئی کے دانے دیئے جاتے ہیں۔ دہلیز پر پہنچ کر دائیں ہاتھ کے دانے اندر اور بائیں ہاتھ کے دانے باہر پھنکوائے جاتے تھے۔ دائیں ہاتھ کے دانے برکت والے اور بائیں ہاتھ کے دانے بے برکت سمجھے جاتے ہیں۔ اس عمل سے یہ شگون لیا جاتا ہے کہ دلہن نے برکت گھر کے اندر اور بے برکتی گھر سے باہر پھینکی ہے۔ اس عمل سے یہ بھی مراد لی جاتی ہے کہ اگر دلہن میں کچھ منحوسیت ہو تو وہ بھی دور ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد سب سے پہلے وہ گھی کے برتن اور آٹے کی کھرڑی (چمڑے کی بوری) کو چھوتی ہے اس کے بعد دہی کے ڈولے کو چھوا جاتا ہے۔ اور آخر میں مویشی خانہ میں جا کر ہاتھوں سے گوبر اٹھانے کا عمل کیا جاتا ہے۔ آٹا، گھی اور دہی کا ڈولا چھونے کا عمل اس بات کا شگون ہوتا ہے کہ گھر میں رزق کی فراوانی رہے، گوبر چھونے کا عمل اس بات کا شگون ہوتا ہے کہ گھر میں مال مویشی زیادہ سے زیادہ ہوتے جائیں اور ان میں کمی نہ ہو۔

رخصتی کا کھانا:

ولیمہ کا کھانا کھانے کے بعد عام لوگ آہستہ آہستہ اپنے گھروں کو چلتے ہیں۔ تاہم دوسرے

قریبی رشتہ دار اور یارانہ والے ایسے افراد جنہوں نے شادی کے لئے بیل یا بکرا وغیرہ لایا ہوا نہیں ایک دو دن مزید ٹھہرایا جاتا ہے اور ولیمہ کے دوسرے روز بکرے ذبح کر کے ان کے لئے کھانا تیار کیا جاتا ہے اس کی ترتیب بھی ولیمہ کی طرح ہوتی ہے۔ اس کھانے کو رخصتی کا کھانا کہا جاتا ہے اور اس کے بعد شادی کی تقریب کا اختتام ہوتا ہے

فصل سوم

صوبہ سندھ میں شادی بیاہ کی رسومات

سندھ میں یہ رواج ہے کہ خاندان کے سرکردہ قبیلے کے سردار کے ذریعہ رشتے طے کرائے جاتے ہیں۔ جب یہ مسئلہ طے ہو جاتا ہے تو لڑکا اور لڑکی دونوں کے گھروں کی بڑی بوڑھی عورتیں ایک دوسرے کے گھر جاتی ہیں اور منگنی کی رسم اور جہیز وغیرہ کے بارے میں بات چیت کرتی ہیں۔ سندھ میں منگنی کو منگڑوں کہتے ہیں اور اس کے تین مدارج ہوتے ہیں۔ سب سے پہلے تو لڑکے کے گھر کی عورتیں لڑکی کے گھر رشتہ طلب کرنے جاتی ہیں۔ اگر لڑکی کے ماں باپ رضا مند ہوتے ہیں تو پیام لانے والی عورتوں کو شکر دیتے ہیں۔ اس کو پڈری یا رضامندی کہتے ہیں۔ شکر دینے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ لڑکی کے والدین یہ رشتہ کرنے کے لئے رضامند ہیں۔

کھیر پلانا:

اس کے بعد رضامندی کی اطلاع لڑکی اور لڑکے کے قریبی رشتہ داروں کو دی جاتی ہے، اور ایک دن مقرر کر کے لڑکے کے رشتہ دار لڑکی کے گھر جاتے ہیں۔ جہاں ان کو دودھ کا شربت پلایا جاتا ہے۔ اس کو کھیر پلانا کہتے ہیں۔ لڑکے کے والدین شربت والے برتن میں روپے ڈالتے ہیں جو لڑکی کو دیئے جاتے ہیں۔

منگنی:

تیسرا مرحلہ اصل منگنی کی تقریب ہوتی ہے۔ منگنی کے لئے مقرر کی ہوئی تاریخ سے آٹھ دن پہلے دولہا کے گھر میں ڈھولک رکھ دی جاتی ہے، اور پڑوسی، اور رشتہ دار عورتیں رات گئے تک خوشی کے

گیت گاتی ہیں۔ گانے والی عورتیں ایک حلقہ بنا کر بیٹھ جاتی ہیں، اور ان کے درمیان میں ایک عورت مخصوص تال میں ڈھولک بجاتی ہے، اور سب عورتیں ڈھولک کی تال میں تالیاں بجاتی اور گاتی ہیں۔

منگنی کے دن دولہا کے گھر سے کچھ عورتیں دلہن کے گھر جاتی ہیں، اور دلہن کو تحفے دے کر انگوٹھی پہناتی ہیں۔ دلہن کے گھر والے بھی دولہا کو ریشمی قمیض، رومال اور انگوٹھی دیتے ہیں۔ دولہا والے موڑو بھی لاتے ہیں جس میں سات تازہ ناریل، نو خشک ناریل، نبات، مصری، چھوارے اور خشک میوہ ہوتا ہے۔

نک ٹوپن:

یہ موڑو دلہن کی گود میں رکھ دیتے ہیں، اور سونے یا چاندی کی سوئی سے لڑکی کی ناک چھیدی جاتی ہے۔ ناک چھیدنے کی اس رسم کو نک ٹوپن کہتے ہیں۔ یہ ضروری ہے کہ ناک چھیدنے والی عورت سہاگن ہو۔ یہ سوئی ناک چھیدنے والی عورت کو دے دی جاتی ہے۔ سندھ میں ناک کی کیل اور بلاق کو بڑی اہمیت دی جاتی ہے۔ کیل سہاگ کی علامت سمجھی جاتی ہے۔ جو عورت بیوہ ہونے کے بعد ہی اتار سکتی ہے۔ جس عورت کے ماں باپ زندہ ہوتے ہیں وہ بلاق بھی پہنتی ہے اور باپ کے مرنے کے بعد بلاق اتار دیتی ہے۔ نک ٹوپن کی رسم کے بعد منگنی پکی ہو جاتی ہے اور مٹھائی تقسیم ہوتی ہے۔

تتھ باندھنا:

سندھی میں شادی کی تاریخ مقرر کرنے کو تتھ باندھنا کہتے ہیں، اور منگنی ہو جانے کے بعد شادی کی تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔ سنیوں میں یہ رواج ہے کہ منگنی اور شادی کے درمیان کم از کم چار عیدیں گزاری جائیں، اور شیعوں میں کم از کم تین عیدیں گزارنا لازمی خیال کیا جاتا ہے۔ سب عیدوں کے موقعے پر دولہا کی طرف سے دلہن کو عیدیاں بھیجی جاتی ہیں۔ ہر عیدی میں کپڑے، زیور، میوہ، مٹھائی حسب حیثیت بھیجتے ہیں۔ دلہن کے گھر سے دولہا کے لیے بھی عیدی جاتی ہے، لیکن دولہا والوں سے کم۔ اگر شادی کرنے کی بہت عجلت ہوتی ہے تو بھی کم از کم ایک عید گزارنا لازمی سمجھا جاتا ہے۔

شادی کی تاریخ مقرر کرنے کے لئے دولہا کے والدین، خاندان کے چند بزرگوں کے

ساتھ دلہن کے گھر جاتے ہیں۔شادیاں زیادہ تر شعبان کے مہینے میں ہوتی ہیں،اور عموماً اس مہینے کے پہلے پندرہ دنوں میں کوئی تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔دونوں خاندانوں کے بزرگ مل کر کوئی تاریخ طے کرتے ہیں اور اس کے بعد مٹھائی تقسیم کی جاتی ہے۔اس رسم کو بکی ڈالنا کہتے ہیں۔

ونواہ:

شادی کی تاریخ سے نو دن پہلے ایک مخصوص تال میں ڈھولک بجانے اور اس تال پر گانے کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے جو شادی کے دن تک جاری رہتا ہے۔نکاح کے لئے مقرر کی ہوئی تاریخ سے سات دن پہلے دولہا کے گھر کی عورتیں دلہن کے گھر جاتی ہیں اور ونواہ یا مانجھا بٹھانے کی رسم ادا کی جاتی ہے۔ایک کمرے میں قالین یا چاندنی کا فرش کر کے دلہن کو بٹھا دیتے ہیں اور اس کے اوپر لال رنگ کی چادر ڈال دیتے ہیں۔دلہن کی دیکھ بھال کرنے کے لئے اس کے ساتھ ایک ایسی عورت کو بٹھاتے ہیں جو سہاگن اور بچوں کی ماں ہو۔عموماً سات دن تک دلہن کو ونواہ میں بٹھایا جاتا ہے۔اس دوران دلہن کمرے سے باہر نہیں نکلتی۔

ونواہ کی رسم کے لئے دولہا کے گھر سے آٹا، گھی، چھوارے، تیل، کیسو کے پھول، مصری اور ناریل بطور تحفہ کے لئے بھیجے جاتے ہیں۔دلہن کے لئے حلوہ تیار کیا جاتا ہے اور ایسی سات سہاگنیں جن کے نرینہ اولاد ہوتی ہے ایک ایک لقمہ دلہن کے منہ میں ڈالتی ہیں۔اس رسم سے یہ مطلب لیا جاتا ہے کہ دلہن بھی ان سہاگنوں کی طرح سہاگن ہوگی اور اس کے نرینہ اولاد ہوگی۔

مہندی:

مہندی والی رات کو دولہا کے گھر سے دلہن کے لئے مہندی کا تھال بھیجا جاتا ہے جو بہت سجا ہوا ہوتا ہے،اور اس کے درمیان میں موم بتی یا آٹے سے بنا ہوا چراغ جلتا رہتا ہے۔دلہن کو ایک چوکی پر بٹھا دیتے ہیں اور سات سہاگنیں اس کے مہندی لگاتی ہیں۔دلہن کے ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں، ہتھیلیوں، تلووں اور ہاتھوں کی پشت پر بہت خوبصورتی سے مہندی لگائی جاتی ہے۔دلہن کے لئے دولہا کے گھر سے جو چیزیں آتی ہیں ان کی نمائش بھی بعض لوگ مہندی لگانے کی رسم کے بعد کرتے ہیں۔

بارات:

نکاح ہمیشہ لڑکی کے گھر میں ہوتا ہے، اور لڑکے والے بارات لے کر آتے ہیں۔ بارات کے ساتھ گانے بجانے کے لئے میراثی بھی ہوتے ہیں۔ جب بارات پہنچ جاتی ہے تو دلہن کو سرخ رنگ کا عروسی جوڑا پہنایا جاتا ہے، اور خوب سنگار کر کے اسے زیورات سے سجایا جاتا ہے۔ دلہن کو نتھ اور جھومر پہنانا ضروری خیال کرتے ہیں، اور نتھ کو سہاگ کی علامت سمجھتے ہیں۔ دلہن کو تیار کر کے سیج پر بٹھا دیتے ہیں۔

نکاح:

عورتیں دلہن کو سجاتی ہیں اور باہر مردوں کی محفل میں دولہا کو شادی کا جوڑا پہنایا جاتا ہے۔ دولہا کے جوڑے میں پگڑی اور سہرہ ہونا ضروری ہے۔ حق مہر کا فیصلہ کرنے کے بعد ایجاب وقبول کی رسم ہوتی ہے۔ جب لڑکی سے دریافت کیا جاتا ہے تو وہ خود جواب نہیں دیتی بلکہ لڑکی کی طرف سے اس کی ماں جواب دیتی ہے۔ پھر نکاح پڑھا جاتا ہے۔

لاون

نکاح کے بعد دولہا کو دلہن کے پاس لے جاتے ہیں۔ دولہا دلہن کے کمرے میں داخل ہونے سے پہلے دو رکعت نماز شکرانہ ادا کرتا ہے۔ دولہا کے ساتھ اس کے چند قریبی رشتہ دار بھی ہوتے ہیں۔ دلہن جس سیج پر بیٹھی ہوتی ہے اس پر دولہا کو بھی بٹھا دیتے ہیں۔ دولہا دلہن دونوں آمنے سامنے بٹھائے جاتے ہیں، اور آہستہ سے تین مرتبہ ان کا سر آپس میں ٹکرایا جاتا ہے۔ عموماً دولہا کا سر اوپر اور دلہن کا نیچے رکھا جاتا ہے۔ بعض دفعہ مذاق میں دونوں کے سر زور سے ٹکرا دیئے جاتے ہیں، لیکن یہ موقع خوشی کا ہوتا ہے اس لئے کوئی شکایت نہیں ہوتی۔ اس رسم کو ''لاون'' کہتے ہیں۔

آرسی مصحف:

لاون کے بعد آرسی مصحف کی رسم ہوتی ہے۔ دولہا اور دلہن کے درمیان قرآن پاک رکھ دیا جاتا ہے، اور دونوں سورہ فاتحہ کی تلاوت کرتے ہیں، اور آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ پھر ان کے سروں پر ایک کپڑا ڈال کر قرآن پاک کی جگہ ایک آئینہ رکھا جاتا ہے، اور اس میں دونوں ایک دوسرے کی شکل دیکھتے ہیں۔

اس کے بعد ایک گلاس میں دودھ لاتے ہیں جو پہلے دولہا کو اور پھر دلہن کو پلاتے ہیں۔ ان رسموں کے بعد دولہا اور اس کے ساتھیوں سے مذاق کیے جاتے ہیں اور شہ بال کی خوب درگت بنائی جاتی ہے۔ شادی کے دن دلہا کی ماں خوب ٹھاٹ کرتی ہے لیکن دلہن کی ماں بہت ہی سادہ کپڑے پہنتی ہے۔

دعوت اور رخصتی:

دولہا اس روز دلہن کو رخصت نہیں کراتا بلکہ یہ رات دلہن ہی کے گھر میں گزارتا ہے۔ سب رسمیں ہو جانے کے بعد دلہا اور دلہن کو تنہا چھوڑ دیتے ہیں اور ان کی سیج کے قریب ہی قرآن پاک، جانماز اور دودھ کا لوٹا رکھ دیتے ہیں۔ دولہا کے قریبی رشتہ دار بھی ایک دن اور دلہن کے گھر میں مہمان رہتے ہیں، اور دوسرے دن اسی گھر میں دولہا کی طرف سے دعوت کی جاتی ہے۔ بعض لوگ دوسرے دن صبح کے وقت ہی دلہن کو رخصت کرا لیتے ہیں، اور دولہا کی طرف سے دعوت خود اس کے گھر میں ہوتی ہے۔

قرآن سے شادی کر دینے کی رسم:

نواب شاہ کے گرد و نواح میں دادو سانگھڑ، تھر، مورو، بدین اور میر پور خاص کے علاقوں میں ذات پات کی تفریق بہت زیادہ ہے۔ سندھ کے وڈیرے اپنی جائداد کی تقسیم کو بہت برا سمجھتے ہیں۔ وہ ذات اور برادری کے باہر شادی نہیں کرتے۔ سیدوں میں اس بات کا خاص طور پر بہت خیال رکھا جاتا ہے۔ یہ لوگ دوسری ذات میں لڑکی کو بیاہ دینا بدترین ذلت تصور کرتے ہیں۔ جائیداد کو تقسیم سے بچانے کے لئے باپ اپنے بھتیجوں یا بھانجوں کے ساتھ بیٹی کی شادی کرنے کو ترجیح دیتا ہے چاہے وہ رشتہ بالکل بے جوڑ ہی کیوں نہ ہو۔ کئی مرتبہ لڑکی کی شادی کسی بوڑھے آدمی یا بالکل نابالغ لڑکے سے کر دی جاتی ہے۔ اگر لڑکی کو ایسے رشتے قابل قبول نہ ہوں تو سیدوں میں ایک حیرت انگیز رسم یہ ہے کہ اس کی شادی قرآن سے کر دی جاتی ہے اور اگر وہ ایسا کرنے پر بھی تیار نہ ہو تو جان سے مار دی جاتی ہے۔

قرآن سے شادی کرنے کے لئے باقاعدہ پورے خاندان کو مدعو کیا جاتا ہے، اور اس لڑکی کو ''بی بی پاک دامن'' کا نام دیا جاتا ہے۔ لڑکی کو نہلا کر اور اچھے کپڑے پہنائے جاتے ہیں۔ لڑکی کا باپ یا بڑا بھائی یا کوئی اور بزرگ قرآن لے کر آتا ہے اور اس کے ہاتھ میں قرآن دینے کے بعد کہتا ہے کہ تمہاری شادی اس سے ہو گئی ہے اور اب تم اپنی عزت و عصمت کی حفاظت کرو۔ وہ لڑکی پیرنی بن جاتی ہے اور خاندان اور علاقے کے لوگ اس سے دم درود کرواتے ہیں اور تعویز وغیرہ لیتے ہیں۔ ان

عورتوں کو بہت عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور جن خاندانوں میں زیادہ لڑکیاں قرآن سے بیاہی گئی ہوں اسے بہت معزز سمجھا جاتا ہے۔

(انٹرویو، مونیکا شہباز، مشن کمپاؤنڈ نمبر۲، مشن روڈ نواب شاہ)

۲۰۱۱ء میں حکومت پاکستان نے ایک قانون نافذ کیا ہے جس کی رو سے لڑکی کی جبری شادی یا اس کی قرآن سے شادی کو جرم قرار دیا گیا ہے۔ ایسا کرنے پر تین سے سات سال تک سزا اور ۵ لاکھ جرمانہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ یہ قانون عورتوں کے حقوق کی طرف ایک اہم قدم ہے۔ اس سلسلے میں بل کا مسودہ کتاب کے آخر میں تتمہ الف کے تحت لگا دیا گیا ہے

لڑکیوں کا تبادلہ کرنے کا رواج یا وٹہ سٹہ:

پنجاب اور بہاول پور کی طرح سندھ میں بھی شادی کے لئے لڑکیوں کا تبادلہ کرنے کا طریقہ جاری ہے۔ ایک خاندان کی لڑکیاں دوسرے خاندان کی لڑکیوں سے بدلی جاتی ہیں، اور لڑکی لے کر لڑکی دی جاتی ہے۔ جو لوگ لڑکی کے بدلے میں لڑکی نہیں دے سکتے ان کو شادی کرنے میں بڑی دشواری ہوتی ہے، اور کسی لڑکی سے شادی کرنے کے لئے نقد رقم دینا پڑتا ہے، اور اس نقد رقم کا تعین لڑکے اور لڑکی کی ذات، عمر اور دوسری خصوصیات کو ملحوظ رکھ کر کیا جاتا ہے۔ ذات اور عمر اور صورت شکل کے اعتبار سے لڑکی کی قیمت کم یا زیادہ ہوتی ہے، اور جس لڑکے کی شادی کرنے کے لئے تبادلے میں لڑکی نہیں دی جا سکتی وہ قیمت ادا کر کے شادی کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ پیسے لے کر لڑکی دینا اخلاق، شریعت اور قانونی اعتبار سے مکروہ فعل ہے۔ اسلام نے لڑکی کے نکاح کے لئے اس کی اجازت لازمی قرار دی ہے جبکہ پیسے لے کر شادی کرنے میں کسی طرح کی اجازت کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔

بن بیاہی بیوہ:

سندھ میں یہ رواج ہے کہ بچپن میں نسبت طے کر لی جاتی ہے اگر کسی لڑکی کی منگنی بچپن میں ہو جائے اور اس کا منگیتر مر جائے تو اس لڑکی کو بیوہ فرض کر لیا جاتا ہے اور وہ عمر بھر بیوہ رہتی ہے۔ نکاح ہوئے بغیر محض منگنی ہو جانے کی وجہ سے لڑکی کو بیوہ قرار دینے کی عجیب و غریب رسم سندھ کے کئی

علاقوں میں پائی جاتی ہے، اور اس کے رائج ہونے کا سبب یہ ہے کہ سندھی منگنی کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض لوگ اس کو شادی کے مماثل خیال کرتے ہیں، اور اسی بنا پر یہ سمجھتے ہیں کہ منگیتر کی موت شوہر کی موت کے برابر ہے اور لڑکے کے مر جانے سے وہ لڑکی بیوہ ہو جاتی ہے جس سے اس کی منگنی پختہ طور پر ہو چکی تھی۔

رفیع اللہ شہاب اپنی کتاب (اسلامی تہوار ورسومات ص ۲۲۰) میں اسی نظریے کے حامل ہیں کہ منگنی توڑنے کی صورت میں عورت کو باقاعدہ طلاق دی جائے گی اور اسے نصف حق مہر ادا کرنا ہوگا۔

اسے جہالت ہی کہا جا سکتا ہے۔ اسی جہالت کا توڑ لوگوں کو دینی اور دنیوی تعلیم سے ہو سکتا ہے۔ اس کے ساتھ لوگوں کا شعور بیدار کرنے کی بھی ضرورت ہے۔

فصل چہارم

صوبہ پنجاب میں شادی بیاہ کی رسومات

پاکستان میں شہروں اور دیہاتوں کے طرز معاشرت اور رسوم ورواج میں بہت فرق پایا جاتا ہے اور اس سے بھی بہت زیادہ فرق امیر اور غریب طبقوں اور تعلیم یافتہ وغیر تعلیم یافتہ لوگوں میں نظر آتا ہے۔ امیروں اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ کا معیار زندگی اور طرز معاشرت عوام سے بے حد مختلف ہے اور یہ مغربی تہذیب سے بہت متاثر ہیں۔ شہروں میں شادی کی تقریب بہت دھوم دھام اور بڑے اہتمام سے منائی جاتی ہے۔ رسمیں کم اور دیہاتی رسموں سے بہت کچھ مختلف ہوتی ہیں۔ تاہم شادی بیاہ کی کچھ پرانی رسمیں شہروں میں بھی باقی ہیں اور ان میں بہت کچھ اصلاح وترمیم کر لی گئی ہے۔

جدید تعلیم یافتہ اور دولت مند طبقے میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو مغربی تہذیب کے رنگ میں یکسر رنگ گئے ہیں اور اس کے طور طریقے اختیار کر لئے ہیں، لیکن اعلیٰ اور متوسط طبقوں میں بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے جن کی زندگی اور طرز معاشرت میں مغربی اور مشرقی تہذیبوں کا ایک خوش گوار امتزاج پایا جاتا ہے اور انہوں نے پرانی رسموں میں اصلاح وترمیم کر کے انہیں برقرار رکھا ہے۔ یہ طبقہ معاشرہ میں اعتدال اور ہم آہنگی پیدا کرنے والا طبقہ ہے اور ملک کی تہذیب ومعاشرت میں اس کو نمایاں اہمیت

حاصل ہے۔ دیہی علاقوں کے رسوم ورواج میں قدم قدم پر اختلاف پایا جاتا ہے اور یہ مقامی حالات، مختلف علاقوں کے باشندوں کی خصوصیات اور طرز معاشرت میں فرق کا لازمی نتیجہ ہے لیکن دیہاتوں کے برعکس شہروں کے رسوم ورواج میں زیادہ یکسانی پائی جاتی ہے۔

پنجاب کے تعلیم یافتہ طبقے میں اب اپنے خاندان سے باہر شادیاں کرنے کا رواج بہت بڑھ رہا ہے۔ اب والدین کا عام رجحان یہ ہے کہ بیٹے کے لیے بیوی یا بیٹی کے لیے شوہر ذاتی اوصاف وخاندان کی بنا پر منتخب کیا جائے۔ بالائی طبقے کے پنجابیوں میں یہ میلان پایا جاتا ہے کہ وہ اپنے خاندان کے اندر شادیاں کرنے کے بجائے اس خاندان سے رشتہ جوڑتے ہیں جو اقتصادی، تعلیمی اور مجلسی لحاظ سے برابر کی حیثیت رکھتا ہو۔ یہ چیزیں خاندان کے ارکان کی حیثیتوں کے مطابق بدلتی رہتی ہیں۔ اس وجہ سے سمجھنا چاہیئے کہ پاکستان کی شہری آبادی میں طبقات کا معاملہ معین ومقرر نہیں۔ اسلام میں ذات پات کی تو کوئی قید نہیں لیکن ایسی گروہ بندی ضرور موجود ہے جس کی حیثیت ذات پات جیسی ہی ہے۔ اس میں خاص پیشے، مقام یا نسل کے لحاظ سے فیصلہ ہوتا ہے۔

جو لوگ اپنے آپ کو برتر قوم سمجھتے ہیں وہ اپنے ہم پلہ اور ہم قوم سے شادی کرواتے ہیں۔ مثلاً سید، کشمیری، مغل وغیرہ اپنے آپ کو برتر قومیں سمجھتے ہیں اس لئے یہ اپنے ہم پلہ ہی کو منتخب کرتے ہیں۔ البتہ اگر معاشی اعتبار سے کوئی مضبوط ہو یا سیاسی اثر ورسوخ کی وجہ سے کسی کو کوئی امتیازی مرتبہ حاصل ہو تو ذات پات کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ پنجاب کے مختلف علاقوں میں شادی کے مختلف رسم ورواج کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

پنجاب کے دیہات:

پنجاب کے دیہاتوں میں سب سے زیادہ رسمیں شادی کے موقع پر ہوتی ہیں۔ اپنی تمام اولاد کی شادی کرنا ماں باپ کا فرض سمجھا جاتا ہے اور وہی شخص زندگی میں کامیاب' خوش نصیب اور نجات یافتہ تصور کیا جاتا ہے جو اپنی زندگی میں سب بیٹے، بیٹیوں کی شادی سے فارغ ہو جاتا ہے۔ ذات پات اور برادری میں شادی کرنے کی پابندی دیہاتوں میں شہروں سے بھی زیادہ ہے۔ لیکن لڑکی

والوں کی طرف سے رشتے کی تحریک کرنا معیوب سمجھا جاتا ہے، اور پیام ہمیشہ لڑکے والوں کی طرف سے آتا ہے۔

لڑکے کی ماں جب کسی لڑکی کو پسند کرتی ہے تو ایک معتبر عورت کو لڑکی کے گاؤں بھیجتی ہے جو مختلف حیلے بہانے کر کے لڑکی کے گھر جاتی اور اس کو دیکھتی ہے۔ پھر ہمسایوں اور محلے والوں سے لڑکے کے حالات دریافت کرتی ہے۔ شرم و حیا خوش اخلاقی اور سلیقے سے گھر بار چلانے کی صلاحیت کو بڑی اہمیت دی جاتی ہے۔ یہ عورت واپس آ کے لڑکے کی ماں کو لڑکی کے متعلق ایک ایک بات بتلاتی ہے۔ پھر قریبی رشتہ داروں کو جمع کر کے ان سے مشورہ کیا جاتا ہے، اور لڑکے کا باپ لڑکی کے باپ سے کسی بہانے ملنے جاتا ہے اور باتوں باتوں میں اپنا مدعا بیان کر دیتا ہے۔ لڑکی کا باپ کوئی واضح جواب نہیں دیتا، اور اپنی بیوی اور چند رشتہ داروں سے مشورہ کرتا ہے۔ اس دوران میں لڑکے کا باپ کئی مرتبہ آتا ہے۔ بات چیت ہوتی ہے اور جب رشتہ کرنے کی بات پکی ہو جاتی ہے تو منگنی کی با قاعدہ رسم کرنے کا تصفیہ ہو جاتا ہے۔

منگنی:

لڑکے کی ماں کچھ عورتوں کو جن سے رشتہ یا دوستی ہوتی ہے۔ لڑکے کی نسبت ہو جانے کی اطلاع دیتی ہے۔ وہ مبارک باد دینے آتی ہیں، اور منگنی کے لئے مقرر کی ہوئی تاریخ کو شگن لے جانے کی تیاری ہونے لگتی ہے دولہا کی ماں چند رشتہ دار عورتوں کے ساتھ شگن کے لئے ناریل، چھوارے، بادام اور کشمش اور عمدہ کپڑے کا جوڑا اور سونے کی انگوٹھی لے کر دلہن کے گھر جاتی ہے۔ لڑکی کو یہ جوڑا پہنا دیا جاتا ہے اور لڑکے کی ماں اس کے پلو میں آدھے ناریل، چھوارے، بادام، اور کشمش ڈال کر انگوٹھی پہنا دیتی ہے۔ باقی ماندہ میوہ سب عورتوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ دودھ اور مٹھائی سے مہمانوں کی تواضع کی جاتی ہے، اور لڑکی کی ماں لڑکے کی ماں اور اس کے ساتھ آنے والی قریبی رشتہ داروں کو جوڑے یا دوپٹہ اور قمیض دیتی ہے۔ یہ طریقے اب متروک ہو رہے ہیں۔ اب منگنی کی با قاعدہ تقریب ہوتی ہے۔ پہلے لڑکے والے لڑکی کے گھر آتے ہیں پھر لڑکی والے لڑکے کے گھر جاتے ہیں۔ ان مواقع

پر اتنے مہمان مدعو ہوتے ہیں اور اس قدر کھانے پکتے ہیں کہ ایک چھوٹی شادی کا سماں بن جاتا ہے۔ لڑکی کے لئے جوڑوں کے علاوہ میک اپ کا سامان اور کچھ زیورات لائے جاتے ہیں۔لڑکے کے لئے بھی اسی طرح سوٹ لائے جاتے ہیں۔

منگنی چند مہینے یا ایک سال یا اس سے زیادہ مدت تک رہتی ہے۔اس دوران میں دونوں طرف شادی کی تیاریاں کی جاتی ہیں۔لڑکے والوں کو کم اور لڑکی والوں کو زیادہ اہتمام کرنا پڑتا ہے۔ جب لڑکی والے انتظام کر لیتے ہیں تو پھر لڑکے اور لڑکی کے والدین مشورہ کر کے بارات کی تاریخ مقرر کرتے ہیں۔دور رہنے والے یا دور کے رشتہ داروں کو شادی میں شرکت کے لئے دعوت نامے ڈاک سے روانہ کئے جاتے ہیں اور اہم رشتہ داروں کو اطلاع دینے کے لئے نائی بھیجا جاتا ہے جو زبانی پیام پہنچاتا اور بتاشے تقسیم کرتا ہے۔آج کل اس کی جگہ کارڈز نے لے لی ہے اور اہل خانہ ہی کارڈز تقسیم کرتے ہیں۔

گالا:

رسوم کے اعتبار سے اگرچہ شہروں میں اب خاصی تبدیلی آچکی ہے لیکن دیہات میں اب بھی قدیم روایات پر عمل ہوتا ہے ان رسوم میں سے ایک یہ ہے کہ جب بارات کی تاریخ مقرر ہو جاتی ہے تو دولہا اور دلہن دونوں کے گھروں میں گالا کی رسم ہوتی ہے اور اس رسم سے دونوں کے گاؤں میں شادی کی تقریب کا آغاز ہو جاتا ہے۔گالا بارات سے تین چار ہفتے پہلے کرتے ہیں۔اس موقعے پر گاؤں کی تمام عورتیں اور دوسرے گاؤں سے ''گھر کی بیٹیاں'' یعنی دولہا یا دلہن کی شادی شدہ بہنیں اور پھوپھیاں مدعو کی جاتی ہیں، اور دولہا اور دلہن کے گھر والے اپنے اپنے گاؤں میں گڑ تقسیم کرتے ہیں۔ (اب گڑ تقسیم کرنے کی رسم متروک ہوگئی ہے)۔

گالا میں جو عورتیں مدعو کی جاتی ہیں وہ اپنے ساتھ گیہوں لاتی ہیں جس کو ویل کہتے ہیں۔یہ ویل نائن اور دوسرے کامیوں یعنی کام کرنے والوں میں تقسیم کر دیتے ہیں۔

گالا کے بعد شادی کے انتظامات تیزی سے شروع ہو جاتے ہیں۔کامیوں کو جو کام کرنے

ہوتے ہیں وہ ان کے ذمہ کر دیے جاتے ہیں، اور یہ لوگ اپنا کام شروع کرنے سے پہلے شادی والے گھر کی بی بی سے کہتے ہیں کہ وہ کام شروع کرنے پر بالکل تیار ہیں۔ گھر کی بی بی ان کو گڑ دیتی ہے، اور یہ خوش دلی کے ساتھ شادی کا کام شروع کر دینے کی علامت ہوتی ہے۔ چنانچہ گڑ لینے کے بعد بڑھئی لکڑی جمع کرنے، درزی کپڑے قطع کرنے، کامی عورتیں گیہوں صاف کرنے، کمہار آٹا پسانے اور نائی کھانا پکانے کے برتن لانے کا کام جمعہ، دوشنبہ یا کسی اور مبارک دن شروع کر دیتے ہیں۔ یہ کام گالا سے شادی تک ایک مہینہ کام کرتے ہیں اور ان کو کھانا دیا جاتا ہے۔ بارات سے ایک دن پہلے مٹھائی بنانے کے لئے حلوائی بلائے جاتے ہیں جو اچھے گھی کی مٹھائی اور لڈو تیار کرتے ہیں۔ اگر شادی معمولی ہوتی ہے تو نائن اور گھر کی عورتیں مل کر مٹھائی تیار کر لیتی ہے۔ (یہ سب دیہات کی رسوم ہیں۔ شہروں میں ان کا وجود نہیں ہے)۔

وڑ اور سنبھال:

بارات کی تاریخ سے ایک ہفتہ پہلے دولہا اور دلہن کے گھروں میں وڑ اور سنبھال کی رسمیں ادا کی جاتی ہیں۔ وڑ میں گوشت اور آٹا یا غلہ گاؤں میں تقسیم کیا جاتا ہے، اور سنبھال میں میٹھے چاول پکا کے تھال میں ڈالتے اور گاؤں میں تقسیم کرتے ہیں۔ (یہ خالصتاً گاؤں کی رسم ہے)۔

ویل:

جب کہیں شادی ہوتی ہے تو اطراف و اکناف کے میراثی شادی میں گانے بجانے کی اجازت طلب کرتے ہیں اور بارات روانہ ہونے سے ایک دن پہلے دولہا کے گھر آ جاتے ہیں۔ مہمانوں کو خوش کرنے کے لئے گاتے بجاتے اور نقلیں کرتے ہیں۔ مہمان یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ وہ اپنے میزبان کی عزت کرتے ہیں میراثیوں کو انعام دیتے ہیں جو ویل کہا جاتا ہے۔ جب کوئی شخص ویل دیتا ہے تو میراثی گانا روک کے ویل دینے والے کا نام لیتے اور اس کے گاؤں اور انعام کی رقم کا اعلان کرتے ہیں، اور شادی کے گھر والوں کی عزت اور بڑائی تعریف کرتے ہیں جن کے اعزاز میں انعام دے کر مہمان اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہیں اس کے بعد پھر گانا شروع ہوتا ہے۔ دلہن کے

گھر میں بھی بارات آنے سے ایک دن پہلے اطراف کے گاؤں سے میراثی آجاتے ہیں اور وہ بھی گاتے بجاتے اور ویل پاتے ہیں۔ ویل کا شمار ورتن بھانجی میں ہوتا ہے یعنی میزبان کو مناسب موقع پر اس کا بدلہ اتارنا پڑتا ہے۔

مائیاں:

شادی کی تاریخ سے دو ایک روز قبل دلہن اور دولہا دونوں کو ان کے گھروں میں مائیاں بٹھایا جاتا ہے۔ اس رسم میں گرہ دار رنگین دھاگہ دلہن اور دولہا دونوں کی کلائیوں پر باندھ دیا جاتا ہے، اور چوکی پر بٹھا کر ہاتھوں پر مہندی لگائی جاتی ہے۔ پھر ایک کٹوری میں تیل ڈالتے ہیں اور اس میں انگلی ڈبو ڈبو کر ان کے سروں میں تیل لگاتے ہیں۔ مائیاں کی رسم میں ابالے ہوئے گیہوں گاؤں میں تقسیم کئے جاتے ہیں۔ جو عورتیں مائیاں کی رسم میں شریک ہونے کے لئے آتی ہیں وہ گیہوں لاتی ہیں اور گیہوں کامیوں میں تقسیم کر دیئے جاتے ہیں۔ اس روز دولہا کی ماں سب کامیوں کو جوڑے بھی دیتی ہے۔ مائیاں کے دن دلہن کے لئے اس کے ننہال سے جوڑے، زیور اور دوسرے تحائف آتے ہیں جو نانک والی کہے جاتے ہیں۔

ایک رسم یہ ہے کہ شادی سے قبل لڑکے کو اس کے ننہال والے آکر نہلاتے ہیں اور بھانجے کو انگوٹھی پہناتے ہیں۔ اسے کھارا اتاری کہتے ہیں۔

چول:

مائیاں کے موقع پر ایک اور رسم ہوتی ہے جس کو چول کہتے ہیں۔ جب دولہا اور دلہن کو ان کے گھروں میں مائیاں بٹھاتے اور مہندی لگاتے ہیں تو نائن ایک برتن میں تیل ڈال کر گھر کی عورتوں اور مہمانوں کے سامنے لے جاتی ہے جو اس میں کچھ سکے ڈالتی ہیں۔ دلہن کے گھر میں سب سے پہلے دلہن کی ماں اور دولہا کے گھر میں دولہا کی ماں سکے ڈالتی ہے۔ اس کے بعد رشتہ دار اور برداری کی عورتیں بھی اس برتن میں سکے ڈالتی ہیں۔ گھر کی بی بی اور نائن اس کا خیال رکھتی ہیں کہ کس نے کیا دیا ہے اور سکے ڈالنے والی عورتیں بھی یہ بتلا دیتی ہیں کہ وہ کیا ڈال رہی ہیں۔ کیونکہ وہ مائیاں کے موقعے

پر جو انعام دیتی ہیں وہ آئندہ مناسب موقعے پر ان کو واپس مل جاتا ہے۔ مائیاں کے بعد بارات کے جانے کی تیاری شروع ہو جاتی ہے۔

برادری:

شادی کے موقع پر برادری والے دولہا کے گھر والوں سے اپنے تعلقات کا اظہار مختلف طریقوں سے کرتے ہیں' اور اس کے جواب میں دولہا کے گھر والے بھی برادری کے حسن سلوک کا اعتراف کرتے ہیں۔ چنانچہ بارات کی روانگی سے دو دن پہلے ہمسایہ گاؤں کے لوگ چاول، گھی، شکر اور سویاں بھیجتے ہیں اور بارات کے دن برادری کی طرف سے پکا ہوا کھانا آتا ہے، اور دولہا کے گھر میں رات کو اسی کھانے سے دعوت کی جاتی ہے۔ گھر کے لوگوں اور کامیوں کے لئے جس قدر کھانے کی ضرورت ہوتی ہے برادری والے اس کی دگنی مقدار میں کھانا بھیجتے ہیں۔ اس کے بعد دلہن جب دولہا کے گھر دوسری مرتبہ آتی ہے تو برادری کی طرف سے دعوت ہوتی ہے۔ اسی طرح دلہن کے گاؤں میں بھی اس کی برادری والے دعوت کر کے دلہن کے گھر والوں سے اپنے اچھے مراسم کا اظہار کرتے ہیں۔

میل:

بارات کی روانگی سے قبل جب سب مہمان جمع ہو جاتے ہیں اس اکٹھ کو میل کہتے ہیں۔ اس تقریب میں سب سے پہلے میلی یعنی شادی کے مہمان کھانا کھاتے ہیں۔ اس کے بعد خاص عزیز و اقارب اور دوستوں کے لئے طشتریوں میں کھانا بھیجا جاتا ہے۔ پھر اپنے گاؤں میں اور برادری میں کھانا تقسیم کیا جاتا ہے۔ آخر میں کامی کھانا کھاتے ہیں اور جو کھانا بچ جاتا ہے وہ فقیروں کو دے دیا جاتا ہے۔ دلہن کے گھر میں مہمان بارات سے کم از کم دو روز پہلے جمع ہو جاتے ہیں اور وہاں میل کی رسم میں مہمانوں کی دعوت کی جاتی ہے۔ کھانے کی دعوت کرنے کے علاوہ دولہا کے گھر والے بارات روانہ ہونے سے ایک دن پہلے اپنے گاؤں میں لڈو بھی تقسیم کرتے ہیں۔ (یہ پرانے طریقے ہیں۔ گاؤں میں کسی حد تک موجود ہیں لیکن شہروں میں یہ رسمیں مفقود ہو رہی ہیں۔ اب عموماً لوگ شادی کے دن میرج ہال میں ہی اکٹھے ہوتے ہیں۔)

میل کی رسم میں شرکت کے لئے جو مہمان آتے ہیں ان میں دولہا کی شادی شدہ بہنوں اور پھوپھیوں کی خاص اہمیت ہوتی ہے اور یہ گھر کی بیٹی کہی جاتی ہیں۔ دولہا کی بہنیں اس کے لئے ایک سلا ہوا جوڑا لاتی ہیں اور دولہا یہ جوڑا پہن کر بارات کے ساتھ سسرال جاتا ہے۔

کھارا اور کھارلہائی:

پنجاب کے دیہات میں یہ رسم جاری ہے کہ بارات کی روانگی کے روز دولہا کے یہاں باراتی جمع ہونے لگتے ہیں۔ ڈھول اور شہنائی بجتی ہے اور کھارا کی رسم ادا کی جاتی ہے دولہا کی بہنیں اور گاؤں کی دوسری عورتیں مٹی کا ایک رنگین گھڑا لے کر خوشی کے گیت گاتی ہوئی گاؤں کے بڑے کنوئیں پر جاتی ہیں، اور گھڑے میں پانی بھر کے لاتی ہیں۔ دولہا لنگی باندھ کر نہانے کی چوکی پر کھڑا ہو جاتا ہے۔ عورتیں اس کے گرد حلقہ بنا لیتی ہیں اور نائن اور کھارن مٹی کے رنگین گھڑے میں بھرا ہوا پانی ڈالتی ہیں۔ غسل ختم ہونے سے پہلے ننہال کی طرف سے دولہا کا ماموں یا ماموں زاد بھائی تحفہ دیتا ہے جسے کھارالہائی کہا جاتا ہے۔ یہ تحفہ روپے، بھینس یا گھوڑا یا انگوٹھی ہوتی ہے۔ ماموں کے علاوہ چچا اور پھوپھا بھی روپے کی شکل میں کھارالہائی دیتے ہیں۔ کھارا کی رسم دلہن کے گھر میں بھی رخصتی کے دن ہوتی ہے، اور اس کو بھی کھارالہائی کہتے ہیں۔ (گھڑوں میں پانی لانے کی رسم ختم ہو چکی ہے)۔

کھارا کی رسم کے بعد دولہا وہ جوڑا پہنتا ہے جو اس کی شادی شدہ بہنیں لاتی ہیں، اور پگڑی کے اوپر سہرا باندھا جاتا ہے۔ مہمان عورتیں دولہا کے گرد بیٹھ جاتی ہیں اور وہ سب کو سلام کرتا ہے۔ پھر عورتیں دولہا کو سلامی دیتی ہیں۔ سب سے پہلے دولہا کی ماں، چچی، پھوپھی، خالہ، ممانی، شادی شدہ بہنیں اور دوسری قریبی رشتہ دار سلامی دیتی ہیں اور ان کے بعد مہمان عورتیں۔ دولہا کی ماں یا کوئی اور رشتہ دار یہ لکھتی یا یاد رکھتی ہے کہ کس نے کتنی سلامی دی ہے کیونکہ ماں اور بہنوں کے علاوہ جتنی عورتیں سلامی دیتی ہیں وہ ان کو مناسب موقع پر واپس دی جاتی ہے۔

نیوندرا:

جب عورتیں دولہا کو سلامی دیتی ہیں تو باہر مردوں سے نیوندرا یا نیوتا جمع کیا جاتا ہے۔ یہ نیوتا شادی میں شرکت کرنے والے مرد دولہا کے باپ کو دیتے ہیں۔ عموماً سو روپے سے لے کر ایک ہزار

روپے تک نیوتا دیا جاتا ہے، اور پچاس روپے سے سو روپے تک گھر کے کامی بھی نیوتا دیتے ہیں۔ دولہا کا باپ ورنہ چچا یا بھائی یا برادری کا کوئی اور معزز فرد پلنگ پر بیٹھ کر اپنے سامنے ایک تھالی میں شکر رکھ لیتا اور نیوتا وصول کرتا ہے۔ اس کے قریب ہی ایک اور شخص جو لکھنا جانتا ہو بیٹھ جاتا ہے اور خاندانی رجسٹر میں جس کو بہی کہتے ہیں' نیوتا دینے والے کا نام، پیشہ، سکونت، اور رقم سب تفصیل سے لکھتا ہے لوگوں کو جب شادی کا دعوت نامہ ملتا ہے تو پہلے ہی دریافت کر لیتے ہیں کہ نیوندرا وصول کیا جائے گا یا نہیں تاکہ وہ اس کے لئے روپے لے کر آئیں۔ جو لوگ اپنی عزت بڑھانا چاہتے ہیں وہ نیوندرا میں تھوڑی سی رقم رکھ لیتے اور باقی واپس کر دیتے ہیں۔ اور یہ چند روپے یہ ظاہر کرنے کے لئے رکھ لئے جاتے ہیں کہ نیوندرا دینے اور وصول کرنے والوں میں باہمی سلوک کا رشتہ قائم ہے۔ کچھ عرصہ پہلے تک یہ طریقہ تھا کہ لوگ اس ضمن میں رقم گھر والوں کو زیادہ پیش کرتے لیکن وہ کبھی بھی یہ پوری رقم نہ رکھتے۔ کچھ نہ کچھ واپس ضرور کرتے۔ پیش کی ہوئی پوری رقم رکھ لینا معیوب سمجھا جاتا تھا لیکن اب یہ رجحان بدل گیا ہے اور جتنی رقم دی جائے وہ ساری کی ساری رکھ لی جاتی ہے۔ شہروں میں لوگ یہ رقم لفافوں میں بند کر کے دیتے ہیں نوٹ ہاتھ میں نہیں پکڑاتے۔ بارات کی روانگی سے قبل سلامی کے لئے لڑکا ہار پہن کر بیٹھ جاتا ہے یہ تقریب گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ جاری رہتی ہے اس کے بعد بارات روانہ ہوتی ہے۔ اس رسم کو سہرابندی بھی کہا جاتا ہے

سروانا:

سلامی اور نیوندرا کی رسموں کے بعد بارات روانگی کی تیاری کرتی ہے اور جب دولہا اٹھنے لگتا ہے تو تمام عورتیں اس کو گھیر لیتی ہیں اور ایک کے بعد ایک اس کے سر پر سکے نچھاور کرتی ہیں۔ اس کو وارنا یا سروارنا کہتے ہیں۔ عورتیں یہ رقم بھی دولہا کی رشتہ دار کو دیتی جاتی ہیں جو یاد رکھتی ہے کہ کس نے کیا نچھاور کیا ہے۔ سب سے پہلے دولہا کی دادی یا ماں روپے نچھاور کرتی ہے اور ان کے بعد دوسری عورتیں۔ اور یہ رقم جمع کر کے گھر کے کامیوں کو دے دی جاتی ہے۔ دولہا کے گھر والے مناسب موقع پر نچھاور کی ہوئی یہ رقم بھی واپس کرتے ہیں۔

واگ پھڑائی:

جب بارات روانہ ہونے لگتی ہے، دولہا گھوڑے پر سوار ہو جاتا ہے اور نائی وہ صندوق اٹھا لیتا ہے جس میں ''بری'' یعنی وہ کپڑے اور زیور ہوتے ہیں جو دلہن کے لئے دولہا کے ساتھ بھیجے جاتے ہیں، تو دولہا کی سب بہنیں گھوڑے کی لگام پکڑ لیتی ہیں۔ گیتوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور جب تک دولہا بہنوں کو نیگ نہیں دیتا یہ لگام نہیں چھوڑتیں۔ اس رسم کو واگ پھڑائی کہتے ہیں۔ گھوڑے پر بیٹھنا اب متروک ہو چکا ہے۔ اب تو کار میں بٹھایا جاتا ہے۔

بِد:

نکاح خوانی کے بعد آج سے کچھ عرصہ پہلے تک یہ طریقہ تھا کہ باراتیوں میں چھوہارے تقسیم کیے یا ''لٹائے'' جاتے تھے لیکن اب خوبصورت تھیلیوں کی شکل میں خشک میوہ جات اور ٹافیاں تقسیم کی جاتی ہیں۔ یہ طریقہ شریعت میں بھی موجود ہے اور حضور اکرمؐ نے کھجوریں حاضرین میں لٹانے کو شروع قرار دیا ہے۔

نانک والی:

عام مہمانوں سے چند روز پہلے دلہن کی شادی شدہ بہنیں، پھوپھیاں، پھوپھا، نانی، نانا، ماموں، ممانی، خالہ، خالو وغیرہ آ جاتے ہیں۔ یہ سب جوڑے اور مٹھائی لے کر آتے ہیں۔ ان میں سے ہر خاندان عموماً ایک سوا ایک لڈو اور ایک جوڑا لاتا ہے۔ دلہن کے ننہال والے جو تحائف اور جوڑے لاتے ہیں وہ نانک والی کہلاتے ہیں۔ یہ تحفے نانی اور اگر نانی نہ ہو تو ممانی لاتی ہے۔ نانک والی میں تین تا پانچ جوڑے، سونے کے زیور، تانبے کے برتن اور بستر ہوتے ہیں، اور شادی شدہ خالاؤں کی طرف سے بھی ایک ایک جوڑا ہوتا ہے۔ دلہن کے ننہال سے جو جوڑے اور تحفے آتے ہیں وہ اس کا حق سمجھے جاتے ہیں۔ کیونکہ اس کی ماں اس گھر کی بیٹی ہوتی ہے، اور بیٹی کا حق دینا ماں باپ کے لئے ضروری ہے۔

نکاح:

بارات دلہن کے گھر کے قریب پہنچتی ہے تو گولے اور پٹاخے چھوڑے جاتے ہیں۔ گاؤں

کی عورتیں اور بچے دولہا کو دیکھنے کے لئے گھروں سے باہر نکل آتے ہیں۔ دلہن کے گھر پر خاندان اور گاؤں کے بڑے بوڑھے بارات کا استقبال کرتے ہیں۔ اب دن کی بارات کا رواج عموماً ختم ہو گیا ہے۔ رات کی بارات بھی اکثر آدھی رات کے قریب ہی آتی ہے۔ اس طرح رات کی باراتیں بے جا زحمت اور وقت کے ضیاع کے ساتھ بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کے لئے موسم کی شدت کو برداشت کرنے کا سبب بھی بن رہی ہیں۔ ٹھنڈے مشروب سے تواضع کے بعد پھر نکاح ہوتا ہے۔ اور نکاح کے بعد مہمانوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔

جب دولہا کو اندر بلایا جاتا ہے تو دلہن کی بہنیں اور سہیلیاں اس کو گھیر لیتی اور مذاق کرتی ہیں۔ ایک رسم یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ کانسی کے ایک پیالے میں ''چوری'' بھر کر اسے ایک صحن میں الٹ دیا جاتا ہے اور ایک سالی کٹورے کو اوپر سے دبا لیتی ہے۔ پھر دولہا سے کہا جاتا ہے کہ وہ سالی کا ہاتھ کھینچے بغیر پیالہ سیدھا کرے۔ چکنا پیالہ سیدھا نہیں ہو سکتا اور دولہا روپے دے کر اپنی جان چھڑاتا ہے۔

سلامی:

دوسرے روز صبح دولہا وہ جوڑا پہنتا ہے جو اس کو سسرال سے ملتا ہے۔ پھر اس کو زنانے مکان میں بلایا جاتا ہے۔ آنگن میں جہیز کو سجا دیتے ہیں اور دولہا کو وہیں بٹھا دیا جاتا ہے۔ عورتیں پہلے ہی جہیز دیکھ چکتی ہیں اور جب دولہا آتا ہے تو وہ اس کو گھیرے میں لے لیتی اور سلامی دیتی ہیں۔ سب سے پہلے ساس سلامی دیتی ہے اس کے بعد دوسری عورتیں۔ سلامی کے روپے دولہا کو دے دیئے جاتے ہیں، لیکن ایک ذمہ دار عورت یہ لکھ لیتی ہے کہ کس نے کیا دیا تا کہ اس کا بدلہ کیا جا سکے۔ سلامی کے بعد باراتیوں کو جہیز دکھلایا جاتا ہے اور اس کے بعد سب چیزیں سمیٹ کر پیک کر دی جاتی ہیں تا کہ دلہن کے ساتھ سسرال بھیج دی جائیں۔

دِھیان اور راٹھا چاری:

جب بارات دلہن کے گھر میں ٹھہری ہوتی ہے تو دو رسمیں ایسی ہوتی ہیں جن کا مقصد دلہن کے گھرانے اور گاؤں والوں کے مراسم کو استوار کرنا ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک رسم دھیان کی تقسیم ہے اور دوسری راٹھا چاری۔ دھیان کی رسم میں یہ ہوتا ہے کہ تانبے کی پلیٹ میں مٹھائی اور روپے رکھ کر

دولہا کے گاؤں کی ان لڑکیوں اور ان کی بیٹیوں کو دیتے ہیں جو دلہن کے گاؤں میں بیاہی ہوتی ہیں۔ یہ عورتیں دولہا کو سلامی بھی دیتی ہیں۔

راٹھا چاری کی رسم میں دولہا والے دلہن کے گاؤں کی ایسی لڑکیوں اور ان کی بیٹیوں کو مٹھائی اور روپے دیتے ہیں جو دولہا کے گاؤں میں بیاہی ہوتی ہیں۔

ان عورتوں کو تحفے دینے کے علاوہ دولہا والے دلہن کے گاؤں میں غریبوں کو روپے تقسیم کرتے ہیں اور ایسے تمام میراثیوں کو بھی روپے دیتے ہیں جن کے گاؤں کی لڑکیاں دولہا کے گاؤں میں بیاہی ہوتی ہیں۔

رخصتی:

قدیم زمانے میں دلہن کی رخصتی کا طریق کار یہ تھا کہ نکاح کے دوسرے دن دلہن سسرال جاتی ہے۔ صبح کے وقت دلہن کو چوکی پر بٹھا کر نہلاتے ہیں اور کھارا اور کھارا لہائی کی رسم ادا کرتے ہیں، اور غسل کے بعد اس کو سسرال سے آئے ہوئے کپڑے اور زیور پہنائے جاتے ہیں۔ دلہن کی بہنیں اور سہیلیاں اس کا بناؤ سنگھار کرتی ہیں۔ کہار ڈولی لے آتے ہیں ہیں۔ رخصتی کے وقت دلہن اپنی ماں، بہنوں، سہیلیوں اور دوسری رشتہ داروں سے مل کر روتی ہے۔ باپ اور بھائیوں سے رخصت ہوتی ہے جب دلہن ڈولی میں بیٹھ جاتی ہے تو اس کو سلامی دی جاتی ہے۔ پہلے ماں، دادی، پھوپھی اور نانی وغیرہ سلامی دیتی ہیں۔ پھر دوسری عورتیں، دلہن کی ایک شادی شدہ بہن ڈولی کے پاس کھڑی ہو کر یہ حساب رکھتی ہے کہ کس نے کیا دیا ہے۔ سلامی کے یہ روپے دلہن کو دے دیے جاتے ہیں جن سے وہ عموماً زیور بنا لیتی ہے۔

سلامی کی رسم کے بعد دلہن کے بھائی ڈولی اٹھاتے اور گاؤں سے باہر تک لے جا کے کہاروں کو دیتے ہیں۔ دولہا گھوڑے پر سوار ہو کر ڈولے کے ساتھ ساتھ چلتا ہے اور دولہا کا باپ ڈولی پر سے سکے نچھاور کرتا ہے، دلہن جب رخصت ہوتی ہے تو اس کے ساتھ لڈو بھیجے جاتے ہیں جو دولہا کے گاؤں میں تقسیم ہوتے ہیں۔ گاؤں والے اس کو بڑی اہمیت دیتے اور یہ یاد رکھتے ہیں کہ دلہن اپنے

ساتھ کیسے لڈو لائی تھی۔

دلہن کی رخصتی کے بعد شادی کے مہمان بھی رخصت ہونے لگتے ہیں۔ان کو لڈو، مٹھائی اور کپڑے دیئے جاتے ہیں۔ بارات کے ساتھ جو خشک میوہ آتا ہے وہ بھی مہمانوں کو تقسیم کیا جاتا ہے۔ مہمان یہ سب چیزیں اپنے گاؤں لے جاتے ہیں اور اس میں سے تھوڑی مٹھائی اور میوہ اپنے عزیزوں، دوستوں اور کامیوں کو دیتے ہیں یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ وہ شادی میں شریک ہوئے تھے اور وہاں ان کی بہت آؤ بھگت کی گئی تھی۔اب یہ رسمیں ختم ہو چکی ہیں۔ مہمان شادی ہالوں میں بلائے جاتے ہیں۔شادی سے قبل لوگوں کو گھروں میں مدعو کرنے کا رواج ختم ہو گیا ہے۔لڑکی کی شادی کی گہما گہمی چند گھنٹوں میں ختم ہو جاتی ہے۔شادی ہال سے ہی لوگ واپس چلے جاتے ہیں لیکن دیہاتوں میں یہ روایتیں کسی حد تک موجود ہیں۔

رونمائی:

دلہن جب دولہا کے گھر پہنچتی ہے تو گھر والے اور گاؤں کی عورتیں اس کا استقبال کرتی ہیں۔ دلہن کو ڈولی سے اتار کر آراستہ کمرے میں بٹھاتے ہیں۔ پھر اس کو سلامی دی جاتی ہے۔سب سے پہلے ساس سلامی دیتی ہے۔ پھر دولہا کے ننہال والے اور اس کی بہنیں اور پھوپھیاں سلامی دیتی ہیں، اور ان کے بعد دوسری عورتیں۔ اس روز دولہا کے گھر میں کھچڑی پکائی جاتی ہے جو گاؤں میں تقسیم ہوتی ہے۔اس رسم کے بعد دولہا کی پھوپھیاں اور اس کے ننہالی عزیز رخصت ہو جاتے ہیں لیکن اس کی بہنیں ٹھہر جاتی ہیں اور وہ دلہن کے دوسرے چکر کے بعد جاتی ہیں۔ یہ لوگ جب جانے لگتے ہیں تو ان کو مٹھائی اور جوڑے دیے جاتے ہیں، اور پھوپھی اور چند دوسرے رشتہ داروں کو خاص تحفے بھی ملتے ہیں جو گھر کی بیٹی ہونے یا دولہا کے گھرانے سے خالی مراسم رکھنے کی بنا پر دیئے جاتے ہیں۔

مکلاوا:

دلہن سسرال میں ایک یا چند دن رہتی ہے دونوں فریق پہلے طے کر لیتے ہیں کہ مکلاوا کے لئے کس روز آئیں۔اس روز بعض اوقات چند لوگ اور بعض اوقات اچھی خاصی تعداد میں لوگ مکلاوا لینے آتے ہیں۔ ان کی تواضع کی جاتی ہے۔ یہ لوگ پھل اور مٹھائی وافر مقدار میں لاتے ہیں ان میں

سے آدھی اشیاء لڑکے والوں کو واپس دے دی جاتی ہیں اس کے بعد دلہن معہ دولہا کے سسرال سے اپنے میکے جاتی ہے۔ دولہا کا یہ دوسرا پھیرا ہوتا ہے اور اس کو مکلاوا کہتے ہیں۔ اس کے بعد دلہن دلہا کے ساتھ دوبارہ سسرال جاتی ہے تو یہ دلہن کا دوسرا پھیرا یا مکلاوا ہوتا ہے۔ مکلاوا شادی کی ایک اہم رسم ہوتی ہے اور دولہا اور دلہن دونوں کے یہاں منائی جاتی ہے۔ دلہن جب سسرال سے جانے لگتی ہے تو دولہا کے ماں باپ اس کے ساتھ مٹھائی بھیجتے ہیں۔ یہ مٹھائی گاؤں میں تقسیم کی جاتی ہے۔ برادری کی طرف سے دلہن کے گاؤں میں دولہا کی دعوت ہوتی ہے۔ دولہا اور دلہن دونوں کے والدین اس موقع پر کڑم اور کڑمنی یعنی سمدھی اور سمدھن کی حیثیت سے ملتے ہیں۔ دلہن کے گھر والے ان کو خوب خاطر تواضع کرتے ہیں، اور جب یہ جانے لگتے ہیں تو ان کو جوڑے اور دوسرے تحفے دیئے جاتے ہیں۔

دولہا سسرال میں تین چار دن دلہن کے ساتھ رہتا ہے، پھر دلہن کو لے کر اپنے گھر جاتا ہے۔ دولہا کے ماں باپ بھی اس کے ساتھ ہی واپس ہوتے ہیں۔ یہ دلہن کا دوسرا پھیرا یا مکلاوا ہوتا ہے۔ دلہن اپنے ساتھ لڈو اور سسرالی رشتہ داروں کے لئے جوڑے لے جاتی ہے۔ یہ لڈو گاؤں میں تقسیم کئے جاتے ہیں اور دولہا کے گاؤں میں برادری کی طرف سے دلہن کی دعوت ہوتی ہے۔ اس کے بعد دولہا کی بہنیں اور پھوپھیاں بھی اپنے گھروں کو چلی جاتی ہیں۔

دوسرے پھیرے میں دلہن چند روز سسرال میں رہتی ہے۔ پھر اس کے گھر سے کوئی شخص اس کو لینے کے لئے آتا ہے جو مٹھائی بھی ساتھ لاتا ہے۔ یہ مٹھائی گاؤں میں تقسیم کردی جاتی ہے۔ دلہن اپنے میکے چلی جاتی ہے، اور اس مرتبہ دلہن کی ساس اس کے ساتھ مٹھائی کرتی ہے جو دلہن کے گاؤں میں تقسیم ہوتی ہے۔

ترویاندا:

دلہن اپنے میکے میں چند ہفتے رہتی ہے۔ پھر دولہا اس کو لینے آتا ہے یہ دولہا کا تیسرا چکر ہوتا ہے جس کو ترویاندا کہتے ہیں۔ دولہا کے ساتھ اس مرتبہ جو مٹھائی آتی ہے وہ بھی گاؤں میں تقسیم کردی جاتی ہے اور یہ شادی کے سلسلے میں دلہن کے گاؤں میں مٹھائی کی آخری تقسیم ہوتی ہے۔

دولہا چند روز سسرال میں رہتا ہے پھر دلہن کو ساتھ لے کر اپنے گھر واپس ہو جاتا ہے۔ یہ دلہن کا تیسرا پھیرا یا ترویاندا ہوتا ہے۔ دولہا اور دلہن دونوں کے تیسرے چکر کو ترویاندا کہتے ہیں۔ اس مرتبہ دلہن اپنے ساتھ لڈو لے جاتی ہے جو گاؤں میں تقسیم کیے جاتے ہیں۔ یہ شادی کے سلسلے میں دولہا کے گاؤں میں مٹھائی کی آخری تقسیم ہوتی ہے۔ ترویاندا شادی کی آخری رسم ہوتی ہے۔ اس موقع پر دلہن کی ساس کھچڑی پکواتی ہے جو گاؤں میں تقسیم کر دی جاتی ہے اور کھچڑی کی یہ تقسیم اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ شادی کی رسموں کا سلسلہ ختم ہو گیا اور دلہن گھر کے کاروبار میں مصروف ہو گئی ہے۔

جوڑے:

منگنی کے موقع پر لڑکی والے اور اس کے اہلِ خانہ کے علاوہ قریب ترین رشتہ داروں کو جوڑے دیتے ہیں۔ شادی سے قبل دن مقرر کرنے کی رسم پر بھی اس تقریب میں لڑکے والوں کی طرف سے آنے والوں کو جوڑے دئے جاتے ہیں۔ اگرچہ اس رسم پر اس اعتبار سے تنقید کی جاتی ہے کہ یہ غریب آدمی پر بہت بڑا بوجھ ہے لیکن اس کے باوجود رسم جاری ہے اور لوگ محض طعنوں کے خوف سے یہ رسم جاری رکھے ہوئے ہیں۔ کپڑوں کی رسم کا ایک منفی پہلو یہ ہے کہ جس رشتہ دار کو ذرا ہلکا جوڑا ملے وہ گھر گھر دکھاتا ہے کہ میری توہین کی گئی ہے اس لئے لازمی سمجھا جاتا ہے کہ سب کو ایک جیسے جوڑے ملیں۔

منگنی سے لے کر رخصتی تک شادی کی جتنی رسمیں ہوتی ہیں ان کی ایک نمایاں خصوصیت جوڑوں کی تقسیم ہوتی ہے۔ جوڑے دینے کا رواج صرف شادی تک ہی محدود نہیں بلکہ بچے کی پیدائش سے لے کر موت تک ہر تقریب، تہوار، اور اہم موقع پر جوڑے تقسیم کیے جاتے ہیں۔ شادی کے موقع پر قریبی رشتہ دار جوڑے لاتے ہیں، اور اس کے بدلے میں ان کو جوڑے دیئے جاتے ہیں۔ منگنی اور شادی میں لڑکی والے دلہن اور دولہا کے علاوہ دولہا کے ماں باپ، بھائی، بہن، بھاوج، بہنوئی، اور دوسرے قریبی رشتہ داروں کو جوڑے دیتے ہیں۔ بعض لوگ کچھ جوڑوں کے ساتھ سونے کے کڑے بھی دیتے ہیں۔ دیہات میں زنانہ جوڑے میں شلوار قمیض اور دوپٹہ تین چیزیں ہوتی ہیں اور مردانہ جوڑا شلوار اور قمیض پر مشتمل ہوتا ہے۔ شادی کے موقع پر خاص رشتہ داروں کو اچھے جوڑے اور غریب

رشتہ داروں کو معمولی جوڑے دیئے جاتے ہیں اور وہ اس کو پسند بھی کرتے ہیں کیونکہ وہ زیادہ احسان مند ہونا نہیں چاہتے۔ بڑوں کے علاوہ لڑکوں اور لڑکیوں کو بھی جوڑے دینے کا رواج ہے۔ پانچ سال سے کم عمر کے بچوں کو صرف قمیض کا کپڑا دیا جاتا ہے۔ رشتہ داروں کے علاوہ کامیوں کو بھی معمولی کپڑے دیئے جاتے ہیں۔ ان جوڑوں کی تعداد اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ لڑکی والوں کو اس مد پر کافی روپیہ خرچ کرنا پڑتا ہے۔ اس رسم کی ادائیگی میں اکثر لوگ مقروض ہو جاتے ہیں۔ شادی کے علاوہ بچے کی پیدائش، عقیقہ، ختنہ، عید، بقر عید اور دوسرے تہواروں اور تقریبوں پر بھی جوڑے دینے کا رواج ہے۔ یہ رواج صرف دیہاتوں تک محدود نہیں بلکہ شہروں اور تعلیم یافتہ طبقوں میں بھی جوڑے دینے کا طریقہ عام ہے اور دیہاتوں کے مقابلہ میں یہ جوڑے زیادہ قیمتی اور نئے فیشن کے مطابق ہوتے ہیں۔

وٹا سٹا:

پنجاب کے دیہاتوں میں لڑکی کے بدلے لڑکی دینے کا عام رواج ہے اور اس کو وٹا سٹا کہتے ہیں۔ پنجاب کے علاوہ بہاولپور اور بعض دوسرے علاقوں میں بھی یہ طریقہ عام ہے کہ جب کسی لڑکے کی شادی کی جاتی ہے تو اس کی بہن یا کسی اور رشتہ دار لڑکی کی شادی دلہن کے بھائی یا اس کے رشتہ دار سے کر دی جاتی ہے۔ جس لڑکے کی بہن نہیں ہوتی اور وہ تبادلے میں خاندان ان کی کوئی اور لڑکی نہیں دے سکتا اس کی شادی ہونا بہت دشوار ہو جاتا ہے اور اس کے لئے یہی صورت رہ جاتی ہے کہ وہ بھاری قیمت دے کر کسی لڑکی سے شادی کرے۔

تبادلے کی شادیوں میں یہ خیال نہیں رکھا جاتا کہ دولہا اور دلہن کی عمر میں بہت زیادہ فرق نہ ہو۔ بعض اوقات جوان یا بالکل کم سن لڑکیاں بڈھے کھوسٹ سے بیاہ دی جاتی ہیں، اور بعض دفعہ جوان عورت کی شادی کم سن لڑکے سے کر دی جاتی ہے، اور کبھی کبھی تو یہ بھی ہوتا ہے کہ بوڑھے مرد جن کے لڑکیاں زیادہ اور لڑکے کم ہوتے ہیں کسی لڑکے سے اپنی لڑکی کی شادی کر دیتے ہیں اور اس کے تبادلے میں داماد کی جوان بہن سے خود شادی کر لیتے ہیں۔

اس رواج کے تحت یہ بھی ضروری خیال کیا جاتا ہے کہ کسی لڑکی کا شوہر اور سسرال والے اس

سے جو سلوک کریں وہی سلوک اس لڑکی سے کیا جائے جس کی شادی بدلے کے طور پر کی گئی ہے۔ عام رواج یہ ہے کہ ایک لڑکا جس لڑکی سے شادی کرتا ہے اس کے بھائی کے ساتھ اپنی بہن کی شادی کر دیتا ہے، اور اب اگر ان میں ایک شخص اپنی بیوی سے برا سلوک کرتا یا اس کو طلاق دیتا ہے تو اس شخص کے برادر نسبتی سے یہ توقع رکھی جاتی اور مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ بھی اپنی بیوی سے ایسا ہی سلوک کرے یا اس کو طلاق دے دے، اور اس طرح اپنی بہن سے بدسلوکی کا بدلہ لے۔

وٹے سٹے کے پیچھے جو حکمت اور مقصد ملحوظ ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ بچی کو تحفظ حاصل ہو کہ اگر ایک کی بچی سے اچھا سلوک نہیں ہوتا تو وہ بھی دوسرے کی بچی کو تکلیف پہنچا کر یا اس کو دھمکی دے کر بچی کو کسی برے اقدام سے محفوظ رکھ سکیں۔ لیکن وٹے سٹے کے نتائج بالعموم تلخی کی صورت میں ہی نکلتے ہیں۔ بعض لوگ اس کو خودداری اور خاندانی عزت کا مسئلہ بنا دیتے ہیں اور اس کی وجہ سے عائلی زندگی میں بڑی دشواریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

ورتن بھانجی:۔

دیہاتوں میں نہ صرف تبادلے میں شادیاں کرنے کا رواج ہے بلکہ ان لوگوں کے تمام معاشرتی تعلقات کی اساس بھی بدلہ کرنے کا اصول ہے۔ دیہاتیوں میں رفاقت اور باہمی میل جول رکھنے کا جذبہ زیادہ قوی ہوتا ہے وہ ایک دوسرے کی مدد کرتے اور آپس میں تعلقات رکھتے ہیں۔ اس باہمی حسن سلوک کو ورتن بھانجی کہتے ہیں۔ آپس میں اچھا برتاؤ کرنے اور قرابت اور برادری کے تقاضے پورے کرنے کا یہ اصول دیہاتوں میں معاشرتی روابط قائم کرنے اور ان کو مستحکم بنانے میں بڑی اہمیت رکھتا ہے، اور خوشی ہو یا غمی ہر موقع پر لوگ اس کو ملحوظ رکھتے ہیں۔

شادی اور دوسری تقریبات کے موقعے پر گھر کی بیٹیوں کو جو کچھ دیا جاتا ہے وہ ان کا حق سمجھا جاتا ہے اور ان سے یہ توقع نہیں کی جاتی کہ وہ اس کا بدلہ کریں گے، لیکن برادری کے جن لوگ کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جاتا ہے اور ان کو تحفے اور روپے دیئے جاتے ہیں ان کا بدلہ کرنا ضروری ہوتا ہے۔ شادی کی مختلف رسموں اور دوسری تمام تقریبات کے موقع پر برادری والے جو روپے دیتے ہیں ان کو

نیوتا کہا جاتا ہے۔اس کا باقاعدہ حساب رکھا جاتا ہے اور مناسب وقت پر اس کا بدلہ کیا جاتا ہے۔یہ نیوتا کرنا اچھے باہمی تعلقات یا ورتن بھانجی کی علامت ہے، اور لوگ یہ ظاہر کرنے کے لئے یہ نیوتا دیتے ہیں کہ ہم میں اچھے تعلقات قائم ہوں۔

ورتن بھانجی صرف تقریبات میں نیوتا دینے تک ہی محدود نہیں بلکہ اس کا اظہار اچھے اور برے ہر وقت پر ہوتا ہے۔مسرت اور خوشی کے موقعوں کی طرح مصیبت اور غمی کے موقعوں پر بھی یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ سب لوگ ایک دوسرے کی خوشی اور غم شریک ہیں، اور حسن سلوک کا بدلہ حسن سلوک سے دیتے ہیں۔

شہری طبقے

پاکستان میں شہروں اور دیہاتوں کے طرز معاشرت اور رسوم و رواج میں بہت فرق پایا جاتا ہے اور اس سے بھی بہت زیادہ فرق امیر اور غریب طبقوں اور تعلیم یافتہ و غیر تعلیم یافتہ لوگوں میں نظر آتا ہے۔امیروں اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ کا معیار زندگی اور طرز معاشرت عوام سے بے حد مختلف ہے اور یہ مغربی تہذیب سے بہت متاثر ہیں۔شہروں میں شادی کی تقریب بہت دھوم دھام اور بڑے اہتمام سے منائی جاتی ہے۔رسمیں کم اور دیہاتی رسموں سے بہت کچھ مختلف ہوتی ہیں۔تاہم شادی بیاہ کی کچھ پرانی رسمیں شہروں میں بھی باقی ہیں اور ان میں بہت کچھ اصلاح و ترمیم کر لی گئی ہے۔

جدید تعلیم یافتہ اور دولت مند طبقے میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو مغربی تہذیب کے رنگ میں یکسر رنگ گئے ہیں اور اس کے طور طریقے اختیار کر لئے ہیں' لیکن اعلیٰ اور متوسط طبقوں میں بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے جن کی زندگی اور طرز معاشرت میں مغربی اور مشرقی تہذیبوں کا ایک خوش گوار امتزاج پایا جاتا ہے اور انہوں نے پرانی رسموں میں اصلاح و ترمیم کر کے انہیں برقرار رکھا ہے۔یہ طبقہ معاشرہ میں اعتدال اور ہم آہنگی پیدا کرنے والا طبقہ ہے اور ملک کی تہذیب و معاشرت میں اس کو نمایاں اہمیت حاصل ہے۔

دیہی علاقوں کے رسوم و رواج میں قدم قدم پر اختلاف پایا جاتا ہے' اور یہ مقامی حالات،

مختلف علاقوں کے باشندوں کی خصوصیات اور طرز معاشرت میں فرق کا لازمی نتیجہ ہے، لیکن دیہاتوں کے برعکس شہروں کے رسوم ورواج میں زیادہ یکسانی پائی جاتی ہے، اور مختلف شہروں کے درمیان طویل فاصلوں کے باوجود اعلیٰ اور متوسط طبقوں کے طرز معاشرت اور رسوم ورواج میں زیادہ فرق نہیں ہے چنانچہ شادی بیاہ کے موقع پر شہروں میں جو رسمیں ہوتی ہیں وہ اپنے علاقے کی دیہیسموں سے مختلف لیکن دوسرے علاقوں کے شہروں کی رسموں کے مطابق نظر آتی ہیں۔ مقامی اثرات کے تحت ان میں اگر فرق ہوتا ہے تو بہت معمولی، ورنہ عام طور پر تمام رسموں میں بڑی یکسانی پائی جاتی ہے۔ یہی حال پنجاب کے شہروں کا بھی ہے۔ یہاں کی زندگی اور طرز معاشرت دیہاتوں سے بہت مختلف ہے، اور شہری ودیہی رسوم ورواج میں بڑا فرق پایا جاتا ہے۔

موزوں رشتہ کی تلاش:

جب کسی لڑکے یا لڑکی کی عمر شادی کے قابل ہو جاتی ہے، لڑکی ضروری تعلیم وتربیت حاصل کر لیتی ہے اور لڑکا تعلیم ختم کر کے برسر روزگار ہو جاتا ہے تو والدین کو ان کی شادی کر دینے کی فکر ہوتی ہے اور موزوں رشتے کی تلاش شروع ہو جاتی ہے۔ رشتہ داروں، دوستوں، برادری والوں اور دوسرے خاندانوں میں جن سے واقفیت ہوتی ہے موزوں لڑکا یا لڑکی منتخب کرنے کے لئے نظر ڈالی جاتی ہے، اور دوستوں اور قریبی رشتہ داروں کی مدد سے مناسب طریقوں پر موزوں رشتے کی تلاش شروع ہو جاتی ہے۔ بعض خاندانوں میں مشاطاؤں کی خدمات بھی حاصل کی جاتی ہیں۔ لڑکے والے لڑکی کی تلاش اعلانیہ طور پر بڑی سرگرمی سے شروع کر دیتے ہیں، لیکن لڑکی والے اس کا اظہار نہیں کرتے، اور ان کی کوششیں پوشیدہ رہتی ہیں۔ جب کوئی موزوں رشتہ مل جاتا ہے تو اس کو طے کرنے کے لئے سلسلہ جنبانی ہونے لگتی ہے۔

لڑکے والوں کو جب لڑکی پسند آجاتی ہے تو کسی مشترک دوست کے یہاں یا رشتہ کرانے والے کے توسط سے لڑکے کے یہاں چائے کی دعوت پر یا کسی اور موزوں طریقے سے لڑکے اور لڑکی اور ان کے چند بہت قریبی رشتہ داروں کو یک جا کر دیا جاتا ہے تاکہ لڑکا اور لڑکی بھی ایک دوسرے کو

اچھی طرح دیکھ لیں، اور ان کے متعلق رائے قائم کر سکیں۔

لڑکی اور لڑکے کی رضامندی:

لڑکی کے ذاتی و خاندانی حالات مناسب طریقہ پر پہلے ہی معلوم کر لئے جاتے ہیں، اور لڑکے کے متعلق ضروری معلومات فراہم کر دی جاتی ہیں۔ اس سلسلہ میں جو امور دریافت طلب ہوتے ہیں وہ زبانی یا فون کے ذریعہ بتلا دیئے جاتے ہیں، اور لڑکی کے والدین قریبی رشتہ داروں اور دوستوں سے مشورہ اور لڑکی کی رضامندی حاصل کر کے لڑکے والوں کو منظوری کی اطلاع دیتے ہیں، اور اس کے بعد منگنی کی تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔ عموماً لڑکی اور لڑکے سے ان کی رائے باقاعدہ طور پر نہیں لی جاتی۔ سوائے اس کے کہ ان میں سے کوئی ناپسندیدگی کا اظہار کر دے۔ عموماً ایسا بھی ہوتا ہے کہ اگر لڑکی میں سے کوئی ایک یا دونوں ایک دوسرے کو ناپسند کرتے ہوں تو کبھی تو وہ والدین کو بتا دیتے ہیں یا کسی قریبی عزیز کے سامنے ناپسندیدگی کا اظہار کر دیتے ہیں۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس ناپسندیدگی کے اظہار کو کوئی وقعت نہیں دی جاتی۔

منگنی:

منگنی کے دن لڑکے اور لڑکی کے گھر والے چند قریبی رشتہ داروں کو اپنے اپنے گھر پر مدعو کرتے ہیں۔ منگنی کی رسم لڑکی کے گھر پر ہوتی ہے اور وہ اس تقریب کے لئے گھر کو آراستہ کر کے پر تکلف دعوت کا انتظام کرتے ہیں۔ اس روز لڑکی کو دلہن کی طرح سنوارتے ہیں۔ لڑکے کے گھر سے منگنی کے لئے لڑکا، عورتیں اور دو چار مرد آتے ہیں اور جو لوگ بڑی منگنی کرتے ہیں وہاں سو سے دو سو لوگ تک مدعو کئے جاتے ہیں۔ یہ لوگ لڑکی کو پہنانے کے لئے انگوٹھی، جوڑا، زیور، رومال، پھول اور مٹھائی لے آتے ہیں۔ مٹھائی ایک من یا اس سے زیادہ ہوتی ہے، اور عزیز و اقارب میں تقسیم کی جاتی ہے۔ بعض جگہ لڑکا منگنی کی انگوٹھی لڑکی کو پہنا دیتا ہے، اور بعض جگہ لڑکے کی ماں یا بہن انگوٹھی پہناتی ہے۔ پھر لڑکی کے ماں باپ لڑکے کو سلامی، انگوٹھی، رومال اور جوڑا دیتے ہیں۔ منگنی کے موقع پر لڑکے کے علاوہ اس کے قریبی رشتہ داروں کو بھی جوڑے دیے جاتے ہیں۔ منگنی میں بعض لوگ گانے بجانے

کا انتظام بھی کرتے ہیں۔ دعوت کے بعد لڑکے والے رخصت ہو جاتے ہیں اور ان کے ساتھ مٹھائی بھیجی جاتی ہے جو عزیز واقارب میں تقسیم ہوتی ہے۔

منگنی کے بعد لڑکے اور لڑکی کے بزرگ بات چیت کر کے شادی کی تاریخ مقرر کرتے ہیں۔ آج کل شہروں میں شادی کا وقت اور تاریخ زیادہ تر شادی ہالوں اور ہوٹلوں کی دستیابی کے لحاظ سے مقرر کی جاتی ہے۔ یہ تاریخ ایسی ہوتی ہے جو دونوں گھرانوں کے لئے موزوں ہو۔ منگنی اور شادی کے دوران میں جو تہوار مثلاً شب برأت، عیدین بسنت وغیرہ پڑتے ہیں ان میں لڑکی والے لڑکے کے لئے جوڑے، تحفے اور مٹھائی بھیجتے ہیں، اور لڑکی والے لڑکے کو سلامی دیتے اور مٹھائی وغیرہ بھیجتے ہیں۔

پنجاب میں منگنی کا طریقہ یہ ہے کہ ابتدائی طور پر ایک یا دو عزیز لڑکی کے گھر جاتے ہیں۔ انہیں لڑکے کا کاروبار، گھر اور خاندان کا رہن سہن پسند ہو تو وہ لڑکی والوں کو بھی اپنے ہاں آنے کی دعوت دیتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ بھی ذرا نظر مار لیں، یعنی سرسری طور پر لڑکے کا گھر بھی دیکھ لیں۔ اس کے بعد منگنی کی تاریخ پر پہلے لڑکے والے پھر لڑکی والے ایک دوسرے کے گھر آتے ہیں۔ اب تو خاص تعداد میں مہمان لے کر آتے ہیں اور بعض اوقات منگنی کی تقریب پر اچھے خاصے مہمان آ جاتے ہیں۔ منگنی کی رسم کے موقع پر لڑکے والے جو سونا لے کر آتے ہیں وہ شادی کے وقت بھی لڑکے کی طرف سے استعمال ہوتا ہے۔ منگنی پر اس زیور کا دکھلاوا کرنے کے بعد شادی پر یہ زیور واپس لڑکے والے لے لیتے ہیں اور شادی پر یہی زیور لڑکی پہن لیتی ہے۔ منگنی پر دونوں فریق مٹھائی اور پھل لاتے ہیں جس میں کچھ دونوں فریق لانے والے کو واپس کر دیتے ہیں اور یہ واپسی پر لوگوں میں بانٹا جاتا ہے۔

مانجھا یا مایوں:

شادی کی تاریخ سے تین چار دن پہلے لڑکی کے گھر میں مانجھے کی رسم ہوتی ہے۔ اس روز لڑکی کی سہیلیاں اور کچھ رشتہ دار عورتیں اور لڑکیاں مدعو کی جاتی ہیں۔ لڑکی کو سنوارتے اور زرد رنگ کا جوڑا پہناتے ہیں۔ اس کی سہیلیاں اور دوسری مہمان لڑکیاں بھی زرد جوڑے پہنتی ہیں۔ دلہن کو ایک چوکی پر بٹھا کے پھول پہناتے ہیں۔ پھر سہاگنیں اس کی ہتھیلی پر خوشبودار ابٹن رکھ کر اس کے منہ میں تھوڑی سی

مٹھائی ڈال دیتی اور روپے نثار کرتی ہیں۔ یہ روپے گھر کے کام کرنے والوں میں تقسیم کر دیے جاتے ہیں۔ مہمانوں کی پر تکلف دعوت ہوتی ہے۔ مانجھے کے دن سے گانے بجانے کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے جو شادی ہونے تک جاری رہتا ہے۔

مہندی:

مانجھے کے بعد اور شادی سے ایک رات قبل مہندی کی رسم ہوتی ہے۔ جو اس تقریب کی ایک اہم رسم سمجھی جاتی ہے۔ اس میں شرکت کے لئے عورتوں کو مدعو کیا جاتا ہے اور بہت خوش نما دعوت نامے بھیجے جاتے ہیں۔ اس روز دلہن کے گھر کو آراستہ کر کے اس کا جہیز سجا دیا جاتا ہے۔ روشنی اور دعوت کا اہتمام ہوتا ہے۔ دلہن کی سہیلیاں اور دوسری لڑکیاں سبز یا مہندی کے رنگ کا جوڑا پہنتی ہیں، اور خوب گانا بجانا ہوتا ہے۔

پہلے دولہا والے دلہن کے مہندی لگانے جاتے ہیں، پھر دلہن والے دولہا کے مہندی لگاتے ہیں۔ یہ تقریب رات کو بہت دیر سے شروع ہوتی ہے اور اس کا اختتام تقریباً صبح سحری تک ہوتا ہے۔ گوندھی ہوئی مہندی ایک تھال میں جما کر اس کے اوپر خوب چمکدار پھول بوٹے بناتے ہیں اور اس کے گرد موم بتیاں لگاتے ہیں۔ دولہا والے مہندی اور مٹھائی لے کر دلہن کے گھر جاتے اور اس کے مہندی لگاتے ہیں۔ اس پوری روداد کی فلم بنائی جاتی ہے۔ اس رسم کے لئے دلہن کو عمدہ کپڑے پہناتے اور سنوارتے ہیں۔ پھر اس کو چوکی پر بٹھا کر لال کپڑا ڈال دیتے ہیں۔ پہلے لڈو یا کسی اور مٹھائی سے دلہن کا منہ میٹھا کرتے ہیں۔ پھر سات سہاگنیں اس کے مہندی لگاتی ہیں، اور روپے نچھاور کرتی ہیں۔ پہلے مہندی پورے ہاتھ پر لگائی جاتی تھی، لیکن اب لڑکیاں یہ پسند نہیں کرتیں اور ہتھیلی پر پتہ رکھ کر اس پر مہندی لگا دی جاتی ہے لڑکیاں ساتھ ساتھ ڈھولک کی تھاپ پر ناچ گانا کرتی ہیں بعض جگہ یہ رسم ہے کہ جب دلہن چوکی پر سے اٹھ جاتی ہے تو بھاوجیں چوکی کے ایک طرف سے دوسری طرف کودتی ہیں پھر دلہن کو کمرے میں لے جاتے ہیں۔ مہندی لگانے کے بعد مہمانوں کی دعوت ہوتی ہے اور دولہا کے گھر کی عورتیں واپس جاتی ہیں۔

دلہن کے بعد دولہا کے مہندی لگانے کی رسم ہوتی ہے۔ بعض جگہ اسی روز بعض دوسرے دن، لڑکی والے مہندی کا تھال اور مٹھائی لے کر لڑکے کے گھر جاتے ہیں۔ دولہا کو چوکی پر بٹھا کے اس کا منہ میٹھا کیا جاتا ہے۔ پھر دلہن کی کوئی بہن لڑکے کے سیدھے ہاتھ کی چھوٹی انگلی میں مہندی لگا کر اس پر حنا بند باندھ دیتی ہے۔ دلہن کی بہنیں، بھاوجیں اور سہیلیاں دولہا کے مہندی لگانے جاتی ہیں اور چائے، شربت، میوہ، اور مٹھائی وغیرہ سے ان کی تواضع کی جاتی ہے۔ اس موقع پر عموماً سادہ سی روٹی میٹھے چاول اور سالن روٹی وغیرہ دی جاتی تھی لیکن اب اس کھانے میں بھی تنوع پیدا ہو گیا ہے اور شہروں کے امیر لوگ حلوہ پوڑی، چنے وغیرہ بھی کھلانے لگے ہیں۔ ماڈرن گھرانوں میں مہندی کے موقع پر میوزیکل گروپ بلائے جاتے ہیں۔ متوسط لوگ زرد کپڑوں میں ملبوس ڈھول بجانے والے آدمی ساتھ لے جاتے ہیں اور دلہا کے رشتہ دار اور دوست بھی زرد رنگ کے دوپٹے لے کر اُن کے ساتھ بھنگڑا ڈالتے ہیں۔ دُلہا کے گھر کو زرد پھولوں سے سجایا جاتا ہے مہندی کے لیے شامیانے بھی زرد یا سبز رنگ کے لگائے جاتے ہیں۔

ڈھولک:

شہروں میں ایک رسم یہ بھی رائج ہے کہ شادی سے ایک ہفتہ قبل دلہن کی سہیلیوں اور قریبی رشتہ دار عورتوں کو رات کو ڈھولک بجانے کے لیے باقاعدہ مدعو کیا جاتا ہے۔ یہ مجلس روزانہ ہوتی ہے۔ اگر کسی کو دعوت نہ دی گئی ہو تو وہ اس کا برا مناتا ہے اور بعض لوگوں سے دعوت نہ دے سکنے پر معذرت کرنا پڑتی ہے۔ ڈھولک کی مجلس میں آنے والیوں کی ہلکی پھلکی ضیافت کی جاتی ہے۔ اس طرح کی تقریب کا اہتمام کئی ایک قباحتیں اپنے اندر چھپائے ہوئے ہے۔ گانا بجانا اور بعض اوقات ناچنا شریعت اسلام کے منافی ہے۔ گانے بجانے کے حوالے سے شریعت کے احکام اس کتاب میں الگ بیان کر دیئے گئے ہیں۔

راتوں کو ساتھ والے گھروں کے آرام میں خلل ڈالنا ایک معاشرتی اور اخلاقی خرابی ہے۔ ایسی بچیاں اور خواتین جن کی کسی نے کبھی آواز بھی نہیں سنی ہوتی وہ محض برادری اور محلہ کی خوشی میں

شریک ہونے کے اظہار کے طور پر گاتی ہیں۔

ان رسومات کا اگر تجزیہ کیا جائے تو ان میں سے بیشتر کا کوئی منطقی معاشرتی اخلاقی پہلو نظر نہیں آتا۔ خوشی کا اظہار اور چیز ہے اور ان رسومات میں اپنے آپ کو جکڑنا اور چیز ہے۔ دن مقرر کرنے، ماجھا، ابٹن، مہندی وغیرہ کی رسومات میں دکھلاوے نام و نمود، ریا کاری، غرور و تکبر کے اظہار اور فضول خرچی اور سفید پوش لوگوں کو پریشانی میں مبتلا کرنے کے سوا کچھ بھی نہیں پڑا ہوا۔

شادی کا دن مقرر کرنا:

شادی سے قبل دن مقرر کرنے کے لئے لڑکی کے گھر لڑکے والے آتے ہیں۔ یہ قریب ترین رشتہ دار ہوتے ہیں، آنے والے ہر فرد کو ایک جوڑا دیا جاتا ہے۔ عموماً دونوں فریقوں نے اندر ہی اندر ایک تاریخ پر اتفاق کر لیا ہوتا ہے۔ تقریب میں موجود لوگوں سے مشورہ لیا جاتا ہے اور ایک متفقہ دن مقرر ہو جاتا ہے۔ قریبی رشتہ داروں کو اپنے کارندے کے ذریعہ کارڈ بھیجا جاتا ہے بلکہ قریبی رشتہ دار توقع کرتے ہیں کہ اہل خانہ میں سے کوئی بڑا انہیں کارڈ دینے جائے۔ اگر بچے یا کارندے کے ذریعے کارڈ بھیجا جائے تو اس کا شکوہ اور بعض اوقات ناراضگی کا اظہار ہوتا ہے۔ پرانے زمانے میں قریبی رشتہ داروں کے ہاں گڑ دے کر بھیجا جاتا تھا۔ اسے ''گنڈھ'' کہتے ہیں۔ آنے والے کارندے کو کچھ پیسے دئے جاتے ہیں۔ پہلے زمانے میں اسے اگر ایک کھیس دیا جاتا تو یہ عزت کا باعث سمجھا جاتا تھا۔ اگر کارندے کو کم پیسے دئے جائیں تو اسے بھی گھر والے کی بے عزتی سمجھا جاتا تھا۔

بارات:

مہندی کے دوسرے دن بارات جاتی ہے اور شادی کی اصل تقریب ہوتی ہے۔ اس تقریب میں شرکت کے لئے دولہا اور دلہن دونوں کی طرف سے بہت خوبصورت کارڈ بھیجے جاتے ہیں۔ چند خاص لوگوں کو کارڈ بھیجنے کے علاوہ دعوت دینے کے لئے خود بھی جا کر مدعو کرتے ہیں۔

دلہن والے دولہا کے جوڑے کے لئے رقم پہلے ہی بھیج دیتے ہیں تا کہ وہ اپنی پسند کے مطابق کپڑے بنوا لے۔ عموماً دولہا سوٹ پہنتے اور گلے میں زری یا پھولوں کے ہار پہن لیتے ہیں۔

بعض لوگ دولہا کو پاجامہ یا شلوار، ریشمی قمیص اور بروکیڈ کی شیروانی پہناتے اور زریں پگڑی باندھتے ہیں۔ کچھ لوگ پگڑی پر سہرہ بھی باندھ لیتے ہیں۔ دولہا جب تیار ہو جاتا ہے تو اس کا باپ یا کوئی اور بزرگ سہرہ باندھتا اور روپے دیتا ہے۔ پھر بڑی بھاوجیں سرمہ لگاتی ہیں اور ان کو نیگ دیا جاتا ہے۔ امیر طبقے میں سہرہ باندھنے کا رواج کم ہے اور سرمہ بھی نہیں لگایا جاتا بلکہ دلہا بیوٹی پارلر سے تیار ہو کر آتا ہے۔ جب بارات روانہ ہونے لگتی ہے تو بہنیں نیگ طلب کرتی ہیں، اور ان کو نیگ دینے کے بعد بارات روانہ ہوتی ہے۔ بارات موٹروں کی قطار کی شکل میں جاتی ہے سب سے آگے مووی کیمرہ بنانے والوں کی گاڑی ہوتی ہے پھر دولہا کی موٹر ہوتی ہے جس کو پھولوں سے آراستہ کیا جاتا ہے۔ کچھ مہمان بارات کے ساتھ جاتے ہیں اور کچھ براہ راست دلہن کے گھر پہنچ جاتے ہیں۔

آتش بازی:

بارات جب دُلہن کے گھر یا ہوٹل میں پہنچتی ہے تو اس وقت لوگ اپنی حیثیت کے مطابق آتشبازی کرتے ہیں امیر لوگ بہت زیادہ آتشبازی کرتے ہیں۔ متوسط طبقے کے لوگ بھی پٹاخے وغیرہ چلاتے ہیں۔

مِلنی:

بارات جب دلہن کے گھر پہنچتی ہے تو باراتی کچھ فاصلے پر رک جاتے ہیں۔ دلہن والے آگے بڑھ کر ان کا استقبال کرتے اور پھولوں کے ہار پہناتے ہیں۔ اس موقع پر ''ملنی'' کی رسم ہوتی ہے لڑکے اور لڑکی کے خاندان کا ایک ایک فرد بارات میں سب سے آگے آتا ہے اور لڑکی والا بزرگ لڑکے کے بزرگ کو عموماً ایک انگوٹھی اور ایک کمبل یا گرم چادر اس کے سر پر رکھتا ہے۔ بعض اوقات مِلنی کی رسم ایک سے زیادہ لوگ بھی کرتے ہیں۔ یعنی لڑکی اور لڑکے کی جانب سے ایک سے زیادہ لوگ آگے آ کر ایک ایک کر کے ملتے ہیں۔ ملنی کرنے والے ہر شخص کو لڑکی والوں کی طرف سے چادر ملتی ہے۔ باراتیوں کی خوب خاطر تواضع ہوتی ہے۔ دولہا کے لئے تخت پر مسند بچھا کر آراستہ کرتے ہیں، اور مہمان صوفوں اور کرسیوں پر بٹھائے جاتے ہیں۔ دلہن کے کپڑے، زیور، جوتے سنگھار کا سامان

وغیرہ جس کو بری کہتے ہیں۔ بارات کے ساتھ لے کر آتے ہیں۔ اس کے علاوہ مٹھائی، مصری، اور کھجوریں بھی لاتے ہیں۔ جو نکاح کے بعد تقسیم کی جاتی ہیں۔ دلہن کے گھر میں بری کی نمائش ہوتی ہے اور یہ چیزیں سب کو دکھائی جاتی ہیں۔

نکاح:

شادی کی محفل میں بعض لوگ مردوں اور عورتوں کے لئے ایک ہی جگہ نشست کا انتظام کرتے ہیں اور بعض الگ الگ۔ نکاح سے قبل قانون کے مطابق نکاح نامے کی خانہ پری کی جاتی ہے۔ مہر اور دیگر شرائط کا تصفیہ اور اندراج ہوتا ہے۔ وکیل اور گواہوں کے سامنے دلہن خود اپنی رضا مندی کا اظہار کرتی ہے، اور جملہ امور کی تکمیل کے بعد قاضی یا خاندان کا کوئی بزرگ یا کوئی عالم نکاح پڑھاتا ہے۔ نکاح کے بعد دعا مانگی جاتی ہے۔ مصری اور چھوارے تقسیم ہوتے ہیں۔ سہرے پڑھے جاتے ہیں اور دولہا اور دلہن کے قریبی عزیزوں اور بزرگوں کو مبارک باد دیتے ہیں۔ پھر مہمانوں کی تواضع کا سامان ہوتا ہے۔ چائے یا کھانے کے بعد مہمان رخصت ہونے لگتے ہیں۔

عروسی لباس:

نکاح کے بعد دلہن کو رخصت کرنے کی تیاری شروع ہو جاتی ہے۔ دلہن کی بہنیں، بھاوجیں اور سہیلیاں اس کا بناؤ سنگھار کرتی اور خوب سنوارتی ہیں۔ (جدید دور میں بیوٹی پارلرز ایک مستقل کاروبار کی شکل اختیار کر چکے ہیں اور لڑکے لڑکیاں وہیں سے بن سنور کر آتی ہیں۔ بیوٹی پارلرز سے بن سنور کر آنا اس قدر عام ہو گیا ہے کہ گھر میں تیاری کا تصور ختم ہو گیا ہے۔ امیروں کی دیکھا دیکھی غریب بھی اپنی مالی حالت دیکھے بغیر اسی راہ پر چل نکلے ہیں۔ اس سے اسراف و تبذیر، معاشی بوجھ اور کئی معاشرتی مسائل بھی پیدا ہو گئے ہیں)۔ عروسی جوڑا پہناتی ہیں جو سرخ رنگ کا ہوتا ہے، اور عموماً غرارہ، کرتا اور دوپٹہ یا شلوار، قمیص اور دوپٹہ پر خوبصورت اور بھاری زری کا کام کر کے یہ جوڑا تیار کیا جاتا ہے۔ اس جوڑے کو لہنگا کہا جاتا ہے۔ یہ ہزاروں سے لے کر لاکھوں تک کی قیمت کا ہوتا ہے لیکن ستم کی بات یہ ہے کہ اس کی قیمت خواہ کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو، یہ صرف شادی والی رات ہی استعمال ہوتا ہے

اور اس کے بعد لڑکی عمر بھر اس کو دیکھتی بھی نہیں۔ یہ بھی اسراف و تبذیر مال کا دکھلاوا، دوسروں پر اپنی مالی اور معاشرتی برتری جتانا، غرور اور تکبر کا اظہار شامل ہو جاتا ہے۔ جوتا بھی سرخ مخمل کا ہوتا ہے جس پر سلمے، ستارے سے پھول بوٹے بنائے جاتے ہیں۔ دلہن کو زیور اپنی حیثیت سے بڑھ کر پہنایا جاتا ہے۔ جس میں کچھ زیور ایسے ہوتے ہیں جو صرف شادی کے لئے مخصوص ہیں۔ ان زیوروں میں جھومر، ٹیکا، کرن پھول، آرسی اور دوسرے کئی زیور شامل ہیں۔ امیر گھرانوں میں بلکہ متوسط طبقے میں بھی دُلہن بارات کے آنے سے پانچ چھ گھنٹے پہلے بیوٹی پارلر جاتی ہے اور وہیں سے تیار ہو کر سیدھی شادی ہال یا ہوٹل میں پہنچتی ہے۔ نکاح کے بعد دلہا اور دلہن کا فوٹو سیشن ہوتا ہے کچھ لوگ فوٹو گرافر کو وہیں بلا لیتے ہیں اور کچھ سٹوڈیو میں جا کر فوٹو سیشن کرواتے ہیں۔

آرسی مصحف اور سلامی:

کھانے کے بعد دولہا کو زنان خانے میں بلایا جاتا ہے۔ سب مہمانوں کے درمیان مسند بچھا کر اس پر پہلے دلہن کو بٹھا دیتے ہیں۔ پھر دولہا کو۔ بعض عورتوں کو یہ خیال ہے کہ دلہن کو اس لئے پہلے بٹھایا جاتا ہے کہ وہ دولہا پر ہمیشہ چھائی رہے۔ دولہا جب گھر میں داخل ہوتا ہے تو بہنیں اس پر آنچل ڈال کر لاتی ہیں، اور سب سے پہلے آرسی مصحف کی رسم ہوتی ہے۔

آرسی مصحف کی رسم کے لئے دولہا اور دلہن کو آمنے سامنے بٹھا دیتے ہیں اور ان کے سروں پر ایک بھاری کار چوبی دوپٹہ ڈال دیا جاتا ہے۔ درمیان میں بڑا سا آئینہ رکھتے ہیں، اور دلہن کا گھونگھٹ ہٹا کر دولہا سے کہتے ہیں کہ آئینہ میں دلہن کا منہ دیکھو۔ دولہا ایسا ہی کرتا ہے پھر دولہا کوئی میٹھی چیز دلہن کو کھلاتا ہے، اور اس کے گلے میں پھولوں کا ہار اور انگلی میں انگوٹھی پہنا دیتا ہے۔ پھر دلہن کا ہاتھ پکڑ کر دولہا کو میٹھی چیز کھلاتے، اور ہار اور انگوٹھی پہناتے ہیں۔

جوتا چھپائی:

جب لڑکا لڑکی کے گھر شادی والے دن (ولیمہ کے دن) جاتا ہے تو اس کی سالیاں دولہا سے بے تکلف ہونے کے لئے اس کا جوتا چھپاتی ہیں۔ دلہا اپنے مقام پر بہت چوکنا رہتا ہے کہ اس کا جوتا چھپایا جانا ہے اور لڑکیاں اپنی جگہ اس تاک میں ہوتی ہیں کہ کب موقع ملے اور وہ جوتا چھپائیں۔

جوتا چرانے کی رسم ہر جگہ عام ہے۔ اسی میں سالیاں دلہا کا جوتا اتار لیتی ہیں پھر اسے سالیوں کو پیسے دے کر جوتا چھڑانا پڑتا ہے۔ جوتا چھڑانے پر دلہا والوں اور دلہن والوں میں کافی بحث و تکرار اور چھیڑ چھاڑ ہوتی ہے۔ یہ رسم باہم تعلق اور محبت بڑھانے کے لئے تو درست ہے لیکن اگر یہ افراط و تفریط کا شکار ہو جائے، بدمزگی پیدا ہو جائے، لڑکیاں دولہا سے ناروا رقم طلب کریں تو یہ رسم بھی مذموم شکل اختیار کر لے گی۔

اس کے بعد دولہا کو سلامی دی جاتی ہے۔ سب سے پہلے دلہن کی ماں دولہا کو گھڑی اور روپے دیتی ہے۔ پھر سب عزیز و اقارب سلامی دیتے ہیں۔ ان رسموں کے بعد دلہن کو اس کے کمرہ میں لے جاتے ہیں اور دولہا باہر چلا جاتا ہے۔ جب وہ دوبارہ جانے لگتا ہے تو سالیوں کو روپے دیتا ہے اور وہ چھپایا ہوا جوتا واپس کر دیتی ہیں۔ باہر جا کے دولہا رخصتی کا انتظار کرتا ہے اور مہمانوں کی دلچسپی کے لئے گانا اور ناچ ہوتا ہے۔

دودھ پلائی:

یہ رسم تمام شہری اور دیہاتی علاقوں میں ادا کی جاتی ہے دلہن کی بہن ایک خوبصورت گلاس جس کے اوپر گوٹا اور ستارے لگا کر تیار کیا جاتا ہے ایک پلیٹ میں رکھ کر دلہے کو پیش کرتی ہیں گلاس میں میٹھا دودھ ہوتا ہے کئی سالیاں مذاق سے اُس میں نمک بھی ڈال دیتی ہیں دُلہے کو دودھ پینے پر اصرار کیا جاتا ہے اس موقع پر دلہا کے دوست اور بہنیں بھی موجود ہوتے ہیں دلہا دودھ کا گھونٹ پیتا ہے تو اس سے دودھ پلائی یعنی پیسے طلب کئے جاتے ہیں اس وقت دلہے والوں اور دلہن والوں میں بہت تکرار ہوتی ہے اور آخر کار دلہا اپنی معاشی حیثیت کے مطابق پلیٹ میں پیسے رکھ دیتا ہے یہ رقم چند سو سے لے کر کئی ہزار تک بھی ہوتی ہے جسے دلہن کی بہنیں اور سہیلیاں آپس میں تقسیم کر لیتی ہیں، جس لڑکی کی بہن نہ ہو اس کی بھابی یا سہیلی دودھ پلاتی ہے بعد میں باقی کا دودھ دلہن کو پلایا جاتا ہے۔

بینڈ باجا:

شادی کے موقع پر بینڈ باجہ بھی کم و بیش شادی کے لوازمات میں شمار ہوتا ہے فوجی بینڈ، پولیس

بینڈ عام بینڈ بجائے جاتے ہیں آج کل پیلے کپڑوں اور پیلی پگڑی میں ملبوس ڈھول والے بے ہنگم سُر میں ڈھول بجاتے ہیں۔

یہ بینڈ گانوں کی سروں میں ہوتے ہیں اس طرح یہ بینڈ کسی طور پر بھی نبی کریم کے عہد کی دف کے مترادف قرار نہیں دئے جاسکتے گانوں کے مضامین جذبات مشتعل کرنے والے اور عشقیہ مضامین پر مبنی ہوتے ہیں۔ عہد نبوی کی دف تو صرف ایک طرح سے بے ہنگم ڈھول سا ہوتا تھا۔ بینڈ باجا والوں کا ایک الگ مستقل کاروبار ہے اور وہ کاروبار جس میں موسیقی شامل ہو یا موسیقی بجا کر رزق کمانا حرام ہے۔

بینڈ باجے والوں پر نوٹ نچھاور کیے جاتے ہیں جو بذات خود دکھلاوا، تبذیر، دولت کی بنیاد پر برتری ظاہر کرنا ہے۔ بینڈ باجے اور موسیقی پر مبنی کاروبار علمائے امت کے نزدیک ممنوع ہے۔

رخصتی:

دوپہر کی شادیوں میں رخصتی تقریباً شام کے وقت ہوتی ہے اور رات کی شادیوں میں رات گئے رخصتی ہوتی ہے۔ بعض علاقوں میں یہ طریقہ بھی رائج ہے کہ دلہن کی رخصتی عموماً رات کے وقت ہوتی ہے۔ سب سے پہلے خاندان کے بزرگ دلہن سے ملنے اور اس کو رخصت کرنے آتے ہیں، اور نئی زندگی کو کامیاب اور خوشی و مسرت سے ہم کنار بنانے کے لئے مفید نصیحتیں کرتے ہیں۔ پھر بزرگ عورتیں آتی اور دعائیں دے کر رخصت کرتی ہیں۔ ان کے بعد دوسری رشتہ دار اور سہیلیاں دلہن سے ملتی ہیں۔ اس دوران میں سب پر رخصتی کی وجہ سے جذبائیت طاری رہتی ہے۔ دلہن اپنے میکے اور عزیزوں کی جدائی کے خیال سے نڈھال ہوتی ہے، اور دلہن کی رخصتی کا منظر سب کو متاثر کر دینے والا ہوتا ہے۔ کچھ خاندانوں میں دلہن رخصت ہونے کے لیے دروازے تک جاتی ہے تو اس کے سامنے چاول یا گندم کا تھال رکھا جاتا ہے وہ مٹھی بھر کر اپنے سر کے اوپر سے وہ اناج پیچھے پھینکتی ہے پیچھے اُس کے بھائی کھڑے ہوتے ہیں وہ اس اناج کو پکڑنے کی کوشش کرتے ہیں اس کا مقصد یہ ہے کہ میں نے باپ اور بھائیوں کے گھر سے جو کھایا ہے وہ لوٹا رہی ہوں۔ رخصتی کے وقت دولہا، دلہن کا ہاتھ پکڑ کر

چلتا ہے۔ دونوں کے سر سے اونچا قرآن اٹھا کر ان کو اس کے نیچے سے گزارتے ہیں، اور سب لوگ دعائیں دیتے اور خدا حافظ کہتے ہیں۔ قرآن کے سائے میں رخصتی ایک ریاکارانہ رسم کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ قرآن کو رسموں کا اس طرح حصہ بنانا قرآن کے اصل مقام کو گرا کر رسوم کا شکار کرنے کے مترادف ہے۔ دلہن جب موٹر میں بیٹھ جاتی ہے تو اس پر روپے پیسے نچھاور کئے جاتے ہیں' اور آگے دولہا اور دلہن کی موٹر اور اس کے پیچھے باراتیوں کی موٹریں روانہ ہو جاتی ہیں۔

نکاح کے دن بھی دلہن کے جہیز اور تحفوں کی نمائش ہوتی ہے، اور جب سب لوگ جہیز دیکھ چکتے ہیں تو اس کو پیک کر کے دلہن کے ساتھ کر دیا جاتا ہے۔ لڑکی والوں کی طرف سے دولہا کی ماں اور بہنوں کو جوڑے اور سونے کے کڑے اور دوسرے قریبی رشتہ داروں کو بھی بڑی تعداد میں جوڑے دیے جاتے ہیں۔ جہیز، جوڑوں اور تحفوں کے علاوہ دلہن کے ساتھ مٹھائی اور کھانے کی دیگیں بھی بھیجتے ہیں۔ یہ کھانا دولہا کے مہمانوں کو کھلایا جاتا اور مٹھائی رشتہ داروں اور برادری میں تقسیم کی جاتی ہے۔

رونمائی:

دلہن جب دولہا کے گھر پہنچتی ہے تو لڑکے والے آتشبازی کرتے ہیں دلہا کے دوست اور رشتہ دار میوزک یا ڈھول کی تھاپ پر بھنگڑے ڈالتے ہیں۔ کالا بکرا صدقہ اتارا جاتا ہے۔ سب عزیز اور مہمان دلہن کا استقبال کرتے ہیں اور بہت خوشی و مسرت کے ساتھ عورتیں دلہن کو موٹر سے اتارتی ہیں۔ دہلیز پر تیل گرایا جاتا ہے اس کو "تیل چونا" کہتے ہیں۔ سب سے آگے لڑکے کی ماں اسے کار سے اتارتی یا ڈولی سے نکالتی ہے، بعض لوگوں میں رسم ہے کہ دولہا اور دلہن گھر کے دروازے پر ٹھہر جاتے ہیں ان کے سر پر کبوتر اڑائے جاتے ہیں۔ اس کے بعد دونوں کے سر پر قرآن کا سایہ کر کے اندر لے جاتے ہیں۔ گھر میں داخل ہوتے ہی بہنیں نیگ طلب کرتی ہیں اور ان کو روپے دیئے جاتے ہیں۔ دولہا اور دلہن کو مسند پر بٹھایا جاتا ہے۔ بعض جگہ یہ رسم ہے کہ دولہا دلہن کے آنچل پر دو نفل بطور شکرانہ پڑھتا ہے۔ جب لڑکی کو رخصت کرتے اور لڑکے کے گھر میں لڑکی داخل ہوتی ہے تو عورتیں باہر کے دروازے کی دہلیز پر سرسوں کا تیل پھینکتی ہیں۔ اسے نئی آنے والی کے لئے نیک شگون اور اس کے

استقبال کا طریقہ سمجھا جاتا ہے۔

گھر میں داخلے کے بعد رونمائی کی رسم ہوتی ہے۔ سب سے پہلے سسر اور ساس دلہن کا منہ دیکھتے اور زیور اور نقد روپے دیتے ہیں۔ اس کے بعد سب رشتہ دار، دوست اور برادری کے لوگ دلہن کو رونمائی (منہ دکھائی) دیتے ہیں۔ اگر گاؤں ہو تو پورے گاؤں کی عورتیں اور شہر ہو تو قرب وجوار کی عورتیں دلہن دیکھنے آتی ہیں۔ آنے والی عورتوں کی معمولی سی کسی چیز سے ضیافت کرتے ہیں۔ اس موقع کی مناسبت سے عورتوں کے دلہن کے لباس اس کی شکل، قامت، انداز گفتگو کے بارے میں تبصرے بعض اوقات بڑے دلچسپ اور بعض اوقات گناہ کی حد تک منفی ہوتے ہیں۔ اس کے بعد دلہن کو اس کے کمرے میں لے جایا جاتا ہے کمرے کو بڑی خوبصورتی سے سجایا جاتا ہے اور بیڈ کے اردگرد اور چھت پر مختلف طرح کی سجاوٹیں لگائی جاتی ہیں اور سیج سجائی جاتی ہے۔

دعوت ولیمہ:

اگلے دن دولہا کی طرف سے دعوت ولیمہ ہوتی ہے۔ جس کے لئے بہت اہتمام کیا جاتا ہے۔ دعوت کے کارڈ دولہا اور دلہن کے عزیز واقارب کو بھیجے جاتے ہیں۔ گھر کو خوب آراستہ کر کے روشنی کی جاتی ہے۔ دلہن کو بہت عمدہ کپڑے اور زیور پہنا کر سنوارتے ہیں، اور دعوت کے بعد دولہا اور دلہن کو مسند پر بٹھا کر پھول پہناتے ہیں۔ بہت سے لوگ اس روز دولہا کو تحفے دیتے ہیں۔

دعوت ولیمہ کے بعد دولہا اور دلہن کے عزیزوں اور دوستوں کے یہاں دعوتیں ہوتی ہیں جن میں دولہا کو سلامی اور دلہن کو رونمائی دی جاتی ہے اور پھول پہنائے جاتے ہیں۔ دعوتوں کا یہ سلسلہ کئی دن جاری رہتا ہے۔

سرگودھا: (سروے رپورٹ)

سرگودھا اور اس کے گردونواح کے علاقوں خوشاب، مٹھا ٹوانہ، نور پور، تھل، بندیال اور قائد آباد وغیرہ میں زیادہ تر شادیاں وٹہ سٹہ پر ہوتی ہیں یہاں چھوٹی عمر میں شادی کا رجحان ہے بلکہ اکثر لوگ پیدائش کے ساتھ ہی بچوں کی نسبت طے کر دیتے ہیں۔ یہاں ونی کی رسم بھی عام ہے اس رسم کی رو سے

اگر کوئی لڑکی اور لڑکا کورٹ میرج کر لیں یا کوئی لڑکی لڑکے کے ساتھ بھاگ جائے اور بعد میں صلح کرنی پڑے تو جو لڑکی بھاگی تھی اس کے باپ یا بھائی یا کسی رشتہ دار سے لڑکے کی بہن کو شادی کرنا پڑتی ہے۔

مہندی اور مایوں کی رسم یہاں تین دن پہلے ہی ادا کی جاتی ہے۔ شادی سے تین دن پہلے دلہا کے شہ بالے کے ہاتھ میں کلہاڑی یا چھرا سجا کر پکڑا دیا جاتا ہے اُسے اس کی سخت حفاظت کرنا ہوتا ہے اگر اس سے وہ ہتھیار کوئی چھین لے تو اسے پیسے دے کر واپس لینا پڑتا ہے۔

وٹہ سٹہ کی شادیوں کی وجہ سے جہیز دونوں طرف ایک جیسا ملتا ہے اگر وٹے سٹے کی شادی نہ ہو تو شادی کا سارا خرچ لڑکے والے برداشت کرتے ہیں۔ مہر کی رقم بہت معمولی ہوتی ہے۔

شادی کا کھانا دلہا والے بارات کو اپنے گھر سے کھلا کر چلتے ہیں دلہن والے کھانا نہیں کھلاتے دلہا والے اگلے دن ولیمہ نہیں کرتے۔

منڈی بہاؤالدین (تحصیل پھالیہ)

منڈی بہاؤالدین کی حمیرا نے اپنے علاقے میں شادی بیاہ کی بہت دلچسپ رسمیں بیان کیں۔

پیغام نکاح لڑکے والوں کی طرف سے آتا ہے اور رشتہ طے ہو جانے کے بعد شادی کی تاریخ مقرر کر لی جاتی ہے۔ شادی سے ایک مہینہ پہلے لڑکے والوں کے گھر کے صحن میں ایک گھڑا سجا کر رکھا جاتا ہے جسے روز رات کو ایک میراثی بجاتا ہے اُسے دیکھنے کے لئے عورتیں آتی ہیں اور ویل دیتی ہیں گھر والے بتاشے بانٹتے ہیں۔

لڑکی کی سہیلیوں کو شہ بالیاں بنا دیا جاتا ہے اور وہ سات دن تک لڑکی کے گھر میں رہتی ہیں اور اسے کنگھی کرتی ہیں اُبٹن لگاتی ہیں۔ لڑکے کے گھر سے جو مہندی آتی ہے اسے بالٹیوں میں گھول کر لڑکی اپنی سہیلیوں کے ساتھ گاؤں کے ہر گھر میں جا کر مہندی بانٹ کر آتی ہے۔ (یہ محض خوشی کا اظہار اور ایک ایسی معاشرتی رسم ہے جس میں کسی منفی پہلو کا اظہار نہیں ہوتا اس لئے اسلامی معاشرہ اس کا متحمل ہو سکتا ہے)۔

شادی سے ایک دن پہلے دلہن پورے گاؤں کی لڑکیوں کے ساتھ کسی باغ میں جا کر پھول

چنتی ہے اور سہیلیوں کے ساتھ لڈی ڈالتی ہے عصر سے مغرب تک کے درمیان یہ بلہ گلہ جاری رہتا ہے اس وقت مردوں کا ادھر داخلہ ممنوع ہوتا ہے۔ (عورتیں اپنے الگ تھلگ ماحول میں اگر اس قسم کی سرگرمی کرلیں جس میں بے پردگی کا مظاہرہ نہ ہوتا ہو تو اس کی اجازت دی جاسکتی ہے)۔

بارات کی ضیافت کھانے سے کی جاتی ہے۔ دلہن کی سہیلیاں دلہن کو تیار کرتی ہیں اور ہر دلہن کو ڈولی میں ضرور بٹھایا جاتا ہے ڈولی کسی کھلی جگہ پر رکھ دی جاتی ہے اور دلہن کو سلامی ڈولی کے اندر ہی ملتی ہے وہ تمام سلامیاں لکھی جاتی ہیں دلہا بھی صبح صبح سہرہ باندھ کر تیار ہو جاتا ہے پہلے وہ گھوڑے پر بیٹھ جاتا تھا اور سلامی وصول کرتا تھا۔ آجکل گھوڑوں کا زیادہ رواج نہیں اس لیے کچھ دلہا گھر کے اندر ہی سلامی وصول کر لیتے ہیں رخصتی کے بعد جب دلہن سسرال پہنچتی ہے تو تیلی عورتیں مشعل جلا کر لاتی ہیں دلہن اسے بجھاتی ہے اور تیلنوں کو پیسے دیتی ہے۔

اس کے بعد دلہن کو جاء نماز پر بٹھایا جاتا ہے اور اس کے سامنے قرآن کھول کر رکھ دیتے ہیں دلہن تھوڑا سا قرآن پڑھتی ہے اور قرآن میں پیسے رکھ دیتی ہے جو کہ وہاں کے امام مسجد یا جو عورت قرآن پڑھاتی ہے اسے دیئے جاتے ہیں۔ دلہن کی گود میں اس کے دیور یا کسی اور بچے کو بٹھایا جاتا ہے اور وہ اسے بھی پیسے دیتی ہے۔

ولیمے والے دن گھر کی بڑی بوڑھی عورتیں دلہن کی بری لے لیتی ہیں اور اس کے ماں باپ نے جو پیسے پرس میں ڈالے ہوتے ہیں اس میں سے لاگ نکالتی ہیں (یعنی اس میں سے کمیوں کو پیسے دیتی ہیں)

دودھ پلائی کی رسم دلہا اور دلہن دونوں کے ساتھ کی جاتی ہے۔ دلہن دودھ پیتی ہے اور کمیوں کو پیسے دیتی ہے۔

: تحصیل پھالیہ میں جہیز پر بہت زور دیا جاتا ہے اور لڑکے والے جہیز کی لسٹ لڑکی والوں کو پکڑا دیتے ہیں۔ (یہ الٹا چکر ہے کہ لڑکے والے لڑکی کا حق مہر ادا کرتے ہوئے تو بخل سے کام لیتے ہیں یعنی مہر کم سے کم دیتے ہیں لیکن جہیز لینے میں بڑے حریص ہیں۔ شریعت کا حق مار لیا اور دوسرے کو حق دیتے ہوئے بخیل بن گئے)۔

مہر کی رقم بہت معمولی ہوتی ہے زیادہ سے زیادہ پانچ سو روپے حق مہر کے طور پر مقرر کیئے جاتے ہیں۔
(سروے رپورٹ، حمیرا اختر امجد نمبر دار بھیکے والی، تحصیل پھالیہ ضلع منڈی بہاؤالدین)

شادی بیاہ کی فضول رسموں کی تفصیلات پر مبنی ایک فیچر

(رؤف ظفر فیچر نگار روزنامہ ''جنگ'' لاہور)

روزنامہ جنگ سنڈے میگزین ص ۸-۱۶۹ فروری ۲۰۰۳ میں رؤف ظفر صاحب کے فیچر میں شادی کی ایک تقریب کی منظر کشی اس طرح کی گئی ہے کہ وسیع وعریض کوٹھی کے گیٹ سے رات کو گیارہ بجے جب عورتوں' مردوں اور بچوں پر مشتمل کاروں، کوچز اور موٹر سائیکلوں کا کارواں باہر نکلا تو اس کی سج دھج دیکھنے والی تھی۔ اس ''جلوس'' کی خاص بات دو تین سجی ہوئی بیل گاڑیاں تھیں جن پر مہندی رنگ کا لباس پہنے درجنوں نوجوان ڈھول کی تھاپ پر گیت گا رہے تھے۔ ان نوجوانوں نے دیہاتی لباس صرف اس تقریب کے لیے سلوائے تھے۔ جب یہ لوگ منزل کے قریب پہنچے تو منچلے نوجوان' عورتیں اور بچے کاروں اور کوچز سے باہر نکل آئے۔ دیدہ زیب لباس میں ملبوس عورتوں نے تھالوں میں مہندی اور موم بتیاں سجائی ہوئی تھیں اور وہ خوشی کے گیت گا رہی تھیں۔ ایک ویڈیو والا اس عالی شان جلوس کے ایک ایک لمحے کو فلمبند کر رہا تھا' نوجوان بھنگڑہ ڈال رہے تھے۔ ڈھول کی تھاپ پر گیت گاتی ہوئی لڑکیاں جب کوٹھی میں داخل ہوئیں تو وہاں کی عورتوں، بچوں اور مردوں نے پھولوں کی پتیاں نچھاور کر کے ان کا استقبال کیا۔ کوٹھی کے وسیع وعریض لان میں مہندی کلر کے خوبصورت شامیانے لگائے گئے تھے اور کوئلے کی انگیٹھیوں نے سردی میں خوشگوار حرارت کا احساس پیدا کر دیا تھا۔ سارا گھر گیندے کے پھولوں سے سجایا گیا تھا۔ وسط میں پھولوں سے آراستہ ایک جھولا بھی نصب تھا۔ مہندی کی اس تقریب کے لیے اگرچہ دلھن نے بیوٹی پارلر سے مخصوص میک اپ کرایا تھا تاہم دولھا کی بہنوں اور دوسری لڑکیوں نے تیل کی مہندی لگا کر رسم پوری کی۔ لڑکے والوں کی پہلے گرما گرم سوپ سے تواضع کی گئی، جب کھانا لگایا گیا تو اس وقت رات کے ڈیڑھ بج چکے تھے، کھانے میں گوشت کی تین' سبزیوں کی چار اور میٹھے کی چار ڈشیں تھیں۔ سلاد بھی کئی اقسام کے تھے۔ کھانا اتنا وافر تھا کہ کافی

مقدار میں بچ گیا۔ سبز چائے اور قہوے کے دور رات گئے تک چلتے رہے۔ اس تقریب میں شریک خواتین اور بچوں نے مہندی کے حوالے سے خصوصی لباس سلوائے تھے۔ رات کو جب یہ ہنگامہ ختم ہوا تو اس وقت ڈھائی بج رہے تھے۔

صبح کو جب لڑکی کے ہاتھوں پر لگی ہوئی مہندی خشک ہوئی اور اس نے صابن سے ہاتھ دھو کر ایک بجے "ناشتہ" کیا تو اس وقت مہندی کا رنگ پھیکا پڑ چکا تھا اور نقش و نگار بھی مدہم پڑنے لگے تھے۔ لیکن اگر آپ مہندی کی اس تقریب کو سج دھج اور شان و شوکت سے قطع نظر حساب کتاب کے ترازو میں تولیں تو معلوم ہوگا کہ یہ تقریب کوئی ایسی نہیں جس کے نقش و نگار جلد مدہم پڑ جائیں' اگر لڑکے والوں کے تیار کردہ ملبوسات کے اخراجات اور لڑکی والوں کی طرف سے کھانے اور دوسری تیاریوں پر خرچ ہونے والی مجموعی رقم کا اندازہ لگایا جائے تو یہ دو ڈھائی لاکھ سے بھی زائد بن جاتی ہے جسے چند گھنٹوں میں ایک رسم کی بھینٹ چڑھا دیا گیا۔ لیکن یہ تو شادی کی تقریبات کی ابتداء تھی اور آگے چل کر جو کچھ خرچ ہونا تھا۔ یہ رقم اس کا معمولی سا حصہ بھی نہیں تھی۔

شادی خانہ آبادی:

شاہراہ حیات کا ایک اہم ترین سنگ میل ہے جس میں عورت اور مرد ایک نئے خاندان کی بنیاد رکھتے ہیں' درحقیقت یہ دو افراد کا نہیں' دو خاندانوں کا ملاپ ہوتا ہے اور اس اعتبار سے شادی ہماری معاشرتی زندگی کی اہم ترین تقریب ہوتی ہے اور صرف ہمارے یہاں ہی نہیں دنیا کے تمام معاشروں میں دولھا اور دلھن کے بندھن کو اہم ترین حیثیت حاصل ہے۔ لیکن فرق صرف یہ ہے کہ دنیا کے بیشتر ممالک میں جہاں یہ تقریب سادگی سے انجام پاتی ہے اور محدود لوگ شرکت کرتے ہیں وہاں ہمارے یہاں نمود و نمائش، بے جا اسراف، مصنوعی شان و شوکت، ایک دوسرے پر برتری، مقابلہ بازی، اور ذاتی انا کی تسکین کا ایک وسیلہ بن گئی ہے جس نے شادی کو دنیا کا سب سے قیمتی بندھن بنا دیا ہے۔ اس معاشرتی مسئلے کا ایک دلچسپ پہلو یہ ہے کہ لوگوں کی اکثریت شادی پر بے جا اسراف کرتی ہے اور محفلوں میں اس کی مذمت بھی کی جاتی ہے لیکن اس کے باوجود لوگ یہ کڑوا گھونٹ ہنسی خوشی پیتے

ہیں۔ کانٹوں کا یہ وہ ہار ہے جس کی چبھن ہر شخص محسوس کرتا ہے۔ لیکن پھر بھی اسے وہ خوشدلی سے گلے کی زینت بناتا ہے۔

آیئے دیکھتے ہیں میاں بیوی کا رشتہ ازدواج میں منسلک ہونا ہمارے یہاں کس طرح ایک سیدھے سادے دینی فریضے اور سوشل کنٹریکٹ کے بجائے لاکھوں کا پیکج بن کر رہ گیا ہے۔

منگنی کی رسم:

حدود تعداد میں ہونے والے کورٹ میرجز سے قطع نظر ہمارے یہاں اب بھی ۹۰ فیصد شادیاں ''اریجنڈ'' یعنی والدین اور بزرگوں کی مرضی سے طے پاتی ہیں اور شادی کی تقریبات کی ابتدائی اینٹ اس وقت رکھی جاتی ہے جب لڑکے اور لڑکی کے والدین منگنی کی رسم ادا کرتے ہیں۔ لاہور کے قدیم علاقے موری گیٹ میں مقیم ایک ۸۰ سالہ بابا نوردین نے بتایا کہ چالیس پچاس سال قبل منگنی کی رسم کے موقع پر صرف دعائے خیر کی جاتی تھی اور چھوہارے اور بتاشے اور لڈو تقسیم کیے جاتے تھے۔ لیکن اب یہ رسم بھی قیمتی بن گئی ہے غریب طبقے کے لوگ بھی سونے کی انگوٹھی پہناتے ہیں اور جہاں تک امیروں کا تعلق ہے ان کی انگوٹھیوں کی مالیت لاکھوں میں بھی ہوسکتی ہے۔ اگرچہ اس فنکشن میں دونوں خاندانوں کے محدود افراد شرکت کرتے ہیں لیکن پھر بھی فریقین کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ دو خاندانوں کے اس ابتدائی ملاپ پر زیادہ سے زیادہ اپنی خاندانی ثروت اور شان وشوکت سے دوسرے کو مرعوب کر دیں۔ منگنی کی تقریب ۵ مرلے کے گھر میں ہو یا فائیو سٹار ہوٹل میں اور انگوٹھی عام سی ہو یا ہیرے کی، فریقین کی کوشش ہوتی ہے کہ پہلی تقریب میں ہی وہ دوسرے پر اپنی دھاک جمادے۔

اخراجات...... پانچ ہزار سے پچاس ہزار روپے تک عیدیاں

منگنی کے فوراً بعد لڑکے اور لڑکی کے خاندانوں میں لین دین اور تحائف کا تبادلہ شروع ہو جاتا ہے اور کوئی بھی تہوار ہو، فریقین مٹھائی اور تحائف ضرور بھیجتے ہیں اس نئے نئے بندھن کو مضبوط بنانے کے لیے دونوں خاندان ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ''دریا دلی'' کا مظاہرہ کرتے ہیں چھوٹی اور بڑی عید کے موقع پر تو خاص طور پر فراخ دلی دکھائی جاتی ہے لڑکے والے چھوٹی عید پر سویاں،

چوڑیاں، مہندی اور بیش قیمت سوٹ بھیجتے ہیں، بڑی عید پر بکرے کی رانوں کا تبادلہ عام سی بات ہے، عیدین کے علاوہ مختلف بہانوں سے مل بیٹھنے کا کوئی نہ کوئی اہتمام کر ہی لیا جاتا ہے۔ منگنی جتنی دیر تک چلے، تحائف کے تبادلوں اور دعوتوں کا بجٹ اتنا ہی بڑھتا چلا جاتا ہے، مجموعی اخراجات بہر حال سینکڑوں میں نہیں ہزاروں لاکھوں میں ہوتے ہیں۔

اخراجات......دس ہزار سے ایک لاکھ تک

جوڑے......سب کے لیے:

شادی لڑکے کی ہو یا لڑکی کی، مقررہ تاریخ سے مہینوں قبل خریداری شروع ہو جاتی ہے اور خواتین دن رات ایک کر دیتی ہیں۔ اس خریداری کا دلچسپ پہلو یہ ہے کہ دولھا اور دلھن کے لیے جہیز اور دوسرا سامان خریداری تو سرفہرست ہوتا ہی ہے، ان کے رشتہ داروں یعنی ان کے والدین، چچا، چچی، ماموں، خالہ، ساس، سسر، دیور، جیٹھ کے لیے بھی قیمتی گھڑیاں سوٹ اور دوپٹے، تھانوں کی صورت میں خریدے جاتے ہیں۔ ان سوٹوں کی تعداد بعض اوقات سینکڑوں میں پہنچ جاتی ہے۔ بظاہر یہ ایک دوسرے کے ساتھ پیار و محبت کا مظاہرہ ہوتا ہے لیکن اس پر فریقین کی کافی رقم صرف ہو جاتی ہے کیونکہ کوئی بھی فریق سستا قسم کا سوٹ دے کر اپنی ناک نہیں کٹوانا چاہتا۔ لڑکی والے دولھا کے لیے گرم سوٹ پیس کے علاوہ شلوار قمیص، شیروانی، قیمتی گھڑی، ٹائی، جوتا، کلہ، پگڑی اور ضرورت کی دوسری چیزیں (بشمول اٹیچی کیس) خریدتے ہیں۔ صاحب ثروت خاندان صرف ولایتی بیوٹی بکس پر ہی بیس، پچیس ہزار روپے خرچ کر دیتے ہیں۔ بہر حال شادی سے دولھا اور دولھن تو مستفید ہوتے ہی ہیں، ان کے رشتہ داروں کی بھی عید ہو جاتی ہے ایک اور قابل توجہ بات یہ ہے کہ شادی کے موقع پر دولھا اور دولھن کے بہن بھائی والدین عزیز و اقارب اور بچے اپنے طور پر بھی نئے جوڑے سلواتے ہیں اور جوتے خریدتے ہیں اور یہ سلسلہ بھی کافی ''مہنگا'' ثابت ہوتا ہے۔

اخراجات...... پندرہ ہزار سے ایک لاکھ تک

جہیز: شادی کی سب سے قیمتی آئیٹم جہیز، معاشرے میں تنقید اور بحث مباحثے کا موضوع بننے کے

باوجود لڑکی والوں کے لیے ایک ایسی رسم بن گیا ہے جسے چاروناچار پورا کرنا ہی پڑتا ہے۔ تصور یہ ہے کہ لڑکی جب اپنا گھر بسائے تو اسے ضروریات زندگی کی چند بنیادی اشیاء میسر ہوں۔ اس مسئلے کا افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ بیشتر (سب نہیں) لڑکے والوں نے اسے اپنی خوشحالی کا ذریعہ سمجھ لیا ہے۔ وہ رواجاً یہ توقع کرتے ہیں کہ لڑکی اپنے ساتھ ڈبل بیڈ' ڈائننگ ٹیبل' صوفہ سیٹ' فریج' ٹی وی' ایئر کنڈیشنر' کراکری سیٹ' واشنگ مشین' سلائی مشین' لحاف' کچن کے الیکٹرانک آلات اور ضروریات زندگی کی دوسری اشیاء لے آئے گی (حالانکہ اکثر خاندانوں کے پاس یہ سب چیزیں پہلے سے موجود ہوتی ہیں) یہی وجہ ہے کہ نومولود لڑکی کی پہلی چیخ کے ساتھ ہی ماں کا دھیان اس کے جہیز کی طرف جاتا ہے اور وہ شروع دن ہی سے اس کے لیے تنکا تنکا جوڑنا شروع کر دیتی ہے۔ جہیز کا تصور ہمارے لاشعور میں اس قدر راسخ ہو چکا ہے کہ کوئی حکومت انسدادی قوانین بنانے اور پابندی کے باوجود اس لعنت سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکی۔ پابندی کے باوجود جہیز کی چوری چھپے نمائش ہوتی ہے اور کوئی ماں نہیں چاہتی کہ جب سامان اور بری دکھائی کا وقت آئے تو اسے اپنے خاندان میں ندامت کا سامنا کرنا پڑے۔ جہیز میں لڑکی کو بیس' پچیس جوڑے دینا معمولی بات ہے۔ جب کہ ۱۰۰' ۱۰۰ جوڑے بھی دیے جاتے ہیں۔ جہیز کی کوئی حد نہیں۔ محنت کش اور سرکاری اور نیم سرکاری ملازمین کمیٹی ڈال کر یا پراویڈنٹ فنڈ سے رقم نکلوا کر' یا دوستوں سے قرض لے کر دوستوں' اور رشتہ داروں میں عزت بچانے کا بندوبست کر ہی لیتے ہیں۔ جہاں تک دولت مند طبقے کا تعلق ہے اس کے لیے جہیز میں کار' کوٹھی' بینک چیک، فیکٹری اور ہنی مون کے لیے ورلڈ ایئر ٹکٹ دینا کوئی بڑی بات نہیں۔ جہیز میں لڑکی کو زیادہ سے زیادہ چیزیں دینے کی یہ وبا صرف برصغیر میں ہے جس کی لپیٹ میں امیر' غریب' سفید پوش متوسط سب لوگ آئے ہوئے ہیں۔ بعض دیہاتی علاقوں میں تو والدین اپنے گردے بیچ کر جہیز تیار کرتے ہیں۔

اخراجات ایک لاکھ سے نصف کروڑ تک

زیورات: صدیوں سے عورت اور زیور کا چولی دامن کا ساتھ چلا آ رہا ہے اور زیور کے بغیر عورت کو نامکمل سمجھا جاتا ہے۔ ہمارے یہاں زیورات کے حسن کو چار چاند لگانے کے ساتھ ساتھ

مشکل وقت میں کام آنے کا وسیلہ بھی سمجھا جاتا ہے۔ پس منظر کچھ بھی ہو۔ ہر ماں باپ کی کوشش ہوتی ہے کہ بیٹی جب گھر سے رخصت ہو تو زیورات سے جگمگا رہی ہو۔ سو ہے بازار لاہور کے جیولر محمد اقبال کے مطابق ”ہمارے یہاں غریب گھرانہ بھی کسی نہ کسی طرح ادھار یا قرض حسنہ لے کر ۵ سے ۱۰ تولے تک کے ضروری زیور کا بندوبست کر ہی لیتا ہے جس میں چوڑیاں گلے کا ہار اور کانوں کے جھمکے وغیرہ شامل ہیں۔ لیکن کھاتے پیتے لوگ جو زیور بنواتے ہیں ان میں ہار سیٹ' چوڑیاں' کڑے' گلوبند' پٹی سیٹ' پازیب' پٹی' گلا' تاج' جھومر' نتھ' ٹکا' بیندی' سیٹھی سیٹ' انگوٹھی اور دوسری چیزیں شامل ہیں۔ امیر لوگوں کے صرف زیورات کا بل سات سے آٹھ لاکھ تک پہنچ جاتا ہے۔ بعض غریب والدین اپنے جہیز کے پرانے زیورات کو تڑوا کر بیٹی کے لیے نئے زیورات بنوا لیتے ہیں اور اس قابل ہو جاتے ہیں کہ رشتہ داروں کو منہ دکھا سکیں' بہر حال زیورات شادی کا ایک ایسی آئیٹم ہے جس سے لڑکے اور لڑکی والے آسانی سے اپنی جان نہیں چھڑا سکتے۔“

اخراجات...... پچاس ہزار سے آٹھ' دس لاکھ تک

عروسی ملبوسات: دولھا اور دلھن کے لیے خریدے جانے والے عروسی ملبوسات شادی کے بجٹ کا ایک بڑا حصہ ہوتے ہیں اور اب جدید قیمتی ملبوسات نے بجٹ اور بھی بڑھا دیا ہے۔ مثلاً دلھن کا عام اور سستا لہنگا پانچ سے چھ ہزار میں تیار ہوتا ہے جب کہ صاحب ثروت اور مالدار لوگ ایک سے پانچ لاکھ روپے تک کا لہنگا بھی تیار کراتے ہیں جس پر سونے کے تاروں سے کام کیا گیا ہوتا ہے۔ شادی کی مختلف تقریبات پر دلھن انتہائی قیمتی ملبوسات زیب تن کرتی ہے یہی حال دولھا کا ہے جس کا سینٹ مائیکل کا سوٹ تیس سے چالیس ہزار میں تیار ہوتا ہے۔ صرف ٹائی کی مالیت دو ہزار روپے ہوتی ہے۔ دولھا اور دلھن شادی کے ہر فنکشن کے لیے علیحدہ علیحدہ لباس سلواتے ہیں اور نئے جوڑوں کا یہ سلسلہ شادی کے بعد عزیز و اقارب کی دعوتوں تک چلتا رہتا ہے۔ اس مسئلے کا ایک افسوسناک پہلو یہ ہے کہ انتہائی قیمتی لہنگے غرارے اور عروسی ملبوسات صرف ایک دو دن پہنے جاتے ہیں۔ اس کے بعد ہمیشہ کے لیے ٹرنکوں میں بند کر دیے جاتے ہیں یہ عروسی ملبوسات مخصوص کاریگر کئی کئی دنوں کی دیدہ ریزی کے

بعد تیار کرتے ہیں۔

اخراجات......دس ہزار سے ڈیڑھ لاکھ تک

میک اپ: گزشتہ پندرہ بیس برسوں سے شادی کی تقریبات کا ایک رجحان دلھن کا کسی بیوٹی پارلر سے میک اپ کرانا ہے۔ جس کے بغیر شادی کی کوئی تقریب مکمل نہیں سمجھی جاتی' پرانے زمانے میں لڑکیاں خود ابٹن وغیرہ لگا لیتی تھیں اب یہ سارا کام ''برائیڈل پیکج'' کے تحت ہوتا ہے جس میں دلھن چار مختلف تقریبات کے لیے مختلف قسم کا میک اپ کرواتی ہے مثلاً مایوں اور مہندی کا میک اپ علیحدہ ہوتا ہے اس کے بعد رخصتی کا میک اپ ہوتا ہے۔ ولیمے کا میک اپ بھی مختلف ہوتا ہے۔ دلھن بننے کا میک اپ پانچ ہزار سے پندرہ ہزار میں ہوتا ہے اور اس کے لیے دلھن کو کئی دن بیوٹر پارلر جانا پڑتا ہے۔ دوسری تقریبات کے میک اپ کا معاوضہ قدرے کم ہوتا ہے۔ یہ رجحان اب اتنا زیادہ ہو گیا ہے کہ گلی گلی محلے محلے بیوٹی پارلر کھل گئے ہیں جہاں چند دنوں میں ٹریننگ حاصل کرنے والی خواتین میک اپ کے سامان سے لیس ہو کر عورتوں کی منتظر رہتی ہیں۔ جب کہ پوش علاقوں میں واقع جدید بیوٹی پارلر سے کئی کئی ہفتے پہلے وقت لینا پڑتا ہے۔ اب ایک نیا رجحان دولھا کے میک اپ کا چل پڑا ہے۔ میک اپ کراتے ہوئے ایک دولھا سے جب اس سلسلے میں بات کی گئی تو اس نے کہا ''اصل میں دلھن بیوٹی پارلرز سے خصوصی میک اپ کرواتی ہے اس لیے شادی کے فوٹو سیشن اور ویڈیو میں اس کی اچھی تصویر آتی ہے جب کہ میک اپ کے بغیر دولھا تصویر میں دلھن کے مقابلے میں بے وقوف لگ رہا ہوتا ہے خوبصورتی اور فوٹو سیشن میں دلھن کا ''مقابلہ'' کرنے کے لیے اب دولھا نے بھی بیوٹی پارلرز جانا شروع کر دیا ہے جہاں وہ فیشل سکن پالش اور ہیر ڈائی کرواتے ہیں۔ یہ رجحان چھوٹے بڑے تمام شہروں میں شروع ہو چکا ہے۔ اپنے آپ کو خوبصورت بنانا اگرچہ کوئی قابل تنقید بات نہیں لیکن اس کے لئے بے جا اسراف قابلِ تنقید ہے۔ وحدت روڈ کے ایک ہیر ڈریسر محمد صدیق کا کہنا ہے کہ گزشتہ پندرہ بیس برس میں یہ رجحان دیکھنے میں آیا ہے کہ لڑکیاں اب بہت زیادہ بیوٹی کانشس (Beauty Concious) ہو گئی ہیں۔ پارٹیوں میں جانے کے لیے لائٹ میک اپ معمول بنتا جا رہا ہے۔

لڑکیاں خود بھی میک اپ سیکھ رہی ہیں قدم قدم پر پارلرز کھل گئے ہیں۔ پاکستانی خواتین روٹین میں ہی میک اپ کے سامان پر روزانہ کروڑوں روپے صرف کرتی ہیں لیکن شادیوں کے سیزن میں یہ سلسلہ ایک جنون کی شکل اختیار کرلیتا ہے اب میک اپ کا جدید ترین سامان اور طریقے دستیاب ہیں۔ خواتین ٹی وی کیبل اور فیشن میگزینوں سے متاثر ہوکر ان تمام طریقوں سے فائدہ اٹھاتی ہیں۔

اخراجات...... پچاس ہزار سے چالیس ہزار تک

رخصتی اور نکاح کی تقریب:

یہ شادی خانہ آبادی کی سب سے نمایاں تقریب ہوتی ہے جس میں دولھا اور دلھن والے دل کھول کر خرچ کرتے ہیں۔ بارات بینڈ باجے کے ساتھ آتی ہے اب خوبصورت بگھیوں پر دولھا کو بٹھانے کا رواج بھی چل پڑا ہے، آتش بازی پر بھی اچھی خاصی رقم خرچ کی جاتی ہے جب ولیمے اور بارات پر کھانے کی پابندی کا اعلان ہوا تو غریب اور متوسط لوگوں نے سکھ کا سانس لیا کیونکہ مشروبات یا چائے سے تواضع کر کے ان کی عزت کا بھرم رہ جاتا تھا لیکن اب یہ پابندی ختم ہونے کے بعد وسائل سے محروم طبقہ ایک بار پھر آزمائش کی چکی میں پسنے لگا ہے ہمارے یہاں صاحب ثروت افراد پر مشتمل طبقہ تو ویسے ہی دولت خرچ کرنے کے نت نئے راستے تلاش کرتا رہتا ہے اور رخصتی کے موقع پر باراتیوں کی درجنوں اقسام کی ڈشوں سے تواضع کرنا ان کے لیے کوئی مسئلہ نہیں لیکن متوسط اور غریب طبقہ جو پہلے ہی جہیز اور زیورات کے بوجھ تلے دبا ہوتا ہے اس کے لیے باراتیوں کی پوری طرح تواضع کرنا ممکن نہیں ہوتا چونکہ یہ عزت اور ناک کا مسئلہ ہوتا ہے اس لیے لڑکی والے ادھار اور قرض لے کر جمع پونجی صرف کر کے یا کوئی پلاٹ جائیداد وغیرہ فروخت کر کے اپنی عزت کا بھرم رکھ لیتے ہیں۔ لڑکے والے بھی آتش بازی اور خوبصورت بگھیوں کے جلو میں پہنچتے ہیں بہر حال لڑکے والے ہوں یا لڑکی والے...... دونوں نکاح اور رخصتی کی اس تقریب کو ہر لحاظ سے یادگار بنانے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔ بعض اوقات دودھ پلائی اور جوتا چھپائی کی رسم بھی ہزاروں میں پڑتی ہے۔

اخراجات...... پچاس ہزار سے تین لاکھ تک

ولیمہ: اس تقریب میں لوگوں نے مہمانوں کی تواضع کے نئے ریکارڈ قائم کرنے شروع کر دیے ہیں

اصل میں ولیمہ دولھا کے لیے ایک بڑے فنکشن کی حیثیت رکھتا ہے جس میں دوست یار، عزیز و اقارب، محلے دار، وغیرہ مدعو ہوتے ہیں۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ خوشی کی اس تقریب کے موقع پر جتنا بھی خرچ کیا جائے کم ہے۔ دیہی علاقوں میں زمینداروں اور جاگیرداروں کے ہاں اس موقع پر موسیقی کی محفلیں منعقد کرنا معمول کی بات ہے۔ بڑے شہروں کے پوش علاقوں میں موسیقی کے جدید گروپوں کو بلایا جاتا ہے کچھ عرصہ قبل میر پور (سندھ) میں ہونے والی شادی لوگوں کو آج تک نہیں بھولی جس میں مہندی، ہیلی کاپٹر کے ذریعے سے لے جائی گئی۔ لڑکے والوں نے اس مقصد کے لیے پچیس ہیلی کاپٹر مانگے تھے لیکن سول ایوی ایشن نے صرف ایک ہیلی کاپٹر دیا ولیمے کے موقع پر مسلسل سات روز تک کھانا چلتا رہا اور لاہور سے منگوائی گئی ٹینٹ سروس کا ٹھیکہ سترہ اٹھارہ لاکھ روپے میں طے ہوا۔ برصغیر میں راجوں مہاراجوں کی شادیوں پر بھی کروڑوں روپے صرف کیے جاتے ہیں اور یورپ اور امریکہ میں شادی کے موقع پر دی جانے والی ہیرے کی انگوٹھیاں کروڑوں کی مالیت کی ہوتی ہیں۔ امریکی اداکار ٹام کروز نے اپنی ہونے والی بیوی پنی لوپ کے لیے ایک لاکھ ڈالرز (تقریباً ستر لاکھ) کا ایک جوڑا تیار کروایا ہے۔ غرض دنیا میں ہر شخص وسائل کے مطابق اس تقریب کو یادگار بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ اصل امتحان غریب، متوسط اور سفید پوش طبقے کا ہوتا ہے جو اس آزمائش میں پورا اترنے کے لیے کمیٹیوں، پراویڈنٹ فنڈ، انشورنس کے پیسوں اور قرضوں سے کام چلاتے ہیں ایک دن کی اس تقریب کا خرچ پورا کرنے کے لیے برسوں قرض اتارتے ہیں دولھا اور دلھن کو وصول ہونے والی سلامیوں اور تحائف کی مالیت اتنی نہیں ہوتی کہ شادی کے جملہ اخراجات پورے ہوسکیں۔

اخراجات...... پچاس ہزار سے پانچ لاکھ تک

دعوتی کارڈز، لائیٹنگ، میوزک، ویڈیو اور فوٹو سیشن:

یہ لوازمات بھی شادی کی تقریبات کا حصہ بن گئے ہیں شادی کارڈوں میں اب اتنی ورائٹی دستیاب ہے کہ انتخاب مشکل ہو جاتا ہے تاہم ایک برس قبل لاہور میں ایک شادی کارڈ کا بہت چرچا رہا جو ماضی کے شاہی فرمانوں کے ڈیزائن میں تیار کیا گیا تھا لفافوں کے بجائے اسے خصوصی پارسلوں

کے ذریعے بھیجا گیا۔ کارڈوں پر ایک ہزار روپے سے لے کر پانچ ہزار روپے تک خرچ ہوتے ہیں شادی کے موقع پر گھروں پر لائٹنگ پر بھی کافی خرچ ہوتا ہے بعض لوگ دور دور تک قمقموں سے جگمگاتی ہوئی آرائشی محرابیں تیار کرتے ہیں یہ لائٹنگ کئی کئی روز تک جاری رہتی ہے کوئی زمانہ تھا جب شادی پر صرف فوٹوگرافی کی جاتی تھی اب ویڈیو فلم شادی کا لازمی جز وتصور ہونے لگی ہے اور مایوں سے لے کر مہندی رخصتی اور ولیمے تک ایک ایک لمحے کو فلم میں محفوظ کر لیا جاتا ہے یہ کام بھی ہزاروں میں ہوتا ہے تاہم اس کے بعد بھی اکثر جوڑے مشہور فوٹوگرافروں سے فوٹو سیشن کراتے ہیں جس پر بیس سے چالیس ہزار روپے خرچ ہوتے ہیں ولیمے کے بعد رات کو محفل موسیقی کے انعقاد کا رواج بھی مقبول ہو رہا ہے جس کے نتیجے میں ایسی محفلیں منعقد کروانے والے ادارے برساتی کھنبیوں کی طرح وجود میں آ گئے ہیں مختلف قسم کے بینڈز بھی نوجوانوں میں معروف ہیں شہروں میں اگر یہ جدید گروپس آواز کا جادو جگاتے ہیں تو دیہات میں زمیندار اور جاگیردار شادی کے بعد موسیقی اور مجرے کی محفلیں منعقد کرنے میں کوئی عار نہیں سمجھتے بلکہ اسے ثقافتی روایات کا حصہ سمجھا جاتا ہے۔ اب دولت مند گھرانوں میں ہنی مون کا رواج تو عام ہے لیکن متوسط طبقے بالخصوص کاروبار سے وابستہ لوگ پاکستان میں ہی شمالی علاقوں کی سیر وسیاحت کا اہتمام کر ہی لیتے ہیں۔ اوپر جن چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے اگر ان کے مجموعی اخراجات کا اندازہ لگایا جائے تو یہ لاکھوں سے کم نہیں ہوتے۔

ویڈیو اور فوٹوگرافی اگرچہ شوقیہ اور یادگاری مقصد کے تحت ہوتی ہے لیکن اس میں شرعی اور اخلاقی قباحتیں موجود ہیں۔ ہر عورت کا پردہ ہے اسے اس کی پابندی کرنی چاہیئے ہمارے گھرانوں میں بچیوں اور خواتین کی اچھی خاصی تعداد موجود ہے جو کسی بھی صورت اپنے آپ کو بے پردہ نہیں کرنا چاہتیں لیکن ویڈیو کیمرے سب کو بے نقاب کر دیتے ہیں اور برس ہا برس کا پردہ اس ویڈیو کی نذر ہو جاتا ہے۔ ایک دینی رسالے میں آج سے چند برس قبل یہ رپورٹ چھپی تھی کہ شمالی لاہور کے ایک علاقے میں ایک دکان میں بلیو پرنٹ دکھائے جا رہے تھے۔ ان لوگوں نے شادیوں کے موقع پر جوان لڑکیوں کی لی گئی تصاویر کو باہم جوڑ کر ہیجان خیز بلیو پرنٹ بنا رکھے تھے اور نوجوان لڑکوں سے پیسے وصول کر کے انہیں یہ بلیو پرنٹ دکھاتے تھے۔ ایک لڑکے نے دیکھا کہ یہ تو ان کے گھر ہونے والی شادی کے

موقع اس کی رشتہ دار خواتین کی تصاویر ہیں۔ اس پر خوب فساد برپا ہوا۔

اخراجات...... تیس ہزار سے ایک لاکھ تک

مکلاوا: شادی خانہ آبادی کی ہفتوں جاری رہنے والی تقریبات کا آخری آئیٹم مکلاوا ہوتا ہے جس میں دلھن رخصتی کے دو تین دن بعد اپنے والدین اور اہل خانہ سے ملنے کے لیے دولھا کے ساتھ اپنے گھر آتی ہے بعض گھرانوں میں رواج ہے کہ اس موقع پر بھی لڑکے والوں کو سوٹ دیے جاتے ہیں اگر یہ نہ بھی ہو تو بہر حال شاندار دعوت کا انعقاد اس آخری فنکشن کا ایک اہم حصہ ہوتا ہے جس میں فریقین کے عزیز و اقارب شرکت کرتے ہیں اس تقریب میں بھی قسم قسم کے پکوان پیش کیے جاتے ہیں بعض لوگ گھر پر ایسی تقریب کے انعقاد کی بجائے کسی مشہور ریسٹورنٹ میں قریبی رشتہ داروں کو مدعو کر لیتے ہیں اور نئے نئے ملبوسات کا مظاہرہ کرنے میں کسی سے پیچھے نہیں رہتے۔

اخراجات...... پانچ ہزار سے دس ہزار تک

منگنی' شادی کی تاریخ کا دن ''لینے'' مایوں بیٹھنے' مہندی' ولیمہ' مکلاوا اور دوسری متعدد تقاریب پر خرچ ہونے والی رقم کا مجموعی اندازہ لگایا جائے تو یہ کسی صورت بھی لاکھوں سے کم میں نہیں پڑتی۔ غریب اور متوسط طبقہ کے لوگوں کا بھی کسی نہ کسی طرح دو تین لاکھ روپیہ خرچ ہو جاتا ہے امیروں کا بجٹ تو نصف کروڑ کو چھونے لگتا ہے ایک برس قبل ایک این جی او کی تیار کردہ رپورٹ میں بتایا گیا تھا کہ پاکستان میں ہر سال شادیوں اور جہیز پر کم از کم تیس ارب روپے خرچ ہوتے ہیں اور اگر دولھا اور دلھن کو ملنے والی سلامیوں اور تحائف کی رقم کو بھی شامل کر لیا جائے تو بات کہاں سے کہاں پہنچ جاتی ہے۔ یوں تو سارا سال شادیوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے لیکن اصل سیزن ماہ رمضان المبارک سے پہلے اور پھر عید الفطر سے محرم الحرام کے آغاز تک جاری رہتا ہے اس دوران لاہور میں روزانہ پانچ سو سے زیادہ شادیاں ہوتی ہیں اس سیزن میں بیس کروڑ کے زیور بنتے ہیں شادی ہال کئی کئی ماہ پہلے سے بک ہو جاتے ہیں بلکہ اب تو حالت یہ ہوگئی ہے کہ شادی ہال سے تاریخ کی توثیق کے بعد شادی کی تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔ کپڑوں پر سلمیٰ ستارے اور کشیدہ کاری کرنے والے کاریگروں کو سر کھجانے کی فرصت

نہیں ہوتی۔ شادیوں کا یہ سیزن روپے پیسے کو جس طرح حرکت میں لاتا ہے اتنی قوت اور کسی انڈسٹری میں نہیں ہوتی کہ وہ معاشی سرگرمیوں کو فعال انگیز بنائے۔

لوگ کیا کہیں گے؟:

ماہرین تعلیم، منتظمین، وکلا، دکانداروں، زندگی کے مختلف شعبوں اور مختلف طبقوں سے تعلق رکھنے والے مرد خواتین سے اس موضوع پر بات کی گئی اور ان سے پوچھا گیا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ امیر، غریب، متوسط اور اعلیٰ گھرانے کے لوگ شادیوں پر اتنا خرچ کیوں کرتے ہیں تو اکثریت کی رائے یہ تھی کہ اکثر لوگ چاہے ان کا تعلق غریب طبقے سے ہو یا امیر گھرانے سے شادی پر اس لیے بے تحاشا خرچ کرتے ہیں کہ اپنے عزو اقارب، رشتہ داروں، دوستوں اور محلے داروں کو مرعوب کر سکیں اور انہیں بتا سکیں کہ وہ بھی کسی سے کم نہیں ہمارے ذہنوں میں یہ بات سما چکی ہے کہ اگر ہم نے بیٹی یا بیٹے کی شادی دھوم دھام سے نہ کی اور تمام رسومات کو پوری طرح نہ نبھایا تو لوگ یہ سوچیں گے کہ ان کے حالات خراب ہیں یہاں ہر شخص اپنی ناک کو اونچا رکھنا چاہتا ہے اور وہ کسی صورت اپنے رشتہ داروں اور عزیز و اقارب پر یہ ظاہر نہیں ہونے دینا چاہتا کہ وہ کسی سے کم ہے مثلاً محکمہ اریگیشن میں گریڈ ۱۴ کے ملازم عبدالشکور نے کہا کہ وہ ذاتی طور پر شادی پر بے جا اخراجات کا مخالف ہے لیکن اس کی بیوی کہتی ہے کہ اگر انہوں نے بیٹی کے جہیز میں کم چیزیں دیں تو رشتہ داروں میں اس کی ناک کٹ جائے گی اس کی بیوی نے بیٹی کے پیدا ہوتے ہی جہیز بنانا شروع کر دیا تھا۔ شکور نے بتایا کہ وہ دوسری رسموں کا تو مخالف ہے البتہ بیٹی کی رخصتی پر باراتیوں کی بہترین تواضع کے حق میں ہے تاکہ لڑکے والوں پر اس کا اچھا اثر پڑ سکے۔ یہ بات مشاہدے میں آئی ہے کہ اگر بارات کی معیاری کھانوں سے ضیافت نہ کی جائے تو لڑکی کو عمر بھر طعنے سننے پڑتے ہیں لیکن افسوس کہ بہتر سے بہتر کی بھی کوئی حد نہیں رہی۔

اس سلسلے میں ہم نے ایک ایسے صاحب سے ملاقات کی جن کی شادی ۱۹۴۷ء میں ہوئی تھی ہم نے ان سے پوچھا کہ کیا ماضی میں بھی شادیوں پر اتنا زیادہ خرچ کیا جاتا تھا ۷۵ سالہ بینکر، ادیب اور کالم نگار حفیظ رضا پسروری نے کہا کہ شادیوں میں شان و شوکت، نمود و نمائش، بے جا اسراف اور رسم و

رواج قیام پاکستان کے بعد شروع ہوا جب دولت غلط ہاتھوں میں آ گئی معاشرتی اور سماجی بحران اور ناجائز الاٹمنٹوں کی وجہ سے امیر لوگ غریب اور غریب امیر ہو گئے پھر ایوب خان کے زمانے ہی سے کرپشن، ہیرا پھیری اور بدعنوانیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا اور ہوس زر کی ایسی دوڑ شروع ہوئی جو آج تک جاری ہے پاکستان پر دنیا کے کرپٹ ترین ممالک کا لیبل بھی چسپاں ہوا جناب حفیظ رضا نے کہا کہ جب میری شادی ہوئی اس وقت ٹوٹل سلامی میں کل گیارہ روپے اکٹھے ہوئے تھے۔

دلھن کو تیل مہندی لگائی گئی تھی لیکن اس میں چار پانچ اہل خانہ نے شرکت کی اور اس رسم پر کل پانچ دس روپے خرچ ہوئے تھے اس وقت بھی جہیز تھا لیکن یہ متوسط گھرانوں میں ۸ گلاسوں، ۸ سٹیل کے پیالوں، ۸ کھیسیوں دو لحافوں اور ضرورت کے عام برتنوں پر مشتمل ہوتا تھا۔ سب کام سادگی سے ہوتے تھے۔ لوگ سنت نبوی ﷺ پر عمل کرتے تھے اور نبی کریم ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کو جہیز میں جو کچھ دیا تھا اس کا سب مسلمانوں کو علم ہے۔ لیکن اب تو حالت یہ ہے کہ سیالکوٹ کے بیشتر گھرانوں میں یہ رواج چل پڑا ہے کہ جہیز میں ایک کلو سونا ضرور ہونا چاہیے۔ دولھا کو ۴۰، ۴۰ ہزار روپے کی ڈشیں پیش کی جاتی ہیں میرے نزدیک اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اکثر لوگوں کے پاس ناجائز ذرائع سے کمائی ہوئی دولت آ گئی ہے جس کا اتنی بے دردی سے استعمال کیا جاتا ہے جب تک دولت کی منصفانہ تقسیم نہیں ہو گی شادیوں پر اخراجات کے یہ ہوش ربا مظاہرے دیکھنے میں آتے رہیں گے۔ ایک اسلامی معاشرے میں ایسا نہیں ہوتا کہ لاکھوں لڑکیاں جہیز نہ ہونے کی وجہ سے بڑھاپے کی دہلیز تک پہنچ جائیں اور بعض لوگ مہندی کی رسم پر اتنا خرچ کر دیں کہ اس سے سینکڑوں غریب لڑکیوں کا جہیز بن سکتا ہو۔

سوال یہ ہے کہ مسئلے کا حل کیا ہے؟:

ماہرین سماجیات اور علمائے کرام سے بات چیت کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ جب تک معاشرے میں طبقاتی اونچ نیچ ختم نہیں ہو گی، دولت کی منصفانہ تقسیم نہیں ہو گی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اسلامی تعلیمات کو فروغ نہیں دیا جائے گا اس قسم کے غلط رسم و رواج جڑ پکڑتے رہیں گے۔

ہمارے معاشرے میں پھیلی ہوئی کرپشن' بدعنوانی اور ناجائز طریقوں سے کمائی گئی دولت بھی اس رجحان کا ایک سبب ہے جس کی وجہ سے ہم اپنی آسانی سے حاصل کی گئی دولت کی نمائش کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ ریسرچ سکالر علامہ شبیر بخاری نے کہا کہ اسلامی تعلیمات کی رو سے شادی کی تقریب بس اتنی ہی ہے کہ مسجد میں نکاح پڑھوایا جائے اور ولیمے پر قریبی عزیز و اقارب کو سادہ کھانے پر مدعو کرلیا جائے لیکن یہ باتیں اب ماضی کا حصہ بن گئی ہیں اگر معاشرے میں شادیوں کی اجتماعی تقاریب کو رواج دیا جائے جس میں تین چار سو جوڑوں کا بیک وقت نکاح پڑھوانے کے بعد شرکاء کی چائے مٹھائی سے تواضع کی جائے تو ہمارے اس مسئلے کا فوری حل تلاش کیا جاسکتا ہے۔ جہاں تک تیل مہندی، جہیز اور دوسری تقاریب پر بے دریغ خرچ کرنے کا تعلق ہے یہ کام تنہا حکومت قانون کے زور پر نہیں کرسکتی۔ اس کے لیے خود لوگوں کو اپنی سوچ میں تبدیلی لانا پڑے گی۔

ماہرین اقتصادیات کیا کہتے ہیں؟

ممتاز ماہر اقتصادیات اور پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ اکنامکس کے پروفیسر ممتاز انور چودھری نے شادی کے اخراجات کے سلسلے میں پاکستانی معاشرے کے بعض متضاد اور دلچسپ گوشوں کی نشاندہی کی جس کی واضح جھلک شادی بیاہ پر نظر آتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ بلاشبہ پوری دنیا میں پاکستانی شادی کو قیمتی ترین کہا جاسکتا ہے یہاں ایک متوسط اور غریب خاندان بھی لاکھوں خرچ کردیتا ہے لیکن اس ملک میں جہاں شادی بیاہ پر بے دریغ پیسے خرچ کیے جاتے ہیں وہاں عالم یہ ہے کہ ۵ کروڑ ۱۰ لاکھ افراد غربت کی لکیر سے بھی نیچے زندگی گزار رہے ہیں۔ ۷ کروڑ افراد پینے کے پانی کی سہولت سے محروم ہیں' ۵۰ فیصد آبادی ایک کمرے میں زندگی بسر کرتی ہے' ۸۰ فیصد سے زیادہ غیر ملکی قرضے ہیں' ملک میں مہنگائی کی صورت یہ ہے کہ وفاقی ادارہ شماریات کی ایک رپورٹ کے مطابق (جو رواں سال کے دوران ملک کے ۵۲ شہروں میں ۴۰ ہزار ۸۰۰ خاندانوں کے سروے کے بعد مرتب کی گئی) لوگوں نے اشیائے خوراک کی خریداری 5.2 فیصد اور علاج معالجہ کے اخراجات ۲ فیصد کم کردیے ہیں۔ مہنگائی اور بے روزگاری کے ہاتھوں خودکشی کرنے والوں کی شرح میں اضافہ ہو رہا ہے لیکن

دلچسپ بات یہ ہے کہ جہاں شادی بیاہ کی بات آتی ہے وہاں اخراجات کا کوئی پیمانہ مقرر نہیں ہر شخص استطاعت سے بڑھ کر خرچ کرتا ہے میرا مشاہدہ ہے کہ ۸۰ فیصد لوگ مجبوراً سود پر ادھار' قرض حسنہ اور پراپرٹی وغیرہ بیچ کر یہ کڑوی گولی نگلتے ہیں سرکاری اور غیر سرکاری ملازمین بالعموم اس وقت شادی کی تاریخ پکی کرتے ہیں جب انہیں پراویڈنٹ فنڈ ملتا ہے یا انشورنس پالیسی میچور ہوتی ہے۔ کئی لوگ اس وقت حامی بھرتے ہیں جب انہیں کہیں سے قرض ملنے یا کمیٹی نکلنے کی امید ہوتی ہے۔ عام لوگوں سے دل کی بات پوچھیں تو وہ یہی کہیں گے کہ شادی بیاہ پر اخراجات اور عزیز واقارب اور دوستوں کی شادیوں پر دی جانے والی سلامیوں نے ان کی نیندیں خراب کر دی ہیں لیکن کیا کریں مجبوراً یہ سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔ ممتاز انور نے کہا ہے کہ ''بہر حال لوگ مجبوراً یہ کام کریں یا خوش دلی سے' یہ بات طے ہے کہ ترقی یافتہ ممالک کی صف میں ۱۰۰ ویں نمبر پر آنے والے ملک پاکستان میں شادی بیاہ' دنیا کا سب سے قیمتی بندھن ہے۔ جس پر غریب متوسط اور سفید پوش طبقہ کے لوگ نہ چاہتے ہوئے بھی لاکھوں خرچ کر دیتے ہیں اور امیر لوگ تو اتنا خرچ کرتے ہیں کہ خدا کی پناہ!''

کروڑوں روپے...... جو تہہ نشین ہو جاتے ہیں

ہمارے یہاں ہونے والی شادیوں کا ایک دلچسپ اور عبرت آموز پہلو یہ بھی ہے کہ لوگ دلھنوں کے عروسی ملبوسات اور زیورات پر کروڑوں روپے کی جو رقم صرف کرتے ہیں وہ کسی کام نہیں آتی بلکہ شہنائیوں کی گونج اور مبارک سلامت کا شور مدہم پڑتے ہی یہ دولت ٹرنکوں' بکسوں' اٹیچی کیسوں اور لاکروں میں فینائل کی گولیوں اور نیم کے پتوں کے ساتھ تہہ نشین ہو جاتی ہے ہمارے معاشرے میں شادیوں پر فضول رسم ورواج کی حالت یہ ہے کہ ایک عام گھرانہ بھی دلھن کے لیے لہنگا یا غرارہ لینا ضروری سمجھتا ہے۔ جس پر کم از کم پانچ ہزار کی لاگت آتی ہے لیکن امیر اور دولت مند طبقے کی دلھن صرف ایک دو روز کے لیے جو لہنگا اور عروسی جوڑا زیب تن کرتی ہے وہ بعض اوقات ایک لاکھ سے بھی زائد مالیت کا ہوتا ہے جسے چھ کاریگر ڈھائی تین ماہ کی دیدہ ریزی کے بعد سونے کے تاروں اور موتیوں سے تیار کرتے ہیں۔ سوہا بازار کے ایک کاریگر محمد عالم نے بتایا کہ صرف لاہور میں تین ماہ کے

شادی کے سیزن کے دوران ایسے ایک ہزار عروسی جوڑے تیار ہوتے ہیں جن پر تقریباً ۱۵ کروڑ روپے لاگت آتی ہے جہاں تک سونے کے زیورات کا تعلق ہے یہ رقم بھی اربوں میں بنتی ہے آج کل متوسط طبقے کا خاندان بھی کم از کم ۱۰ سے ۲۰ تولے کے زیورات بنانا ضروری سمجھتا ہے اور زیادہ سے زیادہ کی تو کوئی حد ہی نہیں، غریب بھی دو تولے کا کہیں نہ کہیں سے بندوبست کر ہی لیتا ہے عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ سونا مشکل وقت میں کام آتا ہے لیکن ایسی نوبت کم ہی آتی ہے کیونکہ سہاگ کے اس اثاثے کو بیچنا برا شگون سمجھا جاتا ہے۔[1]

فصل پنجم

شمالی علاقہ جات میں شادی کے رسم و رواج

بلتستان کے رسم و رواج:

بلتستان میں رنگ و نسل اور ذات پات کی تمیز پہلے سے ہی چنداں اہمیت نہیں رکھتی تھی اور نہ ہی شادی بیاہ کے رشتوں اور دوسرے تعلقات میں مانع تھی۔ ایک طبقے کے لوگ دوسرے طبقے کے لوگوں سے رشتہ جوڑ سکتے تھے۔ شاہی خاندان کے لوگ طبقہ امراء میں اور اسی طرح امراء دوسرے عام طبقوں میں شادی بیاہ کرنا معیوب نہیں سمجھتے تھے۔ صرف تین خاندان ایسے تھے جن کے ساتھ دوسرے خاندانوں کے لوگ رشتہ پسند نہیں کرتے تھے۔ یہ خاندان مون (موسیقار)، ہلم کھن (موچی) اور گربا (لوہار) تھے۔ ان خاندانوں میں شادی بیاہ اپنے حلقوں تک محدود تھیں اب کچھ عرصے سے یہ امتیاز بھی ختم ہو چکا ہے۔

بلتستان کے مختلف قبائل و طبقہ کے ازدواجی رسوم ایک دوسرے سے جزوی اختلاف رکھتے ہیں تاہم اکثر طور طریقے ملتے جلتے ہیں۔ مختلف قبائل کی آمیزش کی وجہ سے اور وقتاً فوقتاً ہونے والی تبدیلیوں کے باعث ان رسوم میں کافی رنگینی آئی ہے۔ ان رسوم کی جڑیں مسلسل عمل اور پابندی کی وجہ سے اتنی گہرائی میں چلی گئی ہیں کہ باقاعدہ معاشرتی و سماجی قانون کی شکل اختیار کر چکی ہیں۔ رسم کی خلاف ورزی کی وجہ سے معاشرے میں اس شخص کے ساتھ سماجی بائیکاٹ تک کی نوبت آتی ہے یا رواج

کے مطابق جرمانہ لیا جاتا ہے جسے ''چھدپا'' کہتے ہیں۔

بلتستان میں بسنے والے کشمیری اور درد قبائل میں شادی بیاہ کی رسم باقیوں سے بالکل مختلف ہیں۔ جبکہ دیگر لوگوں میں جاگیردار طبقہ اور انکے وزراء خاندانوں میں بھی یہ رسوم انتہائی پر تکلف ہیں۔ ان خاندانوں میں عام بلتی معاشرے میں مروجہ رسوم کے علاوہ جو رسم ورواج موجود ہیں ان میں ''ہرتہ سیر'' ''ہرتہ فسوس ولم زان'' ''تو قلتے نن ما'' ''جہیز'' ہرژ دستروس'' وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ چونکہ یہ رسوم بعض اعلیٰ طبقہ کے مخصوص خاندانوں میں مروج ہیں اس لئے ان کا یہاں تذکرہ مناسب نہیں۔ البتہ اس باب میں عام بلتی شادیوں کے رسم ورواج کا تذکرہ مختصر طور پر کیا جاتا ہے۔

شادی کا ابتدائی مرحلہ:

بلتستان میں زیادہ تر لوگ قریبی رشتہ داروں میں شادی کرنا پسند کرتے ہیں اور یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس قسم کی شادیوں سے رشتہ داری کے تعلقات محدود ہونے کے ساتھ ساتھ مضبوط اور مستحکم ہو جاتے ہیں۔ یہاں یہ رواج عام ہے کہ رشتہ کے لئے پیغام ہمیشہ لڑکے والوں کی طرف سے دیا جائے۔ لڑکے والوں کی طرف سے بہت زیادہ اصرار کے بعد ہی لڑکی کی طرف سے رضامندی کا اظہار ہوتا ہے اس امر کے پیش نظر مقررہ دن اور تاریخ کو لڑکے کے والدین اپنے خاندان کے کسی بزرگ یا گاؤں کے ایک معزز اور بارسوخ شخص کو ''بلپا'' یعنی رابطہ کار بنا کر لڑکی کے والدین کے پاس بھیج دیتے ہیں۔ اس شخص کو یہ ہدایت ہوتی ہے کہ وہ رشتہ کا پیغام پہنچانے کے بعد اس کے جواب کا انتظار کرے۔ دریں اثناء لڑکی کے والدین اپنے رشتہ داروں سے مشورہ کرتے ہیں اور ان میں رسمی فیصلہ کا زیادہ تر اختیار لڑکی کے ماموں کے پاس ہوتا ہے۔ لڑکی والوں کی طرف سے رضامندی ملنے کی صورت میں ''بلپا'' ان کو اس پیغام سے مطلع کر دیتا ہے اور شادی کی باقاعدہ تیاریاں شروع ہو جاتی ہیں۔ بلتی شادیوں میں والدین اور ان کے رشتہ دار لڑکی یا لڑکے کو رشتہ کے لئے منتخب کر دیتے ہیں اور رسم کے مطابق انہیں اپنے والدین کے فیصلے پر پابند رہنا پڑتا ہے۔ اکثر و بیشتر لڑکی اور لڑکے کی کمسنی میں ان کے باپ یا دادا نہ صرف ان کی شادی کا عہد و پیمان بلکہ اپنی سرپرستی میں نکاح بھی کروا دیتے

ہیں۔ کم سنی میں ادا ہونے والی اس رسم کو "لزوق بخستون" یعنی قابل واپسی شادی کہتے ہیں۔ یہ رسم لڑکی اور لڑکا دونوں کی بلوغت کے بعد دوبارہ ادا کی جاتی ہے۔

کھہ میتھل:

یہ بلتی کے دو الفاظ "کھہ" بمعنی منہ اور "میتھل" بمعنی تجاوز نہ کرنا سے مشتق ہے۔ یعنی لڑکی کے والدین کے منہ پر قفل بندی۔ کھہ میتھل کی رسم کے بعد دونوں فریق روایتی طور پر اپنے وعدوں کے پابند ہو جاتے ہیں اور یہ رسم شادی کی تجویز قبول ہونے کے بعد ادا کی جاتی ہے۔ یہ رسم شروع میں صرف طبقہ امراء میں مروج تھی۔ رفتہ رفتہ تمام چھوٹے بڑے خاندانوں میں رواج پایا۔ اس رسم میں لڑکے کے والدین پہلے سے مقررہ تاریخ کو گول شکل میں پکی ہوئی پچاس روٹیاں "کھر با" خوبانی کے مغز کا تیل (چولی مار) دو سیر، ایک بکرا، بیس سیر گندم یا جو اور بارہ کپڑے لڑکی کے گھر بھیج دیتے تھے۔ ان کی تعداد مختلف علاقوں میں مختلف ہو سکتی ہیں۔ لیکن آج کل اس رسم میں کافی حد تک تبدیلی آئی ہے اور بعض علاقوں میں "کھہ میتھل" کا رواج ہی ختم ہو گیا ہے۔ بلتستان کی مروجہ رسم کے مطابق کھہ میتھل کا تحفہ لڑکی کے والدین، رشتہ دار اور مہمانوں کے سامنے رکھا جاتا ہے جس کا گانٹھ دلہن کے ماموں کو کھولنا پڑتا ہے۔ اس رسم میں ایک پر لطف مذاق بھی رائج ہے کہ کھہ میتھل کو جس چادر میں باندھا جاتا ہے اس کے گانٹھ رسمی طور پر اتنے سخت کس دیئے جاتے ہیں کہ کھولنے والے کے لئے انتہائی دقت کا سامنا ہوتا ہے۔ یہ گانٹھ دلہن کے ماموں کو کھولنی ہوتی ہے کھہ میتھل کے گانٹھ کھولنے کے بعد ماموں سر مجلس سجدہ شکر بجا لاتا ہے۔ اس کے بعد کھہ میتھل کو مہمانوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس میں سب سے زیادہ حصہ دلہن کے ماموں اور "بلپا" کا ہوتا ہے۔

رسم نکاح خوانی:

رشتہ ازدواج طے ہونے کے بعد کوئی مذہبی عالم لڑکا اور لڑکی یا ان کی طرف سے مقرر کردہ وکلاء سے رضامندی حاصل کر کے نکاح پڑھتا ہے اور نکاح خوان کو کچھ رقم اجرت کے طور پر دی جاتی ہے۔ کچھ عرصہ قبل تک رسم نکاح عام طور پر شادی کے دن ہی کی جاتی تھی لیکن اب ایسا نہیں ہے۔

شادی کی تاریخ کا تعین:

شادی کی تاریخ مقرر کرنے کے لئے ہر دو فریق سے مشورہ کرنا ''بلپا'' کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ بلتستان میں شادیوں کے لئے بہترین اور مناسب موسم ستمبر اور اکتوبر ہے۔ اولاً اس موسم میں تمام فصل کی آمدنی گھر میں جمع ہو چکی ہوتی ہے۔ دوسرا یہ کہ وہ ان مہینوں میں اپنے کام کاج سے بھی فارغ ہو جاتے ہیں اور گرمی و سردی کے لحاظ سے بھی یہ دورانیہ معتدل ہوتا ہے۔ شادیوں پر کسی مذہبی عالم سے نجوم کی کتاب دیکھے بغیر تاریخ کا تعین نہیں کیا جاتا۔ جمعرات' جمعہ اور اتوار' کے دنوں کو شادی کے لئے ترجیح دی جاتی ہے۔ نیز ساتھ ہی قمری حساب سے بھی تاریخ کا نیک ہونا لازمی تصور کیا جاتا ہے۔ شادی کے موقع پر کھانے پینے کی تمام سرگرمیاں رات کو ہوتی ہے۔

رسم قرآن خوانی:

عام بلتی معاشرے میں شادی کی تقریب کا آغاز قرآن خوانی سے ہوتا ہے۔ فریقین کے گھروں میں رشتے دار، علما، سادات، اور محلے کے قرآن پڑھ سکنے والے لوگوں کو قرآن خوانی کے لئے دعوت دی جاتی ہے۔ کچھ عرصہ معاشرہ میں شادی کے مواقع پر برسوں پرانا گھی کھلانا خاندانی افتخار اور وجہ شہرت سمجھا جاتا تھا۔ لیکن اب یہ باتیں قصہ پارینہ بن چکی ہیں اور آج کل چاول کے ساتھ کشمیری طرز کے سالن بنائے جاتے ہیں۔

کھُور ہرکق:

اگلے دن قریبی رشتہ داروں اور گاؤں کے معزز لوگوں کو دوبارہ دعوت دی جاتی تھی جن کی یکے بعد دیگرے قہوہ، کلچہ اور مقبول خوارک ''پھور پھور'' سے تواضع کی جاتی تھی لیکن یہ بھی گذشتہ وقتوں کی بات ہے۔ نمکین چائے سے محفل اختتام پذیر ہونے کی روایت اب بھی باقی ہے۔ یہ دن ''کھور ہرکق'' کہلاتا ہے۔ اسی دن سے شادی کے لئے روٹیاں پکانا شروع کرتے تھے۔ ان روٹیوں کو توڑ کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے چمڑے کی تھیلیوں میں بھر دیا جاتا تھا اور حسب ضرورت آب گوشت میں بھگو کر مہمانوں کو پیش کیا جاتا ہے۔ اب ''کھوربا'' کی جگہ چاول استعمال ہو رہے ہیں۔

تھُودمہ:

شرکائے تقریب اپنی استطاعت کے مطابق اور حسب رواج لڑکا اور لڑکے کے والدین کو

نقد یا اجناس کی شکل میں امداد دیتے ہیں جو ''تھودمہ'' کہلاتا ہے۔ گویا یہ شادی کے اخراجات پورا کرنے کے لئے ایک قسم کا چندہ ہے۔ بلتی اصطلاح میں اسے ''قاری کوقپی بولون'' یعنی تقاضا نہ کیا جانے والا قرضہ بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ اس امداد کو یاد رکھ کر اس شخص کو مقروض کی طرح دوسروں کی شادیوں پر واپس کرنا پڑتا ہے۔ واضح رہے کہ یہ امداد نقد رقوم، گندم، جو، مکھن، بکرے اور کپڑوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ آج کل لوگ نقد ہی دیتے ہیں۔

''سیر موسینگ'' اور ''مار بجوس'':

شادی سے ایک روز قبل لڑکے اور لڑکی کے تمام رشتہ داروں، دوستوں اور بزرگوں کو ہر دو گھروں میں عشائیے کے لئے دعوت ہوتی ہے جسے ''سیر موسینگ'' یعنی رسم حنا کہتے ہیں۔ اسی شب بلتستان کے رواج کے مطابق لڑکی کے ماموں اور چچا وغیرہ پر مشتمل کم سے کم چار رکنی ایک وفد خصوصی طور پر لڑکے کے گھر جاتا ہے۔ بلتی اصطلاح میں انہیں ''مار بجوسپا'' ہوتے ہیں جن کی تعداد چار سے آٹھ تک ہوتی ہے۔ اس وفد کے دولہا کے گھر جانے کا بنیادی مقصد لڑکے کے گھر کا جائزہ لینا، رشتہ داروں کو پہچاننا، باراتیوں کو کھانے کے لئے گھی کا معائنہ کرنا اور ان کے لئے کمرے کا انتخاب کرنا بتایا جاتا ہے۔ عہد رفتہ میں لوگ باراتیوں کے لئے گھی پگھلا کر کسی دیگچی میں ڈالتے اور اسے ایک الگ کمرے میں بند کر کے اس کمرے کی چابی خود اپنے پاس رکھتے تھے۔ اس رسم میں ایک اور دلچسپ بات یہ تھی کہ گھی تول کر لیا جاتا تھا اور تولتے وقت ماموں اپنے ہاتھ کی صفائی اور مہارت کا مظاہرہ کرتے ہوئے زائد گھی حاصل کر لیتا جسے وہ اپنی ذاتی نگرانی میں رکھتا۔ شادی کے بعد جو گھی بچ جاتا اسے گھر والوں کو واپس کر دیا جاتا۔ اس طرح بسا اوقات یہ بھی ہوتا تھا کہ ساٹھ ستر براتیوں کا اتنا سارا گھی کھانے کے باوجود وہی مقدار واپس ہوتی تھی جو انہوں نے تول کر حاصل کر لی تھی۔ اس طریقے کو بلتی اصطلاع میں ''مار تھین'' کہتے ہیں۔ یہ ادا صرف ایک بے مقصد شغل کے طور پر کی جاتی تھی۔

مہندی کی رات کھانے سے فارغ ہونے کے بعد جب بزرگ لوگ اپنے اپنے گھروں کی طرف منتشر ہو جاتے تو دولہا کے دوست اور ہم عمر لڑکے اور دلہن کی سہیلیاں الگ الگ متعلقہ گھروں

میں رقص وموسیقی اور بلتی گانوں کی محفلیں جمانے میں لگ جاتے ہیں۔تقریباً آدھی رات کولڑکا اور لڑکی کے ہاتھوں میں مہندی لگائی جاتی ہے۔ اب کچھ عرصے سے موسیقی کی یہ محفلیں بھی ماند پڑ رہی ہیں۔ ورنہ ماضی قریب تک موسیقی کی یہ محفلیں شادی کی تقریبات میں لازمی تھیں اور زوردار طریقے سے محفلیں جمتی تھیں۔

سکون تھق:

دولہا کو رشتہ داروں، دوستوں اور گاؤں کے معززین کے روبرو عروسی لباس پہنایا جاتا ہے۔ وہ پہلے رسمی طور پر دلہن کے گھر پر مدعو ہوتے ہیں۔ دولہا کو گھوڑے پر بٹھایا جاتا ہے اور چند رشتہ دار اور معزز افراد درود پڑھتے ہوئے جلوس کی شکل میں پیدل چلتے ہیں۔ بارات کا جلوس دیکھنے کے لئے راستے میں آئے ہوئے لوگوں اور بچوں کے درمیان مٹھائیاں، خوبانی کے مغز اور سکے کی ریزگاریاں نچھاور کیجاتی ہیں۔ اب یہ جلوس پیدل جانے کی بجائے گاڑیوں میں بدل گئے ہیں۔ دلہن کے گھر پہنچ کر رواج کے مطابق تواضع کرنے کے بعد دولہا کو ''سکون تھق'' اور قریبی رشتہ داروں کو ''پھیاق ستد'' کے نام سے نقد اور اجناس کی شکل میں تحائف پیش کئے جاتے ہیں۔ دولہا اپنے سسرال والوں کیلئے آداب بجالاتا ہے۔ اس کے بعد دولہا معہ دیگر ساتھیوں کے اجازت لے کر اپنے گھروں کو واپس چلا جاتا ہے۔ یادرہے کہ یہ رسم بھی کچھ عرصہ سے ختم ہو چکی ہے البتہ ''سکون تھق'' اور ''پھیاق ستد'' کے نام سے کچھ رقم کپڑے باراتیوں کے ساتھ دولہا کے گھر بھیج دیئے جاتے ہیں۔

بل تھود:

یہ بلتی شادیوں میں ایک انوکھی رسم ہے۔ جو بلتی اصطلاع میں دو الفاظ ''بل'' بمعنی اون اور ''تھود'' بمعنی پگڑی کا مجموعہ ہے۔ دولہا کے سر پر پگڑی باندھی جاتی ہے اور اس کے اوپر اون سے بنی ہوئی لڑیاں سجائی جاتی ہیں اور ان لڑیوں کو ''بل تھود'' کہتے ہیں۔ سفید اون سے گالوں کو بنا کر اون ہی کے دھاگوں سے انہیں جوڑ دیا جاتا ہے اور چودہ معصوم اماموں کے نام پر لڑی کی تعداد چودہ ہوتی ہیں۔ لڑیاں پگڑی پر اس طرح سجائی جاتی ہیں کہ اس کی سات لڑیاں دائیں اور سات بائیں رخسار پر

لٹک جائیں۔ دلہن کو بھی چاندی کے زیورات سے مزین ٹوپی کے اوپر بل تھود پہنایا جاتا ہے۔ یہاں کے لوگ بل تھود کو عروسی لباس میں سب سے زیادہ متبرک سمجھتے ہیں اور والدین اسے شادی کے بعد ممکنہ عرصہ تک اپنے گھروں میں محفوظ رکھتے ہیں۔ دولہا عروسی لباس پہننے کے بعد سجدہ میں کرتا ہے اور تقریب میں شریک تمام لوگ اس وقت دولہا کے دامن کو پکڑ کر اپنی اپنی حاجت روائی کے لئے دعا مانگتے ہیں اور دولہا سے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔ یہی طریقہ دلہن کے ہاں بھی ہوتا ہے بعدازاں دولہا اور دلہن اپنے والدین، بہنیں، بھائی، ماموں اور دیگر قریبی رشتہ داروں سے معافی مانگتے ہیں اور زاروقطار روتے ہوئے اظہار تشکر کرتے ہیں۔ دولہا اور دلہن دونوں الگ الگ اپنے رشتہ دار جوانوں اور دوشیزاؤں کی معیت میں محلہ کے قبرستان پر فاتحہ خوانی اور متبرک مقامات کی زیارت کے لئے روانہ ہوتے ہیں۔ اس موقع پر نذرونیاز کے طور پر پیسے بھی دیئے جاتے ہیں۔ دولہا کے جلوس میں ریزگاری اور مٹھائیاں نچھاور کی جاتی ہیں۔

سنیو (باراتی):

شام کے وقت دلہن کو عروسی لباس اور زیورات پہنائے جاتے ہیں۔ تمام قریبی رشتہ دار روتے ہوئے اسے الوداع کہنے کے لئے جمع ہو جاتے ہیں۔ جب دلہن اپنے والدین سے وداع ہونے کے لیے گلے ملتی ہیں تو تمام عزیز واقارب اپنے دبے ہوئے احساسات وجذبات کا مظاہرہ کرتے ہوئے رونے لگتے ہیں اور یہ انتہائی کرب انگیز منظر ہوتا ہے۔ راجہ خاندانوں میں اس موقع پر مخصوص کلاسیکی دھن ''جیلا ہو'' بجائی جاتی ہے جس پر کوئی آنکھ ایسی نہیں ہوتی جو تر نہ ہو۔ لیکن یہ عام خاندانوں میں نہیں ہوتا ہے۔

رخصتی کیلئے دلہن کا ماموں دلہن کو اپنے پیٹھ پر اٹھاتا ہے اور دولہا کے گھر تک لیے جاتا ہے۔ مسافت دور ہونے کی صورت میں گھوڑے یا گاڑی پر سوار کی جاتی ہے۔ اس کے ساتھ پچاس ساٹھ رشتہ داروں اور گاؤں کے معزز لوگوں پر مشتمل ایک بارات جاتی ہے جسے ''سنیو پا'' کہتے ہیں۔ دولہا کو اپنے گھر سے باہر نکلتے وقت سارے باراتی مل کر بہ آواز بلند محمدؐ و آل محمدؐ پر درود پڑھتے

ہیں اور راہ چلتے ہوئے نعت وقصائد پڑھے جاتے ہیں جبکہ گذشتہ وقتوں میں راجہ خاندانوں کی شادیوں پر اس موقع کی مناسبت سے مخصوص دھن ''سنیوپا'' بجائی جاتی تھی۔ باراتیوں کے آگے آگے موسیقاروں کا گروہ ہوتا تھا۔ اب یہ رجحان کم ہوگیا ہے تاہم زرق برق لباس میں ملبوس طمطراق کیساتھ آنے والے باراتیوں کی آمد کا منظر اب بھی بڑا دلکش ہوتا ہے۔ ان کی آمد پر دلہا کے گھر کے صحن میں آگ کا الاؤ لگاتے ہیں جسے ''تھالاپھ با'' کہتے ہیں پہلے زمانے میں ''شوکپا'' کی لکڑی اور پتوں کا خوشبودار دھواں فضا میں لہرانے لگتا یا بھوج پتر کے چھلکے ہرمل جلا کر اس کی خوشبو سے پورا ماحول معطر کر دیا جاتا تھا۔ اب ایسا نہیں ہے۔ لداخ میں باراتیوں ''نی ما'' اور گھر والوں ''تانگما'' کے درمیان سوال و جواب کے منظوم مکالمے ہوتے تھے۔ سوائے مذہب کے اختلاف کے لداخ اور بلتستان کی تہذیب و ثقافت میں کوئی فرق نہیں۔

بلتستان کی شادیوں میں ایک خدمت گار خاتون بھی دلہن کے ساتھ جاتی ہے جو ''منا'' کہلاتی ہے اور وہ ایک ہفتہ تک اس کے ساتھ ٹھہرتی ہے۔ اب یہ رواج نہیں رہا۔ دولہا کے گھر میں باراتیوں کی بڑی عزت وتکریم اور مہمان نوازی کی جاتی ہے۔ دولہا کی خدمت اور دیکھ بھال کے لئے اس کے کسی قریبی دوست یا ہم عمر عزیز کو اس کی اپنی مرضی کے مطابق نامزد کیا جاتا ہے جو ''پھاپا'' کہلاتا ہے۔

کھہ زوس:

شادی کے دوسرے دن گاؤں کی عورتیں اور دولہا کے دوست خشک پھلوں کا تحفہ لے کر اس کمرے میں آتے ہیں جہاں دولہا اور دلہن اکٹھے بیٹھے ہوتے ہیں۔ دلہن کی سہیلیاں اور دولہا کے دوست ان سے ''کھہ زوس'' مانگتے ہیں جو ازدواجی زندگی کے آغاز کا نذرانہ سمجھا جاتا ہے۔ دولہا اور دلہن شرماتے شرماتے وہاں موجود مرد وخواتین میں خشک پھل اور مٹھائیاں بطور ''کھہ زوس'' تقسیم کرتے ہیں۔

گرون زان:

شادی کی دوسری رات دولہا کے والدین دلہن کے گھر والوں کو دعوت پر بلاتے ہیں۔ اس وقت صرف خاص خاص رشتے دار موجود ہوتے ہیں اور کسی غیر کو مہمان نہیں بنایا جاتا۔ یہ ضیافت شادی

کے اختتام کی نشانی ہوتی ہے اور اسے ''گرون زان'' کہا جاتا ہے۔

بوس زان:

شادی کے بعد ہر رشتہ دار دولہا اور دلہن کو اس کے اہل خاندان کے ساتھ باری باری دعوت پر لے جاتا ہے جسے ''بوس زان'' کہتے ہیں۔اس موقع ان کی اچھی خاصی خاطر تواضع کی جاتی ہے اور ''پھیاق ستد'' کے طور پر خشک پھل اور مٹھائیاں تحفہ پیش کئے جاتے ہیں۔اس ضیافت کا مقصد دلہن اور دولہا کے رشتہ داروں کا تعارف کرانا ہوتا ہے۔

حوالہ جات

رسموں کے لئے مندرجہ ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا ہے

۱۔ پاکستان کا ثقافتی انسائیکلوپیڈیا، بلوچستان، ج سوم، ص ۱۵۴۔۱۶۳

۲۔ پاکستان کا ثقافتی انسائیکلوپیڈیا، شمالی علاقہ جات، ج اول ص۔ ۲۳۹۔۲۴۴

۳۔ رزاقی شاہد حسین، پاکستانی مسلمانوں کے رسم ورواج، ۹۹۔۱۰۴، ۱۱۰۔۱۱۸،

۴۔ ای ڈی میکلیگن، پنجاب کے رسم ورواج کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۱۲۳۔۱۲۴، ۱۱۳۔۱۱۸

۵۔ پنجابی، ارشاد احمد، پنجاب کی عورت (حیات و ثقافت) ادارہ تحقیقات پاکستان، دانشگاہ پنجاب لاہور، ص ۳۷۷، ۴۱۲۔۴۱۳

۶۔ روزنامہ جنگ، سنڈے میگزین۔ ص ۸۔۹، ۱۲ فروری ۲۰۰۳۔ ۷ وارث ۔ جمال قادری محمد، اسلام اور شادی، ص ۱۰۲۔۱۰۳

۸۔ رفیع اللہ شہاب، اسلامی تہوار ورسومات۔ دوست ایسوسی ایٹس پبلشرز، اردو بازار لاہور

باب ششم

دورِ نبوت اور موجودہ دور کے شادی بیاہ کے رسم و رواج کا جائزہ

باب ششم

دورِ نبوت کی روشنی میں موجودہ دور کے شادی بیاہ کے رسم و رواج کا جائزہ

گزشتہ باب میں پاکستان کے مختلف علاقوں کے رسم و رواج کا جائزہ لینے سے یہ بات سامنے آئی کہ عہدِ نبوی میں جو رسوم سماج کا حصہ تھیں اور جن پر آپ ﷺ کے دور میں عمل ہوتا رہا ان میں سے بہت سی رسوم کو اب باعث عار سمجھا جاتا ہے۔ جیسے پیغام نکاح میں لڑکی والوں کی طرف سے پہل، لڑکے یا لڑکی کے انتخاب میں اسکی دین داری اور طور اطوار کو اسکے مال، حسن، سٹیٹس اور نسب پر ترجیح، لڑکے اور لڑکی کا ایک دوسرے کو دیکھنا وغیرہ۔ اور جو ناپسندیدہ صورتیں تھیں یا جن رسوم کا اس وقت وجود ہی نہ تھا ان کو مذہب سمجھ کر ان پر کاربند ہیں۔ آپ ﷺ کے دور میں ان رسموں میں سادگی کا پہلو نمایاں ہے جبکہ ہمارے ہاں ان بے معنی رسوم نے لوگوں کی زندگیوں کو اجیرن کر رکھا ہے۔

پاکستان کے مختلف علاقوں کی رسوم کے تجزئے سے یہ بھی پتہ چلا کہ ان میں کچھ رسوم بالکل بے معنی، بے مقصد اور غیر منطقی ہیں۔ کچھ تو ہم پرستی، جہالت اور لاعلمی پر مبنی ہیں۔ کچھ رسوم مذہبی عقائد و نظریات سے بھی متصادم ہیں۔ رسوم کی ایک قسم وہ ہے جس میں تفریح اور خوشی کا اظہار ہے۔ اور کچھ رسمیں وہ ہیں جو دولت مند لوگوں کی اپنی دولت کی نمائش اور دوسروں پر اپنی برتری ثابت کرنے کے لئے اپنائی گئی ہیں۔ گویا اس بات کو اگر دوسرے انداز سے بیان کیا جائے، تو یہ رسوم مذہبی، معاشی اور معاشرتی پس منظر میں ادا کی جاتی ہیں۔

رسوم اسی وقت معتبر اور قابل تقلید بن سکتی ہیں جب وہ کتاب و سنت اور مسلمان علماء کی دینی تشریحات کے مخالف نہ ہوں۔ فلسفہ شریعت اسلام میں لکھا ہے کہ وہی رواج معتبر ہوگا جو اصولی ہو، معتبر دلیل شرعی کے مطابق ہو۔ جو رواج دلیل شرعی کے خلاف ہو وہ قابل قبول نہیں ہوگا[1]۔

اب یہاں پاکستان کی رسموں کا اسلام کی روشنی میں جائزہ لیا جائے گا۔

پیغام نکاح:

دورِ نبوت سے پہلے اور دورِ نبوت میں پیغام نکاح کے لیے اس بات کی کوئی قید نہیں تھی کہ

پیغام لڑکے والوں کی طرف سے جائے یا لڑکی والوں کی طرف سے کئی روایات میں خواتین نے اپنے نکاح کا پیغام خود دیا جیسے کہ باب دوم میں واضح کیا گیا ہے، نہ ہی نکاح کے لیے لڑکے اور لڑکی کی عمر کی کوئی قید تھی۔ پیغام نکاح دین کو دیکھ کر دیا جاتا تھا۔ پاکستان میں زیادہ تر پیغام نکاح ذات پات اور سٹیٹس دیکھ کر بھیجا جاتا ہے، اپنے سے اونچے خاندان میں بچے یا بچی کا رشتہ طے کرنا قابل فخر سمجھا جاتا ہے۔

منگنی:

منگنی کا رواج دورِ نبوت میں بھی تھا اور اب بھی ہے، یعنی جب نکاح کے لیے بات چیت کا آغاز ہوتا ہے اور طرفین کو لڑکی لڑکے میں مناسبت اور موزونیت نظر آتی ہے اور دونوں فریق باہم مطمئن ہو جاتے ہیں تو اس رشتے کے لیے ''ہاں'' کر دی جاتی ہے۔ اس کو کہتے ہیں، نسبت کا طے ہو جانا۔ یعنی دونوں طرف سے پسندیدگی کا اظہار اور قول و اقرار کا ہو جانا۔ پہلے اس زبانی اقرار اور نسبت کی بڑی اہمیت ہوتی تھی۔ اس لیے نسبت طے ہو جانے کے بعد مزید کوئی تقریب منعقد کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی تھی اور پھر حسب حالات نکاح کی تاریخ مقرر کر لی جاتی تھی۔

موجودہ دور میں اس رسم م کو ایک لازمی تقریب کی حیثیت دے دی گئی ہے اور تحائف اور دیگر اشیاء کا باہم تبادلہ ضروری ہو گیا ہے۔ لڑکی والے، لڑکے کو انگوٹھی، گھڑی، سوٹ وغیرہ کے ساتھ کچھ نقدی دیتے ہیں اور اسی طرح لڑکے والے، لڑکی کے لیے زیور، سوٹ، میک اپ کے سامان وغیرہ کے ساتھ کچھ نقدی ادا کرتے ہیں اور منوں اور سیروں کے حساب سے مٹھائیوں کا تبادلہ ہوتا ہے اور شریک ہونے والے رشتے داروں کو سوٹ بھی پیش کیے جاتے ہیں۔ بعض صاحب حیثیت لوگ تو منگنی کی یہ رسم بھی شادی کی طرح کرتے ہیں اور ہزاروں نہیں تو لاکھوں روپیہ اس پر صرف کر ڈالتے ہیں۔ یعنی پہلے تو صرف شادی کی مسرفانہ رسومات ہی کا رونا تھا۔ اب نو دولتیوں نے منگنی کی رسم کو بھی اپنی امارت کے شان و شکوہ کے اظہار کا ذریعہ اور مسرفانہ اخراجات کا مظہر بنا لیا ہے۔

ظاہر بات ہے یہ سب باتیں فضول اور مسرفانہ ہیں۔ جو شریعت میں کسی طرح بھی مستحسن نہیں۔ منگنی کا مطلب، صرف نسبت کا طے ہو جانا اور زبانی عہد و پیمان ہے۔ باقی فضول رسمیں ہیں جن

سے بچنا ضروری ہے۔ خاص طور پر لڑکے کو منگنی کے موقعے پر سونے کی انگوٹھی پیش کرنا تو ایسی رسم ہے جس کی کسی مسلمان سے توقع ہی نہیں کی جاسکتی، کیونکہ اسلام میں مردوں کے لیے سونا حرام ہے۔ ہاں مرد چاندی کی انگوٹھی پہن سکتا ہے لیکن انگوٹھی پہننا کوئی شرعی مسئلہ تو نہیں ہے، اس لیے منگنی کے موقعے پر اس رسم سے بھی بچنا چاہیے، چاہے انگوٹھی چاندی ہی کی ہو۔

نبی کریم ﷺ کی بابت دونوں قسم کی روایات ملتی ہیں کہ آپ چاندی کی انگوٹھی بائیں اور دائیں ہاتھ کی انگلی میں پہنتے تھے۔ حدیث میں ہے کہ آپ کے بائیں ہاتھ کی چھنگلی میں انگوٹھی تھی۔[1]

منگنی کی رسم میں بعض علاقوں میں عجیب و غریب انداز اختیاط کیے جاتے ہیں مثلاً بہاول پور، بلتستان، سندھ اور پنجاب کے کچھ علاقوں میں بھی یہ رسم ہے کہ لڑکے والے لڑکی کے گھر میں منگنی کے لئے جاتے ہیں تو التزام کرتے ہیں کہ قمری مہینہ کی مخصوص تاریخوں میں ہی جائیں۔ اس طرح کا کوئی تصور اسلام میں نہیں بلکہ ہندوؤں کے ہاں اس طرح کے تصورات پائے جاتے ہیں کہ مخصوص ساعتوں اور ستاروں کی گردش کا حساب کتاب رکھ کر شادی کی تاریخ وغیرہ مقرر کرتے ہیں۔ منگنی کے لئے رات ہی کو جاتے ہیں اس میں جہالت پر مبنی مذاہب ہی کی پیروی کی جاتی ہے۔

بن بیاہی بیوہ:

سندھ کی ایک مکروہ رسم جس میں لڑکی کا منگیتر مر جائے تو وہ دوبارہ کسی سے بھی شادی نہیں کر سکتی ہندوانہ ذہنیت کی پیداوار ہے۔ سنسکرت کا ایک محاورہ ہے ''سکرت پر دیتے کنیا'' یعنی لڑکی صرف ایک بار دی جاتی ہے۔ اُن کے بھی معزز گھرانوں میں جس منگنی شدہ لڑکی کا منگیتر مر جاتا وہ دوبارہ شادی نہیں کر سکتی تھی اگر کر لیتی تو خاندان کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا۔ کھتری خاندان اب بھی منگنی کے بعد کہیں اور شادی کو بہت برا جانتا ہے۔ مذہب اسلام میں تو بیوہ کی جلد شادی کا بھی حکم ہے۔

وَاَنْکِحُوا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ وَالصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِکُمْ وَاِمَآئِکُمْ۔ (النور: ۳۲)

''تم میں سے جو بے نکاح کے ہوں ان کے نکاح کر دو اور اپنے صالح غلام اور لونڈیوں کا

بھی۔"

بعض حلقوں میں یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ منگنی نکاح کی مانند ہے اور یہ ایک دوسرے کے مترادف ہیں ان لوگوں کے خیال کے مطابق اگر منگنی ٹوٹتی ہے تو اس صورت میں لڑکے کو باقاعدہ طلاق دینا ہوگی اور اس عورت کو غیر مدخولہ مطلقہ کا مہر (نصف مہر) ادا کرنا ہوگا لیکن یہ نقطہ نگاہ درست نہیں ہے۔ نکاح اور منگنی میں واضح فرق ہے۔ نکاح اور منگنی دونوں ایک دوسرے سے الگ چیزیں ہیں۔

i۔ نکاح کے موقع پر باقاعدہ مہر کا تعین ہوتا ہے۔ مہر معجّل کی صورت میں اس مہر کی ادائیگی بھی ہو جاتی ہے جبکہ منگنی میں ایسا نہیں ہوتا اس موقع پر تو مہر کا ذکر بھی نہیں ہوتا۔

ii۔ منگنی میں ایجاب وقبول بھی نہیں ہوتا۔

iii۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ لڑکی اور لڑکے سے پوچھے بغیر منگنی کر دی جاتی ہے اور ان میں سے کوئی ایک یا دونوں اس پر رضا مند نہیں ہوتے وہ جھجک اور شرم وحیاء کی وجہ سے خاموش رہتے ہیں۔ اس کے باوجود منگنی طے ہو جاتی ہے۔

iv۔ جبکہ نکاح میں تو ماضی کے صیغے کے ساتھ باقاعدہ ولی اور لڑکے/لڑکی سے اجازت لے کر نکاح کیا جاتا ہے۔ لڑکا بھی ماضی کے صیغے کے ساتھ مشترکہ مجلس میں گواہوں کی موجودگی میں قبول کرتا ہے۔ منگنی میں ایسا نہیں ہوتا۔

v۔ منگنی، نکاح کا عہد ہوتا ہے اور نکاح اس عہد کی تکمیل ہے یہ قانون اور شریعت کا اصول ہے کہ کسی کام کی اس وقت تک کوئی حیثیت نہیں جب تک وہ وقوع پذیر نہ ہو جائے اور اس کا محض ارادہ اس کے وقوع پذیر ہونے کے قائم مقام نہیں ہوتا۔ فعل نکاح کا انعقاد اسی وقت ہوگا جب مشترکہ مجلس میں گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول ہو ورنہ یہ ارادہ اور عہد ہی ہوگا۔

vi۔ فقہائے کرام نے نکاح کی تعریف میں جن لوازمات کو شامل کیا ہے، منگنی میں وہ لوازمات شامل نہیں ہوتے۔ ان لوازمات کے اعتبار سے منگنی اور نکاح میں کوئی مماثلت نہیں۔

vii۔ رسول اللہ صلعم کی حضرت عائشہ صدیقہؓ سے نسبت مکہ میں طے ہوگئی تھی لیکن جب حضرت عائشہ کی رخصتی ہوئی اس وقت نکاح پڑھا گیا۔

viii۔ رسول اللہ صلعم سے نسبت طے ہونے سے پہلے حضرت عائشہ صدیقہ کی نسبت مطعم بن عدی کے بیٹے سے طے ہوئی تھی ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ اسی دوران حضورؐ سے حضرت عائشہؓ کی نسبت بات ہوئی۔ اگر صرف نسبت، نکاح کے قائم مقام ہوتی تو پھر تو حضرت عائشہ کے بارے میں حضور اکرم کا بات کرنا کوئی معنیٰ نہیں رکھتا اور مطعم بن عدی کے بیٹے سے طلاق کے بعد ہی حضورؐ نے ان سے نکاح کرایا ہوگا۔ جب کہ صرف مطعم بن عدی کے زبانی کہہ دینے سے (کہ اگر ہم تمہاری بیٹی سے اپنے بیٹے کی شادی کردیں گے تو تم اسے بھی بے دین بنادو گے۔) ہی تعلق ختم ہو گیا تھا۔

وٹہ سٹہ:

زمانہ جاہلیت میں اس قسم کی شادیوں کو نکاح شغار کہا جاتا تھا۔ جس کی تفصیل پہلے باب میں بیان کی گئی اور اس کے مفاسد اور آئمہ کے نظریات بھی بیان کئے گئے ہیں جن کی بنا پر اس کو حرام قرار دیا گیا تھا۔ ہندوؤں میں یہ رسم ہمیشہ سے موجود رہی اور پھر دوبارہ مسلمانوں میں منتقل ہوئی۔ ہندوؤں میں وٹہ سٹہ کی تین صورتیں بیان کی ہیں۔ (۱) آہمو سامنا۔ (۲) ترینچ یا تہرالین دین۔ (۳) چونچ یا چوہرالین دین۔ ان سب میں متعلقہ دھڑے بیک وقت اکھٹے ہوتے ہیں اور آپس میں لڑکیوں کے رشتے طے کرتے ہیں۔ جس کے بعد ہر لڑکی کا سرپرست اس لڑکے کے سر پر گڑیا پھل رکھ دیتا ہے جس سے اس کی بیٹی کا رشتہ طے ہوا ہوتا ہے۔ پھر برہمن اگر موجود ہو تو گنیش کی پوجا کرتا اور گوتر چار پڑھتا ہے۔ گڑ یا پھل گھر لے جاکر تقسیم کردئے جاتے ہیں۔ بعض جگھوں پر وٹہ سٹہ کو آ ہمو سامنے اور بعض جگہ یہ اصطلاح، ترین وتنی یعنی بالواسطہ تبادلے کے برعکس بلاواسطہ رشتے کے لئے استعمال ہوتا ہے، بعض جگہ تہاڑھ کہتے ہیں بعض جگھوں پر بڑے کا بیاہ کبھی کبھی ''بادھے کا بیاہ'' کی صورت اختیار کر لیتی ہے جس میں کوئی نابالغ بچی اٹھارہ سال کی لڑکی کے ساتھ تبدیل کی جاتی ہے۔ ایسی صورت میں بالغ لڑکی دینے والی پارٹی کو عمروں میں فرق کی وجہ سے رقم کی ادائیگی کرنا پڑتی ہے۔[۳]

اس قسم کی شادیاں پنجاب کے دیہاتوں میں بہت عام ہیں شہروں میں بھی اس کا کچھ رجحان ہے۔ اندرون سندھ کے علاقے بھی اس رسم کی لپیٹ میں ہیں۔ جس لڑکے کے وٹے میں کوئی

لڑکی نہیں ہوتی اسے بہت بڑی رقم دے کر اپنی دلہن حاصل کرنا پڑتی ہے اور اگر وٹے میں کوئی لڑکی ہوتی ہے مگر عمر یا کفو کے اعتبار سے کسی پہلو کا فرق ہوتا اس کے باوجود بتکلیف جوڑا بنانا پڑتا ہے اس طرح کی جبری شادیوں کے نتیجے میں بہت سارے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں اس بری رسم کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں اور بغیر کسی ذہنی ہم آہنگی کے ایک بے اطمینان زندگی گزارتے ہیں اور اگر ایک جوڑے کا انجام طلاق کی صورت میں منتج ہو تو دوسرے جوڑے کو بلا جواز طلاق دینا پڑتی ہے اور اگر ایک ہی خاندان میں کئی وٹے سٹے کی شادیاں ہوں تو طلاق کی series شروع ہو جاتی ہے۔

وٹے سٹے کی شادی کو خالصتاً اگر عقل کے زاویے سے بھی دیکھا جائے تو عقل بھی اس کی تائید نہیں کرتی کیونکہ حقوق و فرائض اور سماجیات (Sociology) میں ترقی ہو چکی ہے اور جن رشتوں سے بنیادی انسانی حقوق پامال ہوتے ہیں۔ یوں شریعت، معاشرت، قانون اور روایت و عرف میں ایسے اقدام ممنوع ٹھہرائے جاتے ہیں۔

ونی:

ونی کی مکروہ رسم بھی پنجاب اور سندھ کے مختلف علاقوں میں موجود ہے گھر کے مردوں کے جھگڑے چکانے کے لیے معصوم لڑکیوں کو اس کی بھینٹ چڑھا دیا جاتا ہے۔ (دوسرے باب میں باکرہ اور ثیبہ کی رضامندی کے مسائل تفصیل سے بیان کر دیئے گئے ہیں اور پانچویں باب میں سندھ کے رسم ورواج میں ونی کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔)

ایسا نکاح جس میں لڑکی کی رضامندی نہ ہو شریعت میں اس کی حیثیت نہیں ہے۔ ونی اس لئے بھی ناپسندیدہ ہے کہ یہ نکاح سزا کے طور پر کیا جاتا ہے۔ شادی محض جنسی خواہشات اور جذبات کی تسکین کا نام نہیں بلکہ یہ رشتہ محبت اور مودت و رحمت پر مبنی ہے جیسا کہ قرآن کریم کی سورۃ الروم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ مِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَ جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً. (الروم: ۲۱)

"اور اللہ کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تم میں سے جوڑے بنائے تا کہ اس سے سکون حاصل کرو اور شادی کے ذریعے اللہ نے تمہارے درمیان مودت و رحمت کا رشتہ قائم کر دیا۔"

ونی کے نتیجے میں ہونے والی شادی، جبر، ناپسندیدگی، ناگواری اور نفرت پر مبنی ہوتی ہے ایسی شادی کے نتیجے میں ایک مہذب و شائستہ نسل کا فروغ ناممکن ہے۔

اسلام میں سزا کا اصول یہ ہے کہ جس نے جرم کیا اسی کو سزا دی جائے قرآن پاک کا ارشاد ہے:

وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی. (بنی اسرائیل: ۱۵)

"کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔"

ونی میں جرم کوئی اور کرتا ہے اور سزا کسی اور کو دی جاتی ہے۔

قرآن سے شادی:

صوبہ سندھ میں قرآن سے شادی کی انتہائی مذموم رسم پائی جاتی ہے، قرآن سے شادی جہالت اور جاہلیت کی ایک شکل ہے۔ جس میں اگر اپنی ذات میں رشتہ نہ ملے تو لڑکی ساری زندگی کنواری رہتی ہے اور قرآن ہی پڑھتی اور پڑھاتی ہے۔

اس قسم کی شادی کا رجحان اسی ماحول اور اسی علاقے میں پایا جاتا ہے۔ جہاں جہالت پائی جاتی ہے۔ قرآن سے شادی قرآن سے تعلق کا غلط استعمال ہے اور شادی کے لفظ اور روح کو بھی غلط مفہوم و معنی پہنانے کے مترادف ہے۔ شادی اور نکاح مرد اور عورت کے درمیان رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کا نام ہے۔ رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کے بعد دونوں کو جنسی تسکین حاصل کرنے کی اجازت ملتی ہے۔ اس تعلق کے نتیجے میں اولاد پیدا ہوتی ہے۔ معاشرتی اور سماجی حوالے سے بات کی جائے تو شادی ارتقائے نسل انسانی کا ذریعہ ہے۔ شادی ایک انسانی ادارہ ہے۔ جس کے دو اجزاء (مرد اور عورت) ہیں۔ شادی انسانی ادارہ اسی صورت میں ہو سکتی ہے جب اس کے اجزاء انسان ہوں۔ اگر ایک جزو انسان ہو اور دوسرا جزو اس کے علاوہ کچھ اور ہو تو یہ انسانی ادارہ نہ رہے گا۔ قرآن

سے عورت کی شادی کے پس منظر میں رہبانیت کا تصور ملتا ہے۔ جہاں مرد یا عورت ایک طرح سے مذہب کے ساتھ شادی کرتے ہوئے تجرد کی زندگی گزارنے کا عہد کرتے ہیں۔ قرآن سے شادی بھی اپنے نتیجے کے اعتبار سے مجرد رہنے یا عورت کو مجرد رکھنے کی ایک صورت ہے۔ اسلام میں نہ تجرد کی کوئی گنجائش ہے نہ رہبانیت کی۔ نبی کریم ﷺ کے واضح احکام موجود ہیں "لا رہبانیۃ فی الاسلام "یعنی اسلام میں کوئی رہبانیت نہیں۔

بخاری شریف میں کتاب النکاح کی پہلی حدیث ہی ترغیب نکاح کے متعلق ہے۔ اس میں نبی کریم ﷺ کو خبر ملی کہ تین صحابہ گفتگو کر رہے تھے۔ ایک نے کہا کہ میں کبھی شادی نہیں کروں گا۔ ایک نے کہا کہ میں ہمیشہ راتوں کو عبادت میں مشغول رہوں گا۔ تیسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزہ سے رہوں گا۔ کبھی روزہ میں ناغہ نہ کروں گا۔ نبی کریم ﷺ نے ان تینوں کی سخت الفاظ میں حوصلہ شکنی فرمائی۔ قرآن سے شادی اسلام کے احکامات کی کھلی مخالفت ہے۔

ایک مقدس ذہنی خوش فہمی مبتلا ہو کر اگر کچھ لوگ قرآن سے شادی جیسے فریب میں مبتلا ہو کر اس لائن پر چل پڑیں تو اس سے اخلاقی اور معاشرتی اعتبار سے وہی نتائج نکلیں گے جو عیسائیت میں رہبانیت کے نتیجے میں برآمد ہوئے۔ جنسی تسکین انسان کی فطری ضرورت ہے۔ اس ضرورت اور تقاضے کی تسکین ہوگی تو معاشرہ صحت مند اصولوں پر استوار ہوگا۔ ورنہ نتیجہ وہی نکلے گا جو عیسائیت میں ہوا کہ خود عیسائی یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ چرچ کی رہبانیت میں اس قدر اخلاقی جرائم رونما ہو رہے ہیں کہ اس رہبانیت کی زندگی سے گھن آنے لگی ہے۔ اس طرح قرآن سے شادی کسی پاکیزہ مقصد کے بجائے اخلاقی بے راہ روی پر منتج ہوگی۔ رسول پاک ﷺ نے بیٹی کی جلد شادی کا حکم دیا اور شادی کے لئے معیار ذات پات نہیں بلکہ دین کو قرار دیا۔

یہ مذموم رسم انہوں نے عیسائیوں کی رہبانیت یا ہندوؤں کی دیوداسیوں سے متاثر ہو کر شروع کی ہوگی۔

ولور، بجار اور گھی اور چاول کا مطالبہ: یا لڑکی کی قیمت:

صوبہ سرحد اور بلوچستان کے بعض قبائل میں ولور اور بجار یا لڑکی کی قیمت وصول کرنے کی

بری اور مذموم رسم عام ہے۔ جو لڑکے کے لئے مالی مشکلات پیدا کرتی اور لڑکی کو ایک طرح سے زر خرید لونڈی کی حیثیت دے دیتی ہے اور بیوی ایک طرح سے شوہر کی ملکیت بن جاتی ہے۔ چنانچہ ولور یا لڑکی کی قیمت ہی ازدواجی رشتے میں اہم ترین چیز بن جاتی ہے اور اگر شوہر مر جاتا ہے تو اس کی بیوہ کے لئے یہ ضروری سمجھا جاتا ہے کہ وہ اپنے متوفی شوہر کے بھائی سے نکاح کر لے۔ گویا کہ شوہر کی دوسری املاک کی طرح اس کی بیوی بھی وارثوں کو مل جاتی ہے۔ لڑکی کی قیمت لے کر اس کی شادی کرنے سے لڑکی طلاق تک لینے کا حق کھو دیتی ہے، لڑکا بھی پیسے اکٹھے کرتے کرتے عمر رسیدہ ہو جاتا ہے اور ایسی شادی رحمت کی بجائے باعث زحمت بن جاتی ہے۔ لڑکی کا باپ جہیز کی قیمت اور شادی کے مہمانوں اور باراتیوں کے کھانے اور دعوت کے مصارف تک دولہا سے وصول کرتا ہے جس کی وجہ سے دولہا پر بہت بار پڑ جاتا ہے۔ اس طرح کی رسمیں نہایت معیوب اور معاشرے کے دامن پر ایک بدنما دھبا ہیں ان کو ختم کرنے کے لئے ہر ممکن تدبیر اختیار کرنا لازمی ہے۔[۴]

نیوندرا:

تحفوں اور ہدیوں کا تبادلہ حدیث (تہادو اتحابوا) (الادب المفرد) کے تحت یقیناً مستحب علم ہے۔ لیکن شادی بیاہ کے موقعوں پر جو ایسا کیا جاتا ہے۔ اسے عام طور پر قرض سمجھا جاتا ہے اور اس کے بدلے میں کم از کم اس جیسا ہی یا پھر اس سے بڑھ کر تحفہ دینا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اس میں کسی کی حیثیت کو بھی ملحوظ نہیں رکھا جاتا۔ ہدیے کے مقابلے میں ہدیہ دینا یقیناً مسنون اور پسندیدہ عمل ہے اور اللہ تعالیٰ نے صاحب حیثیت بنایا ہو تو بدلہ ہی دینا بہتر ہے۔ لیکن اگر فریق ثانی کی حیثیت کمزور ہو اور بدلے میں ہدیہ دینا اس کے لیے مشکل ہو اور وہ نہ دے سکے تو اس پر سخت ناراضی اور برہمی کا اظہار کیا جاتا ہے۔ یہی صورت سلامی یا نیوتے کی ہے۔ اس کی ابتداء تو غالباً باہمی تعاون کے جذبے ہی سے ہوئی ہوگی کہ اس طرح ایک شخص کی شادی کے موقعے پر سارے رشتے دار سلامی کی صورت میں اس سے تعاون کرتے ہیں جس سے اس کو بہت مدد ملتی ہے۔ لیکن اسے بھی قرض ہی سمجھا جاتا ہے اور قرض بھی سودی۔ یعنی دینے والے کی خواہش ہوتی ہے کہ میں نے جتنی رقم دی ہے۔ میرے بچے یا بچی کی شادی کے موقعے پر اس کے بدلے میں کچھ زیادہ ہی رقم ملے اور عام طور پر ایسا ہی کیا جاتا ہے۔ اگر کسی کے معاشی حالات جوابی سلامی بڑھا کر دینے کے نہ ہوں تو اس پر سخت ناک

بھوں چڑھایا جاتا ہے۔ ؎

ذاتی تجربہ:

اس سلسلے میں ایک ذاتی تجربہ بھی ہے کہ ایک قریبی عزیز کی بچی کی شادی پر اسے نیوتا دیا گیا۔ اس نیوتے کی مقدار اس رقم کے برابر تھی جو انہوں نے اس سے قبل ہمیں دی تھی۔ گویا ہمارا اور ان کا حساب برابر ہو گیا تھا۔ لیکن اُس گھر کی خاتون اگلے روز ہمارے گھر آئی اور بڑے شکوے کے ساتھ کہنے لگی کہ آپ نے ہمیں جو نیوتا دیا ہے اس کے مطابق ہمارا آپ کا معاملہ برابر ہو گیا ہے۔ اب اگر آئندہ آپ نے ہم سے ملنا جلنا ہے تو ہمیں اس نیوتے سے زائد بھی دو اگر تم مزید نہیں دو گے تو ہم سمجھیں گے کہ تم نے آئندہ ہمارے ساتھ لین دین نہیں رکھنا اس عورت کے سخت شکوے کے بعد اسے مزید پیسے دے کر معاملہ رفع دفع کیا گیا۔

ہمارے اس رویے اور طرز عمل نے ایک مستحسن عمل کو شرعاً محل نظر بنا دیا ہے اور جب تک ہمارا ذہنی رویہ صحیح نہیں ہوگا۔ مذکورہ ہدیے اور سلامی کا سلسلہ بھی اپنی افادیت کھو دے گا اس صورت میں اس سے بچنا بہتر ہوگا۔ ہاں کوئی شخص محض تعاون کے نقطہ نظر سے سلامی دیتا ہے یا اسے ایک پسندیدہ عمل سمجھ کر ہدیہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں اس جیسی سلامی یا ہدیے کی امید نہیں رکھتا اور فریق ثانی کی طرف سے کچھ وصول نہ ہونے پر ناراض نہیں ہوتا تو اس کا یہ عمل یقیناً پسندیدہ اور مستحسن ہوگا۔

مایوں، مانجھا، ڈھولک اور مہندی

دور نبوت میں ان رسموں کا کوئی وجود نہ تھا مگر برصغیر میں ہندوؤں کے ساتھ ایک لمبا عرصہ اکٹھا رہنے کی وجہ سے یہ رسمیں مسلمانوں میں بھی سرایت کر گئیں۔ اسلام میں خوشی منانے کے انہیں طریقوں کی گنجائش ہے جن میں غیر مسلموں سے مشابہت نہ ہو۔

شادی کے دن سے کچھ روز قبل گھر میں ڈھولک بجانے کی رسم میں اس حد تک تو بات درست ہے کہ اعلانِ نکاح کے طور پر شادی کے موقع پر دف کے انداز کی ڈھولک بجائی جائے لیکن اس سے قبل کتنے روز تک ڈھولک بجاتے رہنا افراط میں شامل ہے۔ پھر یہ ڈھولک موسیقی کے لئے ہیجان

خیز انداز سے ہو تو یہ قابل اعتراض ہے۔

پانچویں باب کی ایک سروے رپورٹ میں اس رسم کا ذکر ہے کہ شادی سے ایک [illegible] گھر کے صحن میں ایک گھڑا رکھ دیا جاتا ہے جسے ایک میراثی رات کو بجاتا ہے۔ عورتیں اسے [illegible] دہلیں دیتی ہیں۔ گھڑا اگر دف کے طور پر لیا جائے تو دف صرف شادی کے دن [illegible] مہینہ پہلے اس سلسلے کا کوئی جواز نہیں۔ عورتوں کا مرد کے سامنے بیٹھ کر گھڑا بجانا تو ایک معاشرتی رسم تو ہو سکتی ہے لیکن شرعی طور پر اس کا جواز نہیں۔ نابینا صحابی کے آنے پر نبی کریمؐ نے ازواج مطہرات کو پردہ میں بھیج دیا تھا۔ اس سلسلے میں احادیث تیسرے باب میں بیان کر دی گئی ہیں۔

مہندی کی رسم بھی پاکستان میں اتنی ہی اہمیت اختیار کر گئی ہے جتنا کہ شادی۔ مہندی پر بھی خاص طور پر شہروں میں، پیلے اور مہندی رنگ کے کپڑے پہنا کر لڑکے اور لڑکی کو تیار کیا جاتا ہے اور سات سہاگنیں لڑکی کو تیل لگاتی ہیں، مہمانوں کی با قاعدہ کھانے سے ضیافت کی جاتی ہے۔ اچھے بھلے شریف گھروں کی بچیاں بھی اس موقع پر ناچنے گانے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کرتیں، اس پر ظلم یہ کہ مووی بنانے والا ان کے جسم کی ایک ایک حرکت کو فلماتا ہے، پھر ان فلموں کی سی ڈی بنالی جاتی ہے یا انٹرنیٹ پر لوڈ کر دی جاتی ہیں تا کہ جو اس وقت نہیں بھی موجود وہ بعد میں دیکھ لے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلَى. (الاحزاب: ۳۳)

''اور نہ دکھاتی پھرو اپنی سج دھج زمانہ جاہلیت کی عورتوں کی طرح''

توہم پرستی پر مبنی رسوم

سات روز تک عورت کو ونواہ بٹھانا بھی غیر منطقی بلکہ توہم پرستی اور عورت کو ایسی تکلیف اور زحمت دینے کے مترادف ہے جس کا کوئی جواز نہ ہو۔ شادی سے قبل لڑکے یا لڑکی کو گھر یا کمرے سے باہر نہ نکلنے دینے میں یہ توہم پرستی کارفرما ہے کہ اس پر کسی شیطانی قوت یا جنات وغیرہ کا سایہ نہ ہو جائے یا یہ سمجھا جاتا ہے کہ اسے نظرِ بد سے بچانے کے لئے اسے گھر سے نکلنے نہ دیا جائے۔ سات

سہاگنوں سے عورت کو حلوہ کھلانا بھی توہم پرستی اور جہالت ہے۔اس طرح کی توہم پرستانہ رسوم کا تو عرب کے جاہل معاشرے میں بھی وجود نہ تھا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کو اچھی فال پسند تھی اور بدفالی ناپسند۔[6]

ابن مسعودؓ سے ایک اور روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہم میں سے جسے بدشگونی کا وہم ہو تو اللہ تعالیٰ توکل کی وجہ سے اسے دور فرما دیں گے۔

شگون لینے کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے، آپ ﷺ اس کو ہمیشہ برا جانتے تھے۔اللہ پر بھروسہ کرنے سے وہم جاتے رہتے ہیں۔انسان کو چاہئے کہ اگر برا خیال اس کے دل میں آ بھی جائے تو اس کا اظہار نہ کرے۔[7]

شادی کے موقع پر چراغاں اور آتشبازی:

شادی کے موقعوں پر گھروں میں چراغاں اور آتشبازی کرنا بھی غیر شرعی رسم بلکہ آتش پرستوں کی نقل ہے۔اس لیے کہ خوشی کے مواقع پر چراغاں کرنا مجوسیوں کا شعار ہے۔یہ رسم ہندوستان کے بت پرستوں نے آتش پرستوں سے لی اور ہندوؤں کی دیکھا دیکھی اسے مسلمانوں نے اختیار کر لیا۔اس لئے اس سے بھی اجتناب ضروری ہے۔آتشبازی پر صرف نمود و نمائش کے لیے ہزاروں روپے آگ میں جھونک دیئے جاتے ہیں۔پاکستان جیسے ملک میں جہاں توانائی کا شدید بحران موجود ہے وہاں چراغاں کرنا فضول خرچی ہی نہیں قومی مفاد کے بھی منافی ہے۔ایک طرف لوڈشیڈنگ کے طویل دورانئے ہوں اور دوسری طرف روشنی کا ضیاع ہو رہا ہو تو اس کا کوئی اخلاقی جواز نہیں ہے۔

شادی تقاریب غیر ضروری نمائش اور فضول اخراجات کی ممانعت کے آرڈی مجریہ ۲۰۰۰ آرڈی ننس ۲ آف ۲۰۰۰ء کے صفحہ ۱۹ کے آرٹیکل ۱ میں اس سلسلے میں وضاحت کی گئی ہے کہ گھر سڑک، گھروں اور کسی بھی عمارت پر چراغاں نہیں کیا جائے گا۔کوئی شخص آتش بازی اور دھماکہ خیز مواد استعمال نہیں کیا جائے۔

موسیقی:

گانے بجانے کا رواج بھی ہمارے شادی بیاہوں میں ایک لازمی جزء کے طور پر چلا آ رہا

ہے اور اب اس میں پیشہ ور گلوکار (مرد اور عورتیں) شامل ہو گئے ہیں۔ یوں میوزیکل شو کا رواج بھی، دین سے بے بہرہ یا دین سے بے نیاز حضرات کی شادیوں میں بڑھتا جا رہا ہے کیونکہ بعض لوگ شادی کے موقع پر ان چیزوں کو جائز سمجھتے ہیں بلکہ اب تو ایسے ''مفتی'' بھی پیدا ہو گئے ہیں جو مطلقاً اس کے جواز کا فتویٰ دے رہے ہیں۔ اس سلسلے میں دیکھئے (i) اسلام اور موسیقی از جعفر شاہ پھلواری، (ii) ماہنامہ اشراق، مارچ ۲۰۰۴ء، (iii) اسلامی تہوار و رسومات از پروفیسر رفیع اللہ شہاب۔

جو لوگ شادی بیاہ میں موسیقی کے جواز کے قائل ہیں وہ مندرجہ ذیل روایات اس کی تائید میں پیش کرتے ہیں۔

۱) عن ابن عباسؓ انکحت عائشة ذات قرابة لها من الانصار فجاء رسول الله ﷺ فقال اهديتم الفتاة قالوا نعم ارسلتم معها مَن يغنّي قالت لا فقال رسول الله ﷺ ان الانصار قومٌ فيهم غزلٌ فلو بعثتم معها من يقول:

اَتَيْنَا كُمْ اَتَيْنَا كُمْ فَحَيَّا نَا وَحَيَّاكُمْ ۸۔

''حضرات ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ سیدہ عائشہؓ نے انصار میں سے اپنی ایک عزیزہ کا نکاح کیا۔ اس موقع پر نبی ﷺ بھی وہاں تشریف لائے۔ آپ نے (لوگوں سے) دریافت کیا: کیا تم نے لڑکی کو رخصت کر دیا ہے؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں! آپ ﷺ نے پوچھا: کیا اس کے ساتھ کوئی گانے والا بھی بھیجا ہے؟ سیدہ عائشہؓ نے کہا: جی نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: انصار گانا پسند کرتے ہیں۔ یہ بہتر ہوتا کہ تم اس کے ساتھ کسی گانے والے کو بھیجتے جو یہ گیت گاتا:

''ہم تمہارے پاس آئے ہیں، ہم تمہارے پاس آئے ہیں۔ ہم بھی سلامت رہیں تم بھی سلامت رہو۔''

۲) عن عائشةؓ قالت كان فى حجرى جاريةٌ من الانصار فزوّجها قالت فدخل على رسول الله ﷺ يوم عرسها فلم يسمع غناء ولا لعباً فقال يا

عائشة هل غنيتم عليها او لا تغنون عليها ثم قال انّ هذا الحی من الانصار یحبون الغناء ۹؎

''سیدہ عائشہؓ بیان کرتی ہیں: میرے زیر کفالت ایک انصاری لڑکی رہتی تھی۔ میں نے اس کی شادی کردی۔ شادی کے روز نبی ﷺ میرے ہاں تشریف لائے۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے کوئی گیت سنا اور نہ کوئی کھیل دیکھا۔ (یہ صورت حال دیکھ کر) آپؐ نے فرمایا: عائشہ! کیا تم لوگوں نے اسے گانا سنایا ہے یا نہیں؟ پھر فرمایا: یہ انصار کا قبیلہ ہے جو گانا پسند کرتے ہیں۔''

مذکورہ دونوں روایتوں میں شادی بیاہ کے موقع پر گیت گانے کا مطلق طور پر ذکر ہے اور یہ وضاحت یا اشارہ ان روایات میں ہرگز نہیں ہے کہ اجنبی عورتوں یا ماہر فن مغنیات کو بھی اگر مخلوط محفل میں اپنے فن کا مظاہرہ کرنے کے لیے مدعو کیا جائے تو جائز ہے، بعض لوگوں نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے اور وہ روایت درج ذیل ہے:

عن الربيع بن معوّذٍ قالت دخل علی النبی ﷺ غداۃ نبی علی فجلس علی فراشی کمجلس منی وجویریات یضربن بالدف ویندبن من قتل من اٰبائهن یوم بدر حتی قالت جاریةٌ وفینا نبی ﷺ یعلم ما فی غدٍ فقال النبی ﷺ لا تقولی هٰكذا وقولی ما كنتِ تقولینَ.

''ربیع بنت معوذ بیان کرتی ہیں: جب میری رخصتی ہوئی تو نبی ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے اور میرے بچھونے پر اس طرح بیٹھے جس طرح تم میرے سامنے بیٹھے ہو۔ اس وقت ہماری (گانے والی) باندیاں دف پر بدر میں شہید ہونے والے اپنے آباء کو نوحہ (اشعار کی صورت میں) گا رہی تھیں۔ ان میں سے ایک باندی نے (گاتے ہوئے) کہا: اس وقت ہمارے درمیان وہ نبی موجود ہیں جنہیں آنے والے دنوں کی باتیں بھی معلوم ہیں۔ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: کہ (مصرع) نہ کہو، وہی کہو جو پہلے کہہ رہی تھی۔'' ۱۰؎

شادیوں میں موسیقی کے حامی لوگ اس روایت سے حسب ذیل باتیں نمایاں کرتے ہیں۔

☆ نبی ﷺ شادی کی کسی تقریب میں گئے تو باندیاں گیت گا رہی تھیں۔

☆ آپ ﷺ کی آمد کے باوجود گانے کا سلسلہ جاری رہا۔

☆ گانے والیاں گانے میں دف کا استعمال کر رہی تھیں۔

☆ نبی ﷺ توجہ سے گانا سن رہے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے انھیں بعض اشعار پڑھنے سے منع فرمایا

☆ چند اشعار سے منع کر کے نبی ﷺ نے گیت جاری رکھنے کا ارشاد فرمایا۔[1]

موسیقی سے متعلق روایات کی تشریح و توضیح میں موسیقی کے حامیوں نے بالعموم مبالغے اور تحریف سے کام لیا ہے۔ حالانکہ اوپر بیان شدہ روایت میں بھی 'جویریات' سے مراد بچیاں ہیں نہ کہ باندیاں اور مغنیات! اس کی دلیل یہ ہے کہ اسی روایت کے ایک طرق (سند) میں یہ الفاظ بھی نقل ہوئے ہیں۔

(فجعلت جویرات لنا یضربن بالدف ویندبن مَنْ قُتِلَ من آبائی یوم بدر)[2]

''پھر ہماری کچھ بچیاں دف بجانے لگیں اور میرے جو آباء جنگ بدر میں شہید ہوئے تھے، ان کا مرثیہ پڑھنے لگیں۔''

اب اس روایت اور گزشتہ سطور میں پیش کردہ بخاری کی روایت کو سامنے رکھیں تو ان سے مروی اور تحریف معنوی واضح ہو جائے گی۔ دونوں روایتیں حضرت ربیع ہی سے مروی ہیں اور انھی الفاظ کے ساتھ یہ روایت ترمذی (ح ۱۰۹۰) ابوداود (ح ۴۹۶۲) مسند احمد (ج ۶ ص ۳۵۹) وغیرہ میں بھی موجود ہے۔ ان سب میں 'جویریات' کا لفظ ہے جس کا معنی موسیقی کے حامیوں نے گانے والی باندیاں (یعنی مغنیات) کیا ہے حالانکہ درج ذیل وجوہات کی بنا پر یہ ترجمہ صریح طور پر غلط ہے:

ا۔ جویریات، جوریۃ کی جمع ہے اور جویریۃ کی تصغیر ہے۔ جاریۃ کا ترجمہ بچی اور باندی دونوں طرح کیا جاتا ہے اور جب اس کی تصغیر کی جائے تو پھر اس سے مراد ''چھوٹی چھوٹی بچیاں'' مراد ہوگا کیونکہ جاریۃ بمعنی چھوٹی لڑکی کا معنی بھی بچی ہے اور جاریۃ بمعنی باندی کی تصغیر جویرۃ سے مراد بھی چھوٹی

باندی یعنی بچی اور لڑکی ہی ہو سکتا ہے۔

۲۔ بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ یہ بچیاں میرے (یعنی حضرت ربیع کے) آباء کے کارنامے رزمیہ شاعری میں بین کر رہی تھیں اگر بالفرض ان سے لونڈیاں مراد لے بھی لیا جائے تو تب بھی اس سے 'مغنیات' کا مفہوم بہر صورت نہیں نکلتا۔!

موجودہ دور کی موسیقی' طبلہ' سارنگی' ڈھول' بربط ساز یا بانسری وغیرہ جیسی چیزوں کی ایک نئی شکل ہے جسے آج کل کے شیطانی دماغوں نے نہ صرف ایک حسین پیکر عطا کیا ہے بلکہ اس کی متاثر کن صلاحیت میں بے پناہ اضافہ کر دیا ہے۔ علاوہ ازیں اس کا تعلق عشقیہ اور بازاری قسم کے گانوں سے ہے جو ان کے بازاری پن کو اور زیادہ کر دیتی ہے۔ اسی طرح اس سے سفلی جذبات بھی بھڑکتے اور حیوانی جبلت بھی ابھرتی ہے۔ گویا موسیقی کے اندر حرمت کی تین وجوہ پائی جاتی ہیں۔

اول یہ کہ یہ گانے بجانے کے اُن آلات میں سے ہے جن کی حرمت کی صراحت احادیث اور آثار صحابہؓ میں موجود ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا:

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ (لقمان: ٦)

''اور بعض لوگ وہ ہیں جو لغو باتیں خریدتے ہیں' تاکہ بغیر علم کے لوگوں کو اللہ کی راہ سے بھٹکائیں اور اس راہ ہدایت کو ٹھٹھا مذاق بنالیں۔ ایسے لوگوں کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔''

اس آیت مبارکہ میں اہل سعادت' جو کتابِ الٰہی سے راہ یاب ہیں کے ذکر کے بعد ان اہل شقاوت کا بیان ہو رہا ہے جو کلامِ الٰہی کے سننے سے تو اعراض کرتے ہیں۔ البتہ ساز و موسیقی، نغمہ و سرود اور گانے وغیرہ خوب شوق سے سنتے اور ان میں دلچسپی لیتے ہیں' خریدنے سے مراد یہی ہے کہ آلات طرب شوق سے اپنے گھروں میں لاتے اور پھر ان سے لذت اندوز ہوتے ہیں۔

''لہوالحدیث'' کے لغوی معنی ہیں' ایسی بات یا چیز جو آدمی کو اپنے اندر مشغول کر کے دوسری باتوں اور چیزوں سے غافل کر دے۔ اس آیت کے شان نزول میں عام مفسرین نے نضر بن حارث کا واقعہ نقل کیا ہے کہ اس نے گانے بجانے والی لونڈیاں اس مقصد کے لیے خریدی تھیں کہ اسلام کی

طرف مائل ہونے والے لوگوں کو اس طرف لگا کر اسلام سے ہٹانے کی کوشش کرے گا' چنانچہ وہ راگ رنگ کی محفلیں (یعنی شام موسیقی) منعقد کرتا تاکہ لوگوں کی توجہ قرآن سے ہٹ جائے اور وہ ان فضولیات میں مست رہیں۔[13]

اسی لیے صحابہ کرامؓ نے لہو الحدیث سے گانا ہی مراد لیا ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن مسعودؓ سے پوچھا گیا کہ اس آیت میں لہو الحدیث سے کیا مراد ہے؟ تو انہوں نے تین مرتبہ زور دے کر اور قسم کھا کر کہا "هُو واللہ الغناء" "اللہ کی قسم! اس سے مراد گانا ہے۔"[14]

دیگر صحابہ کرام سے بھی اس کی یہی تفسیر منقول ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیں ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم،، زیر آیت نمبر ۶ سورۃ لقمٰن) شان نزول کے مذکورہ واقعے اور صحابہ کی تفسیر سے واضح ہوتا ہے کہ لہو الحدیث سے مراد گانا بجانا' اس کا سازو سامان اور آلات' ساز و موسیقی اور ہر وہ چیز ہے جو انسانوں کو خیر اور معروف سے غافل کر دے۔[15]

ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لیکونن من أمتي أقوام یستحلون الحر، والحریر، والخمر، والمعازف.[16]

"میری امت میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو زنا کو' ریشمی لباس کو' شراب کو اور گانے بجانے (موسیقی) کے آلات کو حلال قرار دے لیں گے۔"

"معازف" گانے بجانے کے آلات کو کہا جاتا ہے' اس میں قدیم و جدید جتنے بھی آلات طرب ہیں' ڈھول' طبلہ' سارنگی' بربط' ساز اور موسیقی کے نئے ساز و سامان سب اس میں شامل ہیں' بلکہ قیامت تک بننے والے سامان' جن کا تعلق اس صنف سے ہوگا' وہ اس میں داخل ہوں گے اور اس حدیث کی رو سے وہ سب حرام ہوں گے۔[17]

اس حدیث میں مذکورہ چیزوں کی حرمت کے ساتھ ساتھ یہ پیش گوئی بھی ہے کہ نبی ﷺ کے کچھ امتی یعنی مسلمانی کا دعویٰ کرنے والے ایسے بھی ہوں گے جو مذکورہ حرام چیزوں کا نام بدل کر انہیں اپنے طور پر حلال کر لیں گے۔

دوسری وجہ اس کی حرمت کی یہ ہے کہ اس پیشے کو اپنانے والے وہی لوگ ہوتے ہیں جن کا دین وشریعت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اور اسی طرح اس میں دلچسپی بھی صرف وہی لوگ لیتے ہیں جو دین وشریعت سے بالعموم بے بہرہ یا اس پر عمل کرنے کے جذبے سے محروم ہوتے ہیں۔ کوئی دیندار اس پیشے کو اختیار کرتا ہے اور نہ اسلام پر عامل شخص اس میں دلچسپی ہی رکھتا ہے۔ جس سے اسی بات کا اثبات ہوتا ہے کہ گانے بجانے کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

موسیقی کی حرمت کی تیسری وجہ اس کے وہ اثرات ہیں جو انسان کے اخلاق وکردار پر پڑتے ہیں اور وہ ہے بے حیائی، سفلی اور حیوانی جذبات کی نشو ونما اور اس طرح کے دیگر غیر اخلاقی اثرات۔ چنانچہ ایک مشہور مقولہ ہے اَلْغِنَاءُ رُقْيَةُ الزِّنَا ''گانا بدکاری کا منتر ہے'' جب کہ اسلام انسانوں میں اس کے برعکس روحانی جذبات اور ملکوتی صفات ابھارتا اور ان کی نشو ونما کرتا ہے۔ مذکورہ بالا تین وجوہ سے موسیقی کے حرام ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔ البتہ احادیث سے دو باتوں کا ثبوت ملتا ہے۔ ایک دف بجانے کا اور دوسرے ایسے گیتوں اور شعروں کے گانے اور پڑھنے کا جن میں خاندانی شرف ونجابت کا اور آباء واجداد کے قومی مفاخر کا تذکرہ ہو۔ لیکن ساری متعلقہ صحیح احادیث سے ان دونوں باتوں کی جو نوعیت معلوم ہوتی ہے، اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

۱۔ خاص موقعوں پر دف بجایا اور قومی گیت گایا جا سکتا ہے، جیسے شادی بیاہ کے موقع پر یا عید وغیرہ پر۔ جس کا مقصد نکاح کا اعلان کرنا اور خوشی کا اظہار کرنا ہے۔

۲۔ یہ کام صرف چھوٹی یعنی نابالغ بچیاں کر سکتی ہیں۔ بالغ عورتوں کو ان کاموں کی اجازت نہیں ہے۔

۳۔ یہ کام نہایت محدود پیمانے پر ہو۔ محلے یا خاندان اور قبیلے کی بچیوں کو جمع نہ کیا جائے۔ یا اگر جمع ہوں تو گھر کے اندر کے حصے میں گائیں جہاں سے ان کی آواز باہر غیر مردوں تک نہ آئے۔ سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۳۲ میں فرمایا گیا ہے کہ عورتیں غیر مردوں سے بات کرتے ہوئے غیر ضروری مٹھاس اور لوچ پیدا نہ کریں کہ جن لوگوں کے دلوں میں مرض ہے وہ کسی طرح ان عورتوں کی طرف لالچ نہ کرنے لگیں۔ جو دین عورت کو پابند کرتا ہے کہ وہ عام گفتگو میں اپنی زبان میں لوچ پیدا نہ کرے، وہ انہیں ترنم سے گانا گانے اور لوگوں کو محظوظ کرنے کی اجازت کیوں کر دے سکتا ہے۔ ۱۸

۴۔ علاوہ ازیں ان کاموں کی صرف اجازت ہے ان کی حیثیت فرض وواجب اور امر لازم کی نہیں ہے۔

۵۔ اور یہ اصول بھی مسلمہ ہے کہ ایک امر جائز، حدود وضوابط کے دائرے میں نہ رہے اور اس کا ارتکاب بہت سے محرکات ومنہیات تک پہنچا دے، تو ایسی صورتوں میں وہ امر جائز بھی ناجائز اور حرام ہو جائے گا۔

شادی کے موقع پر رقص وسرور کی مجلس منعقد کرنے کی قباحتیں مولانا اشرف علی تھانوی نے بیان کی ہیں فرماتے ہیں کہ اس کا ایک نقصان یہ ہے کہ یہ ایک اعلانیہ گناہ ہے۔ اگرچہ پوشیدہ گناہ بھی گناہ ہی ہوتا ہے لیکن اعلانیہ گناہ کا وبال زیادہ ہے۔

مولانا نے ایک حدیث بیان کی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا جب کسی قوم میں فحاشی اور بے حیائی پھیل جاتی ہے اور لوگ کھلم کھلا اس کا ارتکاب کرنے لگتے ہیں تو اس قوم میں طاعون پھیل جاتا ہے اور ایسی بیماریاں پھیل جاتی ہیں کہ اس سے پہلے ان کا نام بھی نہیں سنا ہوتا۔[۱۹]

مولانا تھانوی نے شادی کے موقع پر رقص وسرور کی محفلوں کے انعقاد کی تیسری خرابی یہ بیان کی ہے کہ جو شخص اس طرح کی مجلس کا اہتمام کرتا ہے وہ ان سب لوگوں کو گناہ کی طرف بلانے والا ہوتا ہے جو اس مجلس میں شریک ہوئے اس مجلس میں جو شریک ہوتے ہیں ان سب کا گناہ اکٹھا کر کے اس ایک شخص کے کھاتے میں شامل کر دیا جاتا ہے۔ یہ شخص سب کا شریک گناہ ہوتا ہے۔ ان لوگوں کے دیکھا دیکھی جو بھی اس طرح کے فعل کا ارتکاب کریں گے ان سب کا گناہ اسے ملے گا۔ حتیٰ کہ اس کے مرنے کے بعد اس کے فعل کو دیکھنے کی وجہ سے جن جن لوگوں نے بھی اس طرح کی مجلسوں کا انعقاد کیا سب کا گناہ اس کے کھاتے میں شامل کیا جاتا رہے گا۔ کیونکہ حدیث میں ہے کوئی شخص کسی نیک کام کی طرف کسی کو بلاتا ہے تو اس کا اجر اس کے کھاتے میں شامل ہوتا رہے گا۔ اسی طرح اگر کسی نے کسی برے کام کا آغاز کیا تو اس کے بعد جس قدر بھی لوگ یہ برائی کریں گے ان کے گناہوں کا وبال یہ برا فعل ایجاد کرنے والے کے کھاتے میں شامل ہوتا رہے گا۔[۲۰]

مولانا تھانوی شادی کے موقع کی بری رسموں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ رقص وسرور کی محفلوں کی برائی کا پہلو یہ ہے کہ خطوط لکھ کر لوگوں کو اس مجلس کے لئے دعوت دی جاتی ہے۔ مولانا فرماتے

ہیں کہ یہ ایک سخت قسم کا گناہ ہے۔اس کی تائید میں انہوں نے بخاری کی یہ حدیث بیان کی ہے۔

قال رسول اللہ صلعم کل امتی معاف الاالمجاھرین. ۲۱

ہر طرح کا گناہ معاف ہو جاتا ہے مگر وہ جو کھلم کھلا گناہ کرتے ہیں۔

شادی بیاہ میں رقص وسرور کی محفلوں کی پانچویں برائی مولانا تھانوی یہ بیان کرتے ہیں کہ اس موقع پر مزامیر بے دھڑک بجائے جاتے ہیں۔ یہ سب چیزیں سامانِ معصیت ہیں۔ مسند احمد بن حدیث ہے حضورؐ نے فرمایا مجھے حکم دیا ہے میرے رب نے کہ میں معازف (ہاتھ سے بجانے کے باجے) اور مزامیر (منہ سے بجانے کے باجے) مٹاؤں''۔ ظاہر ہے کہ جس چیز کو مٹانے کے لئے حضور اکرمؐ تشریف لائے اگر کوئی شخص علی الاعلان انہیں اس طرح استعمال کرتا ہے کہ ان سے محظوظ ہو، انہیں پسندیدہ بنائے ان کے استحصال کی تشہیر کرے تو ایسا شخص حضورؐ کی بعثت کے مقاصد میں سے ایک مقصد کے بالکل الٹ کرنے والا ہوگا۔ ۲۲

رقص وسرور کی مجلسوں کی خرابیوں اور برے اثرات پر بات کرتے ہوئے مولانا تھانوی لکھتے ہیں کہ اس طرح کی مجلسیں لوگوں کو غافل کر دیتی ہیں۔ نمازیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ یہ فعل رات کو ہوتا ہے۔ رات کو جاگتے رہیں گے تو صبح کی نماز جاتی رہے گی۔ اس کے علاوہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ رقص وسرور کی مجلس میں موسیقی اور گانوں کے مضامین کی نحوست اور منفی اثرات ہی اس قدر ہوتے ہیں کہ اس نحوست کے زیر اثر انسان کی روحانیت دب جاتی ہے۔ نیکی کے کام کرنے کا شوق دب جاتا ہے انسان پر شیطانی اثرات کا غلبہ ہو جاتا ہے۔

اس عمل کی ساتویں برائی یہ ہے کہ جب ناچ گانا دیکھنے سننے کی عادت ہو جاتی ہے تو اس فعل کی برائی دل سے نکل جاتی ہے۔ بجائے اس کہ گناہ کر کے کوئی غم ہو، ندامت کا احساس ہو، الٹی اس سے فرحت اور خوشی ہوتی ہے۔ حالانکہ نبی کریمؐ نے فرمایا ہے کہ مسلمان ہونے کی علامت یہ ہے کہ انسان کو نیکی کر کے فرحت وسکون حاصل ہو اور گناہ کر کے اس کے دل میں انقباض پیدا ہو۔ موسیقی سے اس کے بالکل الٹ کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ گویا موسیقی کی مجلس انسان کے دل سے ایمان کو نکالنے اور کم کرنے کا باعث بنتی ہیں۔

گویا موسیقی کی مجلس بہت سارے لوگوں کے ایمان کو کمزور کرنے کا باعث بنتی ہے اور اس مجلس کو منعقد کرنے والا شخص ان سب کے گناہوں اور ان کے ایمان کو کمزور کرنے کا باعث بنتا ہے۔

اس طرح کی مجلسوں کی خرابیوں میں ایک خرابی یہ بیان کرتے ہیں کہ موسیقی کی مجلسیں کروانے والے اس فعل کو ناموری اور عزت دلانے والا کام سمجھتے ہیں اوا گر اس طرح کی مجلس کا انعقاد نہ ہو تو اسے بے عزتی سمجھتے ہیں۔ یہ اخلاقی پستی بھی ہے کہ اس قدر منفی اثرات ڈالنے والے فعل کو عزت کا باعث سمجھا گیا۔ یہ گناہ کے کام پر فخر کرنا بھی ہے اور گناہ کے نہ ہونے کو بے عزتی سمجھا جانا ہے۔ مولانا تھانوی فرماتے ہیں کہ انسان کی یہ کیفیت درحقیقت کسی کی نگاہ میں گناہ کی برائی کم ہو جانا (استخفاف) بلکہ گناہ کا بڑا مستحسن اور پسندیدہ ہونا سمجھا جائے گا۔

شادی بیاہ میں اس طرح کا طرزِ عمل اختیار کرنا اسراف و تبذیر بلکہ تبذیر میں شامل ہو جاتا ہے اور تبذیر کے بارے میں سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۲۷ میں فرمایا

ان المبذرین کانوا اخوانا الشیطین۔

(بے شک بے مقصد کاموں میں فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔)

مولانا اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب اصلاح الرسوم میں شادی کے موقع کی رسوم کی بعض قباحتوں کا ذکر کیا ہے۔ بعض رسوم پر تنقید کرتے ہوئے مندرجہ ذیل پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ شادی کے موقعہ پر گانے کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کے مسلک میں گانا حرام ہے۔

مولانا لکھتے ہیں کہ اگر کسی کے ذہن میں یہ بات ہو کہ عید کے موقع پر نبی کریمؐ نے بچیوں کو گانے کی اجازت دی تھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ نابالغ بچیاں تھیں۔ دوسرے وہ اتار چڑھاؤ (ترنم) کے ساتھ نہیں گاتی تھیں۔ حدیث میں الفاظ ہیں جاریتین و لیستا بمغنیتین اس معنی کی دلیل ہے جبکہ ہمارے ہاں ان عورتوں کی آواز غیر محرم سنتے ہیں اور ان گیتوں کے الفاظ خلاف شریعت ہوتے ہیں۔ مولانا نے مندرجہ ذیل احادیث اس سلسلے میں بیان کی ہیں۔

عن علی ابن ابی طالب قال قال رسول اللہ صلعم اذا فعلتُ امتی خمس عشرۃ خصلۃ حل لبعا البلاء۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلعم نے فرمایا جب میری امت میں پندرہ باتیں پیدا ہو جائیں گی تو اس پر مصیبت نازل ہو گی۔ آپؐ نے وہ خصلتیں بیان فرمائیں ان میں سے ایک خصلت یہ بیان فرمائی واتخذ القیان والمعازف...... فلیسر تقبوا عند ذالک ریحا حمراً او خسفاً او مستخاً یعنی گانے والی لونڈیاں اور گانا بجانے کے آلات رکھے جائیں گے...... اس وقت لوگوں کو سرخ آندھی یا زمین میں دھنس جانے یا شکلوں کے مسخ ہو جانے کا انتظار کرنا چاہیئے۔ ۲۳

اس سے اگلی روایت میں خصائص کا ذکر کیا گیا اور فرمایا ''رنڈیاں اور گانے باجے ظاہر ہوں گے۔ شراب پی جائے گی...... اس وقت سرخ آندھی، زلزلہ، زمین دھنسا دیئے جانے، شکلوں کے بگاڑ دیئے جانے اور قذف کی انتظار کرنی چاہیئے یہ نشانیاں اس طرح یکے بعد دیگرے ظاہر ہوں گی جس طرح ہار کی لڑی ٹوٹ جائے اور موتی ایک ایک کر کے جھڑ جائیں۔ ۲۴

اس سے اگلی روایت میں ہے رسول اللہ صلعم نے فرمایا اس امت میں خسف (زمین میں دھنسا دیا جانا) مسخ (شکلوں کا مسخ کر دیا جانا) اور قذف ہو گا۔ ایک آدمی نے کہا کہ یا رسول اللہ صلعم یہ کب ہو گا۔ آپؐ نے فرمایا ''جب گانے والیاں اور گانے بجانے کے آلات پھیل جائیں گے اور شراب پی جائے گی۔ ۲۵

مسجد میں نکاح:

مسجد میں نکاح کے بارے میں ترمذی شریف میں ایک روایت ہے۔ حضور اکرم صلعم نے فرمایا:

أعلنوا ھذا النکاح واجعلوہُ فی المساجد۔ ۲۶

''اس نکاح کا اعلان کرو اور اسے مسجد میں کرو۔''

لیکن شیخ البانی رحمۃ اللہ نے کہا ہے کہ اس حدیث کا پہلا فقرہ یعنی نکاح اعلان کر کے کیا جائے، تو صحیح ہے، لیکن دوسرا فقرہ صحیح نہیں ہے۔ ۲۷

اس لیے مساجد میں نکاح کرنا ضروری ہے نہ اسے سنت ہی کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ

کے زمانے میں اس کی کوئی اصل نہیں ملتی۔ اور اس سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عہد رسالت میں نکاح کی تقریب کو اتنی اہمیت کبھی نہیں دی گئی جو آج کل ہمارے معاشرے میں اسے حاصل ہے۔ عہد نبوی میں یہ ایک مختصر سی گھریلو تقریب ہوتی تھی جس میں خاندان کے لوگ شامل ہوتے تھے نہ دوست احباب۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ اس موقع پر نبی ﷺ تک کو نکاح کی تقریب میں مدعو نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے کپڑوں میں کچھ زردی سی لگی ہوئی دیکھی تو پوچھا' یہ کیا ہے؟ انہوں نے وضاحت کی کہ میں نے شادی کرلی ہے۔[۲۸]

اس سے یہ معلوم ہوا کہ شادی کہ موقع پر خاندان اور برادری اور دوست احباب کو اکٹھا کرنا، یہ بھی ایک قابل اصلاح رسم ہے۔ اس کی بھی کوئی بنیاد رسول اللہ ﷺ کے عمل یا قول میں نہیں ملتی۔

مہر:

مہر کے بارے میں مختلف علاقوں میں بعض عجیب وغریب طریقے رائج ہیں۔

مہر ایک مذہبی رسم ہے اور قرآن، حدیث، اور فقہ میں اس کا ذکر وصراحت موجود ہے، لیکن مسلمانوں کے غلط طرز عمل اور مقامی رواج نے مہر کو بھی ایک بے جان اور بری رسم بنا دیا ہے، اور اس کا اصل مقصود پورا نہیں ہوتا۔ مذہبی حکم یہ ہے کہ مہر خوش دلی سے ادا کیا جائے اور یہ اس وقت ممکن ہوسکتا ہے جب مہر اتنا ہو کہ شوہر آسانی سے ادا کر سکے۔

مہر کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ عورت کو کچھ معاشی تحفظ حاصل ہو جائے اور شوہر کی املاک میں اس کو بھی مناسب حصہ مل سکے، لیکن تحفظ کے غلط نظریئے نے یہ خیال پیدا کر دیا کہ مہر کی ادائیگی اس قدر مشکل بنا دی جائے کہ شوہر کسی حال میں بھی طلاق نہ دے سکے۔ چنانچہ یہ جانتے ہوئے کہ شوہر پانچ دس ہزار روپے بھی ادا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا پچاس ہزار اور ایک لاکھ روپے مہر باندھ دیا جاتا ہے تاکہ شوہر کے لئے مہر ادا کرنا قطعی ناممکن ہو جائے۔ یہ نامعقول طرز عمل نہ صرف مذہبی احکام کے خلاف اور ناجائز ہے بلکہ اس کی وجہ سے ازدواجی زندگی میں دشواریاں پیدا ہو جاتی ہیں، اور مہر کا مسئلہ عورت کے لئے الٹی مصیبت بن جاتا ہے۔

بعض اوقات ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں کہ طلاق بیوی کے حق میں بہت مفید اور ضروری ہو جاتی ہے لیکن مہر اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ شوہر طلاق دینے پر رضامند نہیں ہوتا۔ اب دو ہی صورتیں رہ جاتی ہیں۔ یا تو بیوی زندگی بھر مصیبت اٹھاتی رہے یا حق مہر سے دست کش ہو جائے اور یہ دونوں صورتیں اس کے لئے نہایت بری ہوں گی اور جس مقصد کے لئے ناقابل ادائیگی مہر رکھا گیا تھا وہ کبھی پورا نہ ہو سکے گا۔

بہت زیادہ مہر باندھنے کے حامی لوگوں کے برعکس وہ طبقہ ہے جو مہر انتہائی کم رکھنے کی حمایت کرتا ہے۔ چنانچہ میمن پندرہ روپے یا پچیس روپے مہر باندھتے ہیں اور پنجاب میں بتیس روپے کا نام شرعی مہر رکھ لیا گیا ہے۔ گویا کہ اس سے کم یا زیادہ مہر غیر شرعی ہوگا۔ یہ نظریہ بالکل غلط ہے۔ حضرت علیؓ نے پانچ سو درہم میں زرہ فروخت کر کے یہ رقم حق مہر کے طور پر دی تھی۔ شرعی مہر کے لئے کوئی رقم مقرر نہیں۔ اس کی مقدار اتنی ہونی چاہیے کہ شوہر آسانی سے ادا کر سکے اور یہ بیوی کے مرتبے کے مطابق ہو۔ چنانچہ مہر کی رقم کم بھی ہو سکتی ہے اور زیادہ بھی۔ جن لوگوں کی مالی حالت اچھی ہو وہ اگر پندرہ، پچیس یا بتیس روپے مہر ادا کریں تو یہ ان کے مرتبے اور ان کی بیوی کے وقار کے مطابق ہرگز نہ ہوگا اور نہ اس سے بیوی کو کوئی تحفظ حاصل ہو سکے گا۔ افراط و تفریط دونوں غلط ہے، اور اسی غلطی نے مہر کو معیوب، بے جان اور بے مقصد رسم بنا دیا ہے۔ ۲۹

مہر کے بارے میں واضح کیا گیا ہے کہ یہ عورت کا حق اور مرد کا فریضہ ہے۔ بیوی اگر کسی دباؤ کے بغیر خوش دلی سے معاف کرے تو تبھی یہ معاف ہوگا۔ معاشرتی روایت کے تحت معاف کروانا دراصل جبراً معاف کروانا ہی ہے سندھ کی ایک رسم جو باب چہارم میں بیان کی گئی ہے اس میں خاوند بیوی سے یہ وعدہ کرتا ہے کہ اگر تم مجھ سے حق مہر نہ لو تو تمہارے مرنے کے بعد مہر کے بدلے تمہیں ایصال ثواب کر دوں گا یعنی اس کی زندگی میں تو اس کو حق ادا نہ کیا اور اسے ثواب پہنچانے کے لئے خرچ کرنے کا کیا معنیٰ ثواب پہنچانے کے لئے اسے ویسے بھی خرچ کرنا چاہیے۔ بدنیتی کے تحت نیکی کرنا (مہر معارف کروانے کے لیے معمولی تحفہ دینا) دراصل بذاتِ خود گناہ ہے مہر کی رقم نقد ادا کرنا ذلت تصور کرنا محض جہالت ہے۔ مہر کی ادائیگی فرض ہے۔ اپنے سے کم مرتبہ عورت سے شادی کی صورت

میں مہر مثل مقرر کرنا بھی غلط ہے مہر مرد کی حیثیت کو سامنے رکھ کر متعین کیا جاتا ہے نہ کہ عورت کی حیثیت۔

دلہن کی تیاری:

شادی کے موقعے پر دلھن کا سولہ سنگھار (میک اپ) کرنا اور دولھا کے لیے اس کا بنانا سنوارنا اور اسے زیب وزینت سے آراستہ کرنا ایک جائز عمل ہے۔ اس لیے کہ خاوند کے لیے زیب و زینت جائز بلکہ مستحب ہے اور عہد رسالت سے یہ کام اسلامی معاشرے میں ہوتا آرہا ہے، اس سلسلے میں دو احادیث بھی موجود ہیں۔ ایک میں ہے کہ حضرت اسماء بنت یزید نے حضرت عائشہؓ کو (رخصتی کے موقع پر) مزین کیا۔ دوسری حدیث میں حضرت صفیہؓ کا واقعہ ہے کہ انہیں حضرت ام سلیمؓ نے تیار کر کے نبی ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ ان دونوں روایات سے دلھن کے بناؤ سنگھار کا اثبات ہوتا ہے لیکن یہ بناؤ سنگھار کون کرے گا؟ یہ گھر کی عورتیں یا اس کی سہیلیاں اور خاندان کی عورتیں ہی یہ کام کریں گی۔

صدیوں سے یہ سلسلہ اس طرح ہی چلا آرہا ہے۔ اب چند سالوں سے بیوٹی پارلروں کا سلسلہ چل نکلا ہے۔ ان میں دلھنوں کو تیار کیا جاتا ہے اور جو کام چند روپوں میں ہو جاتا تھا، اس پر ہزاروں روپیہ خرچ کیا جاتا ہے۔ یہ مغربی معاشروں کی لعنت ہے جو ہمارے اسلامی ملکوں میں بھی آگئی ہے اس میں بے پردگی اور بے حیائی کا عنصر شامل ہوتا ہے۔ بیوٹی پارلر کی سجی ہوئی دلھن چادر یا برقع استعمال نہیں کرسکتی اور اسے بے پردہ ہی رہنا پڑتا ہے، پاکستان کے شہروں میں شادی کا انتظام زیادہ تر مخلوط ہوتا ہے اور سجی سجائی دلہن کو مردوں کی بھری محفل میں لاکر بٹھا دیا جاتا ہے۔ قرآن پاک کا ارشاد ہے:

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا. (النور: ۳۱)

”اور کہہ دو مومن عورتوں سے کہ نگاہ نیچی رکھیں اور حفاظت کریں اپنی شرم گاہوں کی اور نہ

ظاہر کریں اپنا بناؤ سنگھار مگر جو خود بخود ظاہر ہو جائے۔"

ا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآئِهِنَّ وَ لَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَ لَآ اِخْوَانِهِنَّ وَ لَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَ لَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ. (الاحزاب: ۵۵)

"کوئی حرج نہیں ان کے لئے اگر وہ سامنے آئیں اپنے باپوں کے اور اپنے بیٹوں کے، اپنے بھائیوں کے اور اپنے بھتیجوں کے، بھانجوں کے اور اپنے جیسی عورتوں کے"

اسلام نے عورت کی حدود صرف اس کے محرم کے دیکھنے تک مقرر کی ہیں، سج دھج کر ایک جم غفیر کے سامنے بیٹھنا قطعی طور پر غیر شرعی ہے۔

اس سلسلے میں مفسرین کرام نے تفصیل سے لکھا ہے کہ مجلسوں میں عورتوں اور مردوں کے اختلاط سے حتی المقدور اجتناب کیا جائے۔ اس سلسلے میں مولانا مودودی لکھتے ہیں:

"عورتوں کے لیے بھی غضِ بصر کے احکام وہی ہیں جو مردوں کے لیے ہیں، یعنی انہیں قصداً غیر مردوں کو نہ دیکھنا چاہیے، نگاہ پڑ جائے تو ہٹا لینی چاہیے، لیکن مرد کے عورت کو دیکھنے کی بہ نسبت عورت کے مرد کو دیکھنے کے معاملہ میں احکام تھوڑے سے مختلف ہیں۔[۳۰]

حدیث میں ہمیں یہ واقعہ ملتا ہے کہ حضرت ام سلمہؓ اور حضرت میمونہؓ نبی ﷺ کے پاس بیٹھی تھیں، اتنے میں حضرت ام مکتومؓ آ گئے۔ نبی ﷺ نے دونوں بیویوں سے فرمایا احتجبا منه "ان سے پردہ کرو۔" بیویوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ الیس اعمی لا یبصرنا ولا یعرفنا، "یا رسول اللہ ﷺ، کیا یہ اندھے نہیں ہیں؟ نہ ہمیں دیکھیں گے نہ پہچانیں گے۔" فرمایا افعمیا وان انتما، الستما تبصرانه، "کیا تم دونوں بھی اندھی ہو؟ کیا تم انہیں نہیں دیکھتیں؟" حضرت اُم سلمہؓ تصریح کرتی ہیں کہ ذلک بعد ان ام بالحجاب، "یہ واقعہ اس زمانے کا ہے جب پردے کا حکم آ چکا تھا" (احمد، ابوداؤد، ترمذی)۔ اور اس کی تائید موطا کی یہ روایت کرتی ہے کہ حضرت عائشہؓ کے پاس ایک نابینا آیا تو انہوں نے اس سے پردہ کیا۔ کہا گیا کہ آپ اس سے پردہ کیوں کرتی ہیں، یہ تو آپ کو نہیں دیکھ سکتا۔ جواب میں ام المومنین نے فرمایا لکنی انظر اليه

"میں تو اسے دیکھتی ہوں۔" ۳۱؎

سورۃ النور کی آیت نمبر ۳۱ کے پہلے فقرے میں ارشاد ہوا ہے کہ ﴿لا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ﴾ "وہ اپنی آرائش وزیبائش کو ظاہر نہ کریں۔" اور دوسرے فقرے میں اِلَّا کا لفظ بول کر اس حکم نہی سے جس چیز کو مستثنیٰ کیا گیا ہے وہ ہے ﴿مَا ظَھَرَ مِنْھَا﴾ "جو کچھ آرائش وزیبائش میں سے ظاہر ہو، یا ظاہر ہو جائے۔" اس سے صاف مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو خود اس کا اظہار اور اس کی نمائش نہ کرنی چاہیے، البتہ جو آپ سے آپ ظاہر ہو جائے (جیسے چادر کا ہوا سے اڑ جانا اور کسی زینت کا کھل جانا، یا جو آپ سے آپ ظاہر ہو، جیسے وہ چادر جو اوپر سے اوڑھی جاتی ہے، کیونکہ بہر حال اس کا چھپانا تو ممکن نہیں ہے، اور عورت کے جسم پر نہ ہونے کی وجہ سے بہر حال وہ بھی اپنے اندر ایک کشش رکھتی ہے۔ اس پر اللہ کی طرف سے کوئی مواخذہ نہیں ہے۔ یہی مطلب اس آیت کا حضرت عبداللہ بن مسعود ، حسن بصری، ابنِ سیرین اور ابراہیم نخعی نے بیان کیا ہے۔ اس کے برعکس مفسرین نے مَا ظَھَرَ مِنْھَا کا مطلب لیا ہے مایظھر الانسان علی العادۃ الجاریۃ (جسے عادۃً انسان ظاہر کرتا ہے) اور پھر وہ اس میں منہ اور ہاتھوں کو ان کی تمام آرائشوں سمیت شامل کر دیتے ہیں۔ یعنی ان کے نزدیک یہ جائز ہے کہ عورت اپنے منہ کو کریم، سرمے اور سرخی پاؤڈر سے، اور اپنے ہاتھوں کو انگوٹھی چھلے اور چوڑیوں اور کنگن وغیرہ سے آراستہ رکھ کر لوگوں کے سامنے کھولے پھرے۔ یہ مطلب ابن عباس اور ان کے شاگردوں سے مروی ہے اور فقہاء حنفیہ کے ایک اچھے خاصے گروہ نے اسے قبول کیا ہے۔ ۳۲؎

عہد نبوی میں حکم حجاب آ جانے کے بعد عورتیں کھلے منہ نہیں پھرتی تھیں۔ اور حکم حجاب میں منہ کا پردہ شامل تھا، اور احرام کے سوا دوسری تمام حالتوں میں نقاب کو عورتوں کے لباس کا ایک جز بنا دیا گیا تھا۔ پھر اس سے بھی زیادہ قابل تعجب بات یہ ہے کہ اس رخصت کے حق میں دلیل کے طور پر یہ بات پیش کی جاتی ہے کہ منہ اور ہاتھ عورت کے ستر میں داخل نہیں ہیں۔ حالانکہ ستر اور حجاب میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ستر تو وہ چیز ہے جسے محرم مردوں کے سامنے کھولنا بھی ناجائز ہے۔ رہا حجاب ، تو وہ ستر سے زائد ایک چیز ہے جسے عورتوں اور غیر محرم مردوں کے درمیان حائل کیا گیا ہے۔ اور یہاں بحث ستر کی نہیں بلکہ احکامِ حجاب کی ہے۔

یعنی جس حلقے میں ایک عورت اپنی پوری زینت کے ساتھ آزادی سے رہ سکتی ہے۔ وہ ان لوگوں پر مشتمل ہے۔ جن کا ذکر سورۃ النور کی آیت نمبر ۳۱ میں کیا گیا ہے۔ اس حلقے سے باہر جو لوگ بھی ہیں، خواہ وہ رشتہ دار ہوں یا اجنبی، بہر حال ایک عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ ان کے سامنے زیب وزینت کے ساتھ آئے۔ ﴿وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کے فقرے میں جو حکم دیا گیا تھا اس کا مطلب یہاں کھول دیا گیا ہے کہ اس محدود حلقے سے باہر جو لوگ بھی ہوں ان کے سامنے ایک عورت کو اپنی آرائش قصداً یا بے پروائی کے ساتھ خود نہ ظاہر کرنی چاہیے۔ البتہ جو ان کی کوشش کے باوجود یا ان کے ارادے کے بغیر ظاہر ہو جائے۔ یا جس کا چھپانا ممکن نہ ہو وہ اللہ کے ہاں معاف ہے۔ شرم وحیاء اور پردے کے اعتبار سے قرآن نے تو یہاں تک حکم دیا ہے کہ عورت دوسری عورت سے بھی ایک حد تک پردے میں رہے۔

نئی دلہن کو دیکھنے جانا:

شادی کے موقع پر نئی دلہن کو دیکھنے کے لئے عورتوں کا جانا مستقل طور پر ایک دلچسپی کا پہلو ہے۔ رخصتی کے وقت، مائیوں کے وقت، لڑکے کے گھر میں دلہن کی آمد کے وقت اسے دیکھنے کے لئے آنے والوں کا تانتا بندھ جاتا ہے۔ اس میں بظاہر تو کوئی قباحت نہیں لیکن اگر دیکھ کر جانے والی عورتیں دلہن کے حسن کے چرچے غیر مردوں کے سامنے کریں یا ایک دلہن کے لباس اس کے میک اپ کے سٹائل کو فیشن کی تشہیر اور اپنے گھروں میں اس پر عمل کا ذریعہ بنائیں تو یہ قابلِ اعتراض ہوگا۔ عورتوں کا اپنے مردوں کے سامنے دوسری عورتوں کے حسن کا ذکر کرنا حدیث کی رُو سے ممنوع ہے۔ اسی طرح دلہن کے جسمانی اور چہرے کے عیوب کی تشہیر بھی درست نہیں ہے۔

کمیوں کو لاگ دینا:

پچھلے باب میں اس رسم کا ذکر ہے کہ جب دلہن سسرال کے گھر پہنچتی ہے تو گاؤں کی تیلی خواتین مشعل جلا کر لاتی ہیں۔ دلہن اسے بجھاتی ہے اور تیلن کو پیسے دئے جاتے ہیں۔ اس رسم کا تعلق ہمارے معاشرے کے اس منفی پہلو سے ہے کہ ہم نے معاشرت کے کچھ طبقات کو یہ حیثیت دے دی

ہے کہ وہ کمی ہیں اور دوسرے لوگوں کے خوشی کے مواقع پر وہ کوئی چھوٹا موٹا کام کر کے معمولی رقم لاگ کے طور پر وصول کر کے اپنا روزگار چلاتے ہیں۔ یہ لوگ بھی دوسروں کے شادی بیاہ کا انتظار کرتے رہتے ہیں۔ اگر عہد نبوی کے شادی بیاہ کی رسوم کو دیکھیں تو اس طرح کے رجحان کا کہیں نام ونشان دکھائی نہیں دیتا یہ ایک ناپسندیدہ رجحان ہے کہ ایک طبقہ کمی کے طور پر معروف کر دیا جائے۔ اسلامی معاشرہ اس طرح کے رجحان کو گوارا نہیں کرتا۔

پنجاب میں جاگیرداری نظام کے گہرے اثرات ہیں۔ اس نظام میں طبقات انسانی کو دو گروہوں چودھری اور کمی میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ جاگیرداری نظام میں ''کمی'' طبقے کا ذریعہ روزگار عموماً چودھریوں کے ہاتھ میں ہوتا ہے یا وہ بہت حد تک معاشی طور پر چودھریوں پر مدار رکھتے ہیں۔ شادیوں کے موقع پر ''کمی'' چودھریوں پر آس لگائے بیٹھے ہوتے ہیں۔ چودھری شادیوں میں ان لوگوں سے کام بھی لیتے ہیں اور اس کے عوض میں تھوڑے بہت ''لاگ' دے دیتے ہیں۔ یہ انداز لوگوں کی تذلیل اور ان سے کام لینے کا ایک ذریعہ ہے۔ آبادی کے ایک طبقے کو اس طرح اپنا کمی بنا کر رکھنا فرعون کا طریقہ ہے اخلاقی طور پر بھی درست نہیں اور اس سے معاشرتی اعتبار سے طبقہ بندی پیدا ہوتی ہے۔

منڈی بہاؤالدین کی یہ رسم کہ تیلی خواتین چراغ جلا کر لاتی ہیں دلہن انہیں بجھاتی ہے اور پیسے وصول کرتی ہے گاؤں میں شادی کا اعلان ہوتے ہی کمی طبقہ چودھریوں کے لئے ایندھن اکھٹا کرنے، شادی کے پیغامات دینے اور دیگر خدمات سرانجام دینے کے لئے وقف ہو جاتا ہے۔ شادی کے دن مہمانوں کو خوش کرنے کے لئے میراثی اپنے فن کا مظاہرہ کرتے ہیں اور چودھریوں سے بخشیش حاصل کرتے ہیں یہ بخشیش ان کے کام کے معاوضہ کی بجائے ان پر احسان ہوتا ہے۔ رسومات کا یہ پہلو بالکل غیر اخلاقی اور استحصالی ہے۔

بارات:

بالعموم معروف نقطہ نگاہ یہ ہے کہ بارات کا اسلام میں کوئی تصور نہیں لیکن کتاب کے تیسرے باب میں روایت بیان کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلعم کی حضرت خدیجہؓ کی شادی کے موقع پر مکہ کے چالیس لوگ حضورؐ

کی طرف سے حضرت خدیجہؓ کے گھر گئے تھے۔ ان افراد کو مصنف نے حضورؐ کی بارات قرار دیا ہے۔[1]

نکاح کے لیے لڑکی والوں کے گھر بارات لے جانا جائز ہے لیکن یہ سلسلہ مختصر ہونا چاہیے۔ لمبی لمبی براتوں کا سلسلہ بھی متعدد مشکلات اور اسراف بے جا کا باعث ہونے کے علاوہ لڑکی والوں کے لیے بھی مشکلات کا باعث ہے۔ ان پر اگرچہ براتوں کو کھانا کھلانا ضروری نہیں ہے، لیکن مہمان نوازی کے طور پر ان کی خاطر تواضع سے مجال انکار بھی نہیں۔ اس لیے اس کا بھی صحیح حل یہی ہے کہ نکاح والے روز والدین، بہن بھائی اور نہایت ضروری اقرباء ہی نکاح کے لیے جائیں، تاکہ لڑکی والوں پر زیادہ بوجھ نہ پڑے اور وہ آسانی سے ان کی مہمان نوازی کر سکیں۔

آرڈیننس ۲۰۰۲ء

شادی کے موقع پر ضیافت کے حوالے سے باقاعدہ قوانین نافذ ہیں۔ سپریم کورٹ کے آئینی پٹیشن کے آرٹیکل ۸۳ (۳) کی رو سے سن ۲۰۰۰ میں شادی کی ضیافت پر مکمل پابندی عائد کی گئی جس کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ایک لاکھ سے ۵ لاکھ تک جرمانہ یا ایک ماہ قید کی سزا تجویز کی گئی (ص ۲۵) شادی کی ضیافت میں صرف مشروبات پیش کرنے کی اجازت دی گئی جو کہ چائے، کافی، سوپ اور قہوہ پر مشتمل تھے۔ (ص: ۲۳) سن ۲۰۰۳ میں اسی پابندی کو نرم کرتے ہوئے کھانے کی ایک ڈش پیش کرنے کی اجازت دی گئی (ص: ۲۲) [۳۳]

رات کی شادیاں:

جب رات کی شادیوں کا آغاز ہوا تھا اس وقت اس کی حکمت یہ بیان کی گئی تھی کہ کاروباری اور ملازمت پیشہ لوگ اپنے اپنے کاموں سے فارغ ہونے کے بعد شادی میں شرکت کر سکتے ہیں لیکن اس وقت شادی کی رسوم میں ایک اور نہایت قبیح رواج، جو بہت عام ہو گیا ہے، شادی کی تقریبات کا رات کے وقت انعقاد ہے۔ اس میں بھی غالباً یہ شیطانی فلسفہ کارفرما معلوم ہوتا ہے کہ رات کے اندھیرے میں بجلی کے قمقمے اور چراغاں جو بہار دیتا ہے، وہ دن کی روشنی میں ممکن نہیں۔ اسی طرح آتش بازی کا سماں بھی رات کی تاریکی ہی میں بندھتا ہے اور آتشیں پٹاخوں کے نہایت خوفناک

دھماکے بھی رات ہی کو اہل محلہ کی نیندوں کو خراب کرتے ہیں۔ دن کے شور وشغب میں یہ دھماکے کسی کے آرام وراحت میں زیادہ خلل انداز نہیں ہو سکتے، اور ہم اخلاقی پستی کی جس اتھاہ گہرائی میں جا چکے ہیں، اس کا تقاضا ہے کہ جب تک ہم اہل محلہ کے آرام وسکون کو برباد نہ کرلیں، ہماری خوشی کی تقریب مکمل نہیں ہو سکتی۔ یعنی دوسروں کے سکون وآرام کو برباد کرنے میں ہمیں راحت محسوس ہوتی ہے۔ ورنہ جس قوم کی اخلاقی حس زندہ اور بیدار ہو، وہ کبھی اتنی اخلاقی پستی کا مظاہرہ نہیں کر سکتی جس طرح ہماری قوم کرتی ہے۔ رات کے دو بجے برات واپس آتی ہے تو آتشیں پٹاخوں کے دھماکوں سے سارے محلے کے لوگوں کی نیندیں خراب کر دی جاتی ہیں۔

علاوہ ازیں، رات کی ان تقریبات میں وقت کا جو ضیاع ہوتا ہے، وہ بھی ہماری بے فکری، بے شعوری اور اخلاقیات سے عاری ہونے کی غمازی کرتا ہے۔ بھلا جس نکاح یا ولیمے کی تقریب کے لیے ۸، یا ۹ بجے کا وقت کارڈ پر لکھا ہو، اس کا آغاز رات کے ۱۲ یا ایک بجے سے پہلے نہ ہو، تو یہ رواج یا عادت اچھی ہے یا بری؟ اس میں اخلاقی ذمے داری کا احساس پایا جاتا ہے یا اس سے خوفناک بے اعتنائی؟ ذرا تصور کیجئے ان لوگوں کی کوفت، تکلیف اور ان کے ضیاع وقت کا، جو دعوت نامے کے مطابق وقت پر تشریف لے آئیں لیکن انہیں ان لوگوں کے انتظار میں جو ۳، یا ۴ گھنٹے تاخیر سے آئیں۔ ۳، ۴ گھنٹے انتظار کی سولی پر لٹکائے رکھا جائے۔

وقت پر آنے والے سزا کے مستحق ہیں یا غیر معمولی تاخیر سے آنے والے؟ ۔اسی طرح اتنی تاخیر سے واپسی پر ان لوگوں کو جو پریشانی ہوتی ہے جن کے پاس اپنی سواری وغیرہ نہیں ہوتی، اور رات کی تاریکی میں ڈاکوؤں اور لٹیروں کے ہتھے چڑھ جانے کے امکانات بھی بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ بہر حال جس لحاظ سے بھی دیکھا جائے، راتوں کو ان تقریبات کا انعقاد غیر صحیح ہے۔ کم از کم دین دار حضرات کو اس قبیح رواج اور رسم سے سختی سے بچنا چاہیے۔ کیونکہ نبی ﷺ کی بابت آتا ہے کہ آپ کو رات کو عشاء سے قبل سونا اور عشاء کے بعد باتیں کرتے رہنا، ناپسند تھا۔[۳۴]

اب کچھ عرصے سے حکومت نے رات گئے کی شادیوں پر پابندی لگا دی ہے اور دس بجے تک فنکشن ختم ہونے کا قانون پاس کر دیا ہے۔

رخصتی کے موقع پر سر کے اوپر سے چاول پھینکنا:

گھر سے رخصتی کے وقت لڑکی چاول اپنے سر کے اوپر سے پیچھے کی طرف پھینکتی ہے اس رسم کی بھی کوئی منطقی توجیہہ نہیں کی جاسکتی۔ اگر اپنے میکے والوں کے رزق کے وسیع ہونے اور جاری رہنے کی طرف اشارہ ہے تو یہ کام دعا کے ذریعے بھی کیا جاسکتا ہے۔ اگر اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ میں نے جو کچھ کھایا وہ واپس کر رہی ہوں تو ان چند چاولوں سے کئی برسوں کے اناج کی واپسی تو نہیں ہو جاتی۔ اس رسم کی کوئی عقلی توجیہہ ممکن نہیں ہے۔ چاول زمین پر پھینکنے سے اناج کی بے حرمتی بھی ہوتی ہے۔ اس رسم کے بارے میں اگر دیکھا جائے تو لازماً اس کے ڈانڈے ہندوؤں سے ملتے ہوں گے۔ اسلام ہر اس فعل کو ترک کرنے کا حکم دیتا ہے جو لایعنی ہو۔ حضورؐ نے فرمایا،

من حسن الاسلام ترکہ مالایعنیہ۔ ۳۵

''کسی شخص کے اسلام کا حسن یہ ہے کہ وہ لایعنی باتوں سے اجتناب کرے۔''

اس رسم میں اگر ہندوؤں سے مشابہت ہے تو حضور اکرمؐ نے اس سے بھی منع فرمایا کہ من تشبہ بقوم فھو منھم جس نے جس قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہوگیا۔

نانک وال:

پنجاب میں نانک وال کی رسم بھی ہے۔ لڑکی کے ننہال (ماموں) الگ الگ یا سب ماموں مل کر بھانجی کو کچھ جوڑے، زیور اور کچھ گھر کے برتن دیتے ہیں۔ یاد رہے کہ نانک وال اس گھر کی صرف پہلی بیٹی کو (صرف ایک ہی مرتبہ) دی جاتی ہے۔ اس کی بھی نمائش کی جاتی ہے لوگ تبصرے کرتے ہیں اس لئے ننہال والے اپنی ناک کی خاطر قابل ذکر نانک وال دیتے ہیں۔ اس رسم کے پیچھے آغاز میں یہ مقصد کارفرما ہوگا کہ شادی کے موقع پر بھائی اپنی بہن کی بیٹی کی شادی میں خیر سگالی کے طور پر مدد کریں لیکن یہ خیر سگالی اب محض بے جا بوجھ کی شکل اختیار کر گئی ہے۔ نانک وال دیتے ہوئے ماموں مقروض ہو جاتے ہیں۔

قرآن کے سائے میں رخصتی:

قرآن کے سائے میں رخصتی ایک ریاکارانہ رسم کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ قرآن کو رسموں کا

اس طرح حصہ بنانا قرآن کے اصل مقام کو گرا کر رسوم کا شکار کرنے کے مترادف ہے۔

رسموں میں وقفہ:

بہاول پور کے علاقے میں یہ رسم ہے کہ تین اہم کام کیئے جاتے ہیں۔ چوٹی کھولنے کی رسم، ابٹن لگانے کی رسم، نکاح کی رسم۔ ان میں تین تین دن کا وقفہ ہوتا ہے۔ اس طرح شادی کے موقعہ پر اہلِ خانہ ایک لمبی مدت کے لئے مصروف ہو جاتے ہیں۔ مہمان بھی نو روز کے لئے کوئی اور کام نہیں کر پاتے۔ اخراجات بھی کئی گنا بڑھ جاتے ہیں۔ یہ طریقہ سادگی کے بھی منافی ہے۔

جہیز:

فتاوٰی شامی میں ہے۔

ومن السحت ما یاخذہ الصھر من الختن بسبب بنتہ۔[۳۶]

سسر اپنی بیٹی کے سبب سے اپنے داماد سے جو کچھ لیتا ہے وہ حرام ہے۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے۔

ولو اخذ اھل المرءۃ شیئاً عند التسلیم فللزوج ان یستردہٗ لانہ رشوۃ۔[۳۷]

لڑکی والے لڑکی کو دیتے وقت اگر کوئی چیز وصول کریں تو خاوند کو اس بات کا حق ہے کہ وہ ان سے اس چیز کی واپسی کا مطالبہ کرے کیونکہ وہ رشوت ہے۔

جہیز، کوئی شرعی حکم نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے متعدد شادیاں کیں، لیکن آپ کی ازواج مطہرات میں سے کوئی بھی اپنے ساتھ جہیز لے کر نہیں آئی۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی چار بیٹیاں تھیں، آپ نے چاروں کی شادیاں کیں، لیکن آپ نے کسی کو بھی شادی کے موقع پر جہیز نہیں دیا۔ اسی طرح صحابہ کرام میں سے بھی کسی سے اس رواج کی کوئی اصل نہیں ملتی۔ اس اعتبار سے یہ خالص ہندوانہ رسم ہے۔ اس لیے کہ ہندو مذہب میں عورت وراثت کی حق دار نہیں ہے، باپ کی جائیداد کی وراثت صرف اولاد نرینہ ہوتی ہے۔ اس بنا پر ہندو شادی کے موقع پر لڑکی کو گھریلو نوعیت کے سامان کی شکل میں اپنی جائیداد میں سے کچھ حصہ دے دیتے ہیں۔

جہیز کے بارے میں گزشتہ صفحات میں واضح کر دیا گیا کہ یہ ایک رسم ہے اور شریعت میں اس کا کوئی وجود نہیں لیکن پاکستان کے مختلف علاقوں میں جہیز کے بارے میں بہت تفاوت پایا جاتا ہے۔

پنجاب اور خاص طور پر وسطی پنجاب میں اس رسم نے لوگوں کو بری طرح اپنے شکنجے میں دبوچ رکھا ہے لڑکی کے والدین بیٹی کو رخصت کرتے وقت گھر کا تقریباً سارا ساز و سامان ساتھ دیتے ہیں اور کچھ متمول حضرات تو گاڑی، کوٹھی اور نقد رقم بھی دیتے ہیں اس کے علاوہ ساس اور نندوں کو طلائی زیورات اور کپڑوں کے جوڑے بھی دیئے جاتے ہیں۔

دوسری طرف صوبہ سرحد، بلوچستان اور سندھ میں لڑکے والوں کو شادی کے تمام اخراجات برداشت کرنا پڑتے ہیں لڑکی اگر خوبصورت پڑھی لکھی یا اچھے گھر کی ہے تو اس کے لیے زیادہ رقم ادا کرنا پڑتی ہے۔ کچھ لوگ تو یہ رقم حق مہر کے طور پر ادا کرتے ہیں اور اس سے لڑکی کا سامان بنایا جاتا ہے جیسا کہ حضرت علیؓ نے اپنی زرہ بیچ کر مہر ادا کیا اور انہی پیسوں سے حضرت فاطمہؓ کے گھر کا کچھ سامان اور شیرینی منگوائی گئی لیکن آج کل کچھ لوگ اس کو اپنی بیٹی کی قیمت سمجھ کر بھی لیتے ہیں کچھ رقم شادی کے اخراجات پر لگاتے ہیں اور باقی سب اپنی جیب میں رکھتے ہیں۔

مہر چونکہ لڑکی کا حق ہے اس کا تصرف اس کے والدین کے لئے شرعی طور پر جائز نہیں۔ اس کا حل شریعت مطہرہ نے یہی دیا ہے کہ سادگی کو ملحوظ رکھا جائے۔ نام و نمود، شہرت اور ریا کاری کو جگہ نہ دی جائے۔ دوسرے فریق کو مالی استطاعت کا خیال رکھا جائے۔ ورنہ ایسی شادیاں آئندہ چل کر طعنہ تشنوں کا شکار ہو جاتی ہیں اور ازدواجی زندگی بوجھل بن جاتی ہے۔

دعوت ولیمہ:

ولیمے میں حسب استطاعت کھانا کھلایا جا سکتا ہے اور مدعوین کی تعداد مختصر ہو، تو اس پر کوئی قانونی گرفت بھی نہیں ہے، کیونکہ انہیں نہایت آسانی کے ساتھ گھروں میں کھانا کھلایا جا سکتا ہے۔ سارا مسئلہ وہیں پیدا ہوتا ہے جہاں مدعوین کی تعداد سینکڑوں یا ہزاروں میں ہو اور انواع و اقسام کے کھانوں کا اہتمام ہو۔

ولیمے یا شادی کے موقعوں پر اتنا ہجوم اکٹھا کرنا اور انواع واقسام کے کھانوں کی بھرمار، یہ دونوں ہی باتیں شرعاً ناپسندیدہ ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ شادی یا ولیمے کی دعوتوں کا حجم چھوٹا کیا جائے اور پورے پورے خاندانوں اور سب میل ملاقاتیوں کے بلانے کے سلسلے کو ختم کر کے مختصر ضروری افراد کے ذریعے سے یہ امور سرانجام دیے جائیں۔ جب اس سلسلے میں باہمی تفاخر غرور وتکبر کے اظہار اور دولت بہائے جانے کا مظاہر مطلوب نہیں ہوگا۔ تو اس میں آتش بازی ہوگی نہ چراغاں، نہ رقص وسرود ہوگا نہ میوزیکل پروگرام وغیرہ، نہ مووی فلم سازی ہوگی نہ بینڈ باجا۔ نہ کھانوں کا مینا بازار ہوگا، نہ بے پردہ عورتوں کی آرائش وزیبائش اور ان کے حسن وجمال کے مقابلے۔ نہ نور ونکہت کا طوفان ہوگا نہ جگت بازی کا مظاہرہ۔

حضرت صفیہؓ کے ساتھ نبی کی شادی کا واقعہ خیبر کی جنگ سے واپسی میں ایک سفر کا واقعہ ہے۔ راستے ہی میں حضرت صفیہ کو آپ نے آزاد کر کے ان سے شادی فرمائی اور شب زفاف کی صبح کو آپ نے صحابہ سے فرمایا: جس کے پاس جو چیز ہو، وہ لے آئے اور دستر خوان بچھا دیا گیا، چنانچہ کوئی کھجور لے آیا، کوئی گھی، کوئی پنیر اور کوئی ستو۔ ان سب اشیاء کو ملا کر حلوہ سا تیار کر لیا گیا اور اس میں گوشت تھا نہ روٹی، صحابہ نے اسے ہی نبی ﷺ کے ولیمے کے طور پر تناول کیا۔ ۳۸

یہ باہمی تعاون اور سادگی کے ساتھ ولیمہ کرنے کا بہترین نمونہ ہے۔ یہ حدیث اور واقعہ یقیناً قابل استدلال ہے اس سے باہمی تعاون اور سادگی ہی کا سبق ملتا ہے اور یہ دونوں ہی چیزیں مستحسن ہیں۔ اس سے پرتکلف ولیموں اور دعوتوں کا اثبات ہوتا ہے نہ شادی کی دیگر رسومات کا بلکہ صرف سادگی اور باہمی تعاون کا اثبات ہوتا ہے۔

دین دار حضرات جہاں اور بے ہودہ رسموں سے بچنے کی سعی کرتے ہیں، انہیں شادیوں اور ولیموں، براتوں میں زیادہ ہجوم جمع کرنے سے بھی گریز کرنا چاہیے۔ علاوہ ازیں ولیمے کی دعوت میں گوشت روٹی یا زردہ بریانی ہی ضروری نہیں، بلکہ مشروبات وغیرہ سے بھی کام چل سکتا ہے، جیسا کہ موجودہ آرڈی ننس کا تقاضا ہے، اس آرڈی ننس کا مقصد بھی قوم کی اصلاح اور اس کو فضول خرچی کی خوئے بد سے نجات دلانا ہی ہے۔ (اس سے مراد نواز شریف کے دور کا آرڈی ننس ہے جو اس وقت

نافذ تھا)۔اس لیے یہ اسلام کی روح کے مطابق ہے،اس پر عمل کرنے سے شریعت کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہیں ہوتی، بلکہ مقاصد شریعت ہی کی تکمیل ہوتی ہے۔

ولیمہ کب کیا جائے؟ یا کب تک کیا جا سکتا ہے؟اس میں اختلاف ہے۔تاہم دو باتیں واضح ہیں۔ایک تو یہ کہ یہ نکاح سے پہلے نہیں، بلکہ نکاح اور رخصتی کے بعد ہوگا۔دوسرے یہ کہ اس کا اصل وقت شب زفاف کے بعد ہی ہے،اس کو ترجیح حاصل ہے۔تاہم اسے موخر بھی کیا جا سکتا ہے۔اس سلسلے میں بحث باب چہارم میں گزر چکی ہے۔

رسم ورواج کی معاشی قباحتیں:

جب ریاکاری اور تفاخر کے طور پر بے تحاشا پیسہ بہایا جاتا ہے۔اس کے نتیجے میں فریقین بلکہ اعزہ واقرباء بھی دولت کا بے تحاشا استعمال کرتے ہوئے اکثر و بیشتر مقروض ہو جاتے ہیں۔اپنی زمینیں اور جائیداد فروخت کر کے شادیاں کی جاتی ہیں۔شادی پر اٹھنے والے اخراجات ''غیر پیداواری اخراجات'' ہوتے ہیں۔یہ پیسے تو ایسے ہیں کہ گویا کسی نے کما کر جوہڑ میں پھینک دیئے۔

جب تفاخر کا مظاہرہ کیا جاتا ہے تو ہر کوئی دوسرے پر برتری لے جانے کی کوشش کرتا ہے۔یہ ایک دوسرے پر برتری حاصل کرنے کی کبھی نہ ختم ہونے والی دوڑ ہے۔امیر لوگ دولت کا مظاہرہ کرتے ہیں اور غریب حسرت بھری نگاہ سے انہیں دیکھتے ہیں۔اس طرح معاشرے کے دو طبقوں کے درمیان نفرت پیدا ہوتی ہے۔غرباء میں احساس محرومی پیدا ہوتا ہے۔ایک شخص جس کے وسائل محدود ہوں وہ بھی امراء کی نقل کرنے کی کوشش میں چوری، ڈاکہ اور رشوت کی راہ اختیار کرتا ہے اس طرح شادی بیاہ کی غیر متوازن رسوم کی وجہ سے نتیجہ کے طور پر کئی معاشی، معاشرتی اور اخلاقی مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔

مولانا اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب صلاح الرسوم میں منگنی اور شادی کے موقع کی ایک سو رسوم کا ذکر کیا ہے۔یہ ایسی رسوم ہیں جن میں کوئی نہ کوئی معاشرتی، معاشی، دینی قباحت پائی جاتی ہے۔اور ہر رسم کے ذکر کے ساتھ اس میں پائی جانے والی قباحتوں کا ذکر کیا ہے۔ان میں سے بہت سی رسوم اب متروک ہو چکی ہیں اور ان میں چند رسوم ہی اب موجود ہیں۔

مولانا نے ان رسوم میں پائی جانے والی جن قباحتوں کا ذکر کیا ہے ان سب قباحتوں کا خلاصہ یوں بیان کیا جا سکتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں "یہ ایک سو واقعات ہیں جن میں سے کسی میں ایک گناہ کسی میں دو گناہ کسی میں چار پانچ اور بعض میں تیس تک گناہ جمع ہیں۔ اگر اوسط فی واقعہ تین گناہ سمجھے جائیں تو واقعات مذکورہ پورے تین سو گناہوں کا مجموعہ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں نکاح کے جس موقع میں تین سو شرعی احکام کی مخالفت ہوتی ہو اس میں خیر و برکت کا کیا ذکر۔

غرض ان واقعات میں گناہ کے مندرجہ ذیل پہلو پائے جاتے ہیں۔ اسراف وافتخار و نمائش ایسی چیزوں کو لازمی قرار دینا جو اخلاقی، معاشرتی اور مذہبی اعتبار سے لازم نہیں ہیں۔ کفار کے ساتھ مشابہت، نام و نمود کی خاطر سودی قرضے لینا۔ اسراف و تبذیر، جبر تبرعات، بے پردگی۔ شرک، تو ہم پرستیاں، فسادِ عقیدہ۔ ان رسومات میں مصروفیت کے باعث نمازوں کا ضائع ہو جانا۔ اعانتِ مصیبت ان گناہوں کو ہلکا سمجھنا بلکہ انہیں مستحسن سمجھنا، جن کی مذمت اور ممانعت قرآن و حدیث میں بیان ہوئی ہے۔ اسکے بعد مولانا تھانوی نے مذکورہ بالا خرابیوں کے بارے میں قرآن و حدیث کی تعلیمات بیان کی ہیں کہ قرآن و حدیث میں ان کی کس طرح مذمت کی گئی ہے۔

ان تمام رسومات کی تمام تر قباحتوں کے باوجود ان کی پابندی اس انداز سے کی جاتی ہے کہ شاید دین کے احکام کی پابندی بھی اس طرح سے نہ کی جاتی ہو۔

شادی بیاہ کی رسوم کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں

ان میں پہلی رسم شادی کے موقع پر ناچ کرانے کی رسم ہے، وہ فرماتے ہیں کہ یہ فعل بہت سی وجوہ سے ایک ناپسندیدہ فعل ہے جس میں بہت سے گناہ جمع ہو جاتے ہیں۔ مثلاً غیر محرم کو (اس کے پورے بناؤ سنگھار اور جسم کے اظہار کی کوشش کے ساتھ) سارے لوگ دیکھتے ہیں جو آنکھ کا زنا ہے۔ اس سے باتیں کرتے ہیں جو زبان کا زنا ہے اس کی کارکردگی کی بنیاد پر لوگوں کا دل اس کی طرف مائل ہوتا ہے، یہ دل کا زنا ہے۔ اگر ماحول زیادہ بے تکلف ہو جائے تو اس غیر محرم عورت کو چھو بھی لیا جاتا ہے۔ یہ ہاتھ کا زنا ہے۔ جو لوگ اس غیر محرم کو لانے کے لیے جاتے ہیں اور وہ چل کر اس مجلس میں آتی ہے، یہ پاؤں کا زنا ہے۔ اس محفل میں جنسی اشتعال اور بدکاری کے لیے سازگار ماحول پیدا ہو

جاتا ہےاور حقیقتاً زنا کاری ہو بھی جاتی ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ زنا کی ان تمام قسموں کا بیان کتب حدیث میں موجود ہے اور ان تمام صورتوں کا گناہ اور وبال اور مذمت بھی کی گئی ہے۔[۳۹]

اس کے بعد مولانا تھانوی نے وہ احادیث نقل کی ہیں جن میں زنا کی مذکورہ بالا صورتوں کے وبال کا ذکر کیا گیا ہے۔ مسلم شریف کی حدیث ہے حضور اکرمؐ نے فرمایا:

فالعينان زنا هما النظر واذنان زنا هما الاستماع.

آنکھوں کا زنا کسی غیر محرم کو دیکھنا اور کانوں کا زنا کسی غیر محرم کی آواز سننا ہے۔[۴۰]

نبی اکرمؐ نے بہت سے لوگوں کو مبتلائے عذاب دیکھا۔ ایک جگہ دیکھا کہ ایک غار تنور کی طرح ہے جو اوپر سے تنگ ہے۔

جس پر شعلہ بڑھکتا ہے تو اس آگ میں پڑے ہوئے لوگ بھی اوپر آجاتے ہیں اور جب وہ شعلہ نیچے جاتا ہے تو یہ لوگ بھی اس کے ساتھ نیچے چلے جاتے ہیں۔ حضورؐ نے پوچھا تو بتایا گیا کہ یہ زنا کار لوگ ہیں۔

مولانا تھانوی شادی کے موقع پر ہمارے اس رویے پر بھی تنقید کرتے ہیں کہ ہر عورت کسی بھی شادی پر اپنے خاوند کو مجبور کرتی ہے کہ وہ بہر صورت اسے قیمتی کپڑے سلا کر دے۔ اس میں خاوند کو بے جا پریشان کرنا۔ اسراف، دکھلاوا، دوسروں پر اپنے آپ کو ممتاز کرنے کی خواہش، زرق برق لباس پہن کر اپنے آپ کو نمایاں کرنے کی خواہش، خاوند کو ناجائز کمائی پر مجبور کرنے کی خواہش کے پہلو شامل ہو جاتے ہیں۔ اس طرح زیور کی بھی بات ہے۔ کسی سے اس طرح کی کوئی چیز مانگ کر اپنی عزت بنانے کی کوشش کرنا شرعی اعتبار سے بھی ناپسندیدہ ہے۔

حدیث میں ہے جو شخص بتکلف اپنی آسودگی ظاہر کرے ایسی چیز سے جو اس سے نہیں ہے اس کی ایسی مثال ہے جیسے کسی نے دو کپڑے جھوٹ اور فریب کے پہن لئے۔[۴۱]

اس کی بعد مولانا تھانوی لکھتے ہیں شادی میں ہر عورت اپنا اپنا مایۂ افتخار دکھلاتی ہے۔ ایک دوسری کی مجموعی حالت کو دیکھنے کی بھی کوشش کرتی ہیں جبکہ شریعت اسلامیہ اس سلسلے میں احتیاط کا پہلو اختیار کرنے کا حکم دیتی ہے۔

نقطہ آخر:

شادی بیاہ کی رسوم کی ادائیگی کے جواز کے طور پر کہا جاتا ہے کہ یہ خوشی کے اظہار کا ذریعہ اور طریقہ ہیں لیکن یہ بات اصولی طور پر پیشِ نظر رکھنی چاہیئے کہ ہم مسلمان ہیں اور مسلمان کی زندگی اسلامی تعلیمات سے انحراف پر مبنی نہیں ہوسکتی۔ مسلمان کی زندگی میں خوشی منانے کے طریقے وہی ہونے چاہیئے جن کا اسلام تقاضا کرتا ہے سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۲۰۸ میں فرمایا گیا ہے کہ اے ایمان والو! تم اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔ اسی طرح سورۃ النساء کی آیت نمبر ۶۵ میں ایک کامل مومن کی یہ علامات بیان کی گئی ہیں کہ وہ اپنے معاملات زندگی میں نبی کریم صلعم کے فرامین کو مکمل طور پر فیصلہ کن حیثیت دیتا ہے اور وہ نبی کریم صلعم کی مرضی کو خوش دلی سے تسلیم کرتا ہے۔ مزید یہ کہ وہ آپ کی مرضی کے سامنے مکمل طور پر سرِ تسلیم خم کر دیتا ہے۔ اس کے علاوہ سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۳۵ میں فرمایا گیا ہے کہ کسی مومن مرد یا مومنہ عورت کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلعم کا کوئی فیصلہ صادر ہو چکنے کے بعد پھر بھی اپنی مرضی کرے۔

ان فرامین اور ان جیسی لاتعداد دیگر فرامین کی موجودگی میں مسلمان اس بات کے پابند اور مکلف ہیں کہ وہ اپنی روزمرہ کی زندگی میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی پسند و ناپسند کو فوقیت دیں۔ گویا شادی کے موقع پر ایسی رسومات اختیار کی جاتی ہیں جن میں اللہ اور اس کے رسولؑ کے احکام کی پرواہ نہیں کی جاتی یا ان کی خلاف ورزی کی جاتی ہے تو یہ اسلام اور ایمان کے تقاضوں کی خلاف ورزی ہے مومن اور غیر مومن میں یہ بنیادی فرق ہے کہ مومن اللہ اور اس کے رسولؐ کی مرضی کو ترجیح دیتا ہے اور غیر مومن اس کی پرواہ نہیں کرتا۔

اسلامی ضابطہ حیات میں مندرجہ ذیل باتوں کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

اطاعت الہی۔ اطاعتِ رسول صلعم۔ اعتدال و توازن۔ فخر و غرور۔ تفاخر و تکبر سے اجتناب۔ اسلامی اقدار کی پاسداری اور غیر اسلامی اور غیر مسلموں کے طریقِ زندگی سے مشابہت سے اجتناب۔ اسراف و تبذیر سے اجتناب۔

پاکستان میں جاری شادی بیاہ کی رسوم کے منفی پہلوؤں پر آئندہ سطور میں روشنی ڈالی جائے گی۔

عہد نبوی اور عصرِ حاضر کی شادی بیاہ کی رسوم کا تقابلی جائزہ لیتے ہوئے اس بنیادی حقیقت کو پیش نظر رکھنا ہے کہ عہدِ نبوی ہمارے سامنے بنیادی معیار ہے۔ اپنے رسوم و رواج کو ہم نے اس معیار کے حوالے سے دیکھنا ہے۔ اگر ہماری رسوم اس دور کے ساتھ مطابقت رکھتی ہیں تو ہم راہِ راست پر ہیں اور اگر اس دور سے ہماری کوئی مطابقت نہیں ہے تو پھر ہمیں اپنی اصلاح کرنی چاہیئے۔

لیکن ان تمام حقائق اور مجبوریوں اور غیر اسلامی رسوم و رواج کے مسلمان معاشرے میں شامل ہو جانے کے باوجود اس بات کی کوشش کرنی چاہئے کہ یہ غیر اسلامی رسوم معاشرے پر اس انداز سے اثر انداز نہ ہوں کہ اپنی کیفیت اور اثرات کے اعتبار سے معاشرے کی ہیئت اور پہچان بن کر اسلامی معاشرے کی شکل بگاڑ دیں۔ اگر یہ غیر اسلامی رسوم اسلامی معاشرے میں غالب حیثیت اختیار کر لیتی ہیں اور اسلامی قانون ہی کی طرح بن جاتی ہیں تو اس سے مسلمان اپنی پہچان اور اپنا تشخص کھو بیٹھیں گے۔ اگر مسلمان اپنی پہچان اور تشخص کھو بیٹھے تو بالآخر اسلامی معاشرہ غیر اسلامی معاشرے کا حصہ بن جائے گا۔

نبی کریمؐ نے لوگوں کو کلمہ پڑھانے کے بعد ان کے دلوں میں اسلامی اقدار کی قدر و قیمت اجاگر کی تھی اور اسلامی اقدار کو غالب کیا تھا۔ عہد نبوی اور عصرِ حاضر کی رسومات کا تقابل کرتے ہوئے ہمیں اس بات کو اجاگر کرنا ہے کہ اسلامی معاشرہ پر غیر اسلامی اقدار کو غالب نہ آنے دیا جائے۔

مسلمانوں کو ماضی میں یہ مسئلہ درپیش ہوا کہ ماضی کے مختلف اوقات میں غیر اسلامی اقدار اور غیر اسلامی رجحانات نے متاثر کیا یا کم از کم اسلامی اور غیر اسلامی اقدار کا ملغوبہ تیار کر دیا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام کی معاشرتی اقدار کے اسلامی معاشرے پر مرتب ہونے والے مثبت اثرات سے اسلامی معاشرہ محروم ہو گیا۔ یہ ایسا ہی ہے کہ جس طرح کسی مریض کو ایسی دوائی پلائی جائے جس کے اجزائے ترکیبی خالص نہ ہوں۔ اجزائے ترکیبی کی مطلوبہ مقدار بھی اس نسخے میں استعمال نہ کی گئی ہو اور اجزاء خالص بھی ہوں تو صاف ظاہر ہے کہ اس دوائی کی تاثیر مرتب نہیں ہوگی۔ دوائیاں خالص نہ ہوں تو مریضوں پر ان کا اثر مرتب نہیں ہوگا۔ امراض بڑھیں گے۔

شادی بیاہ کی رسموں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے اور دوسروں پر اپنی دولت کے اظہار کے ذریعے دھاک بٹھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جب ہر کوئی اسی دوڑ میں شریک ہے تو ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی ایسی دوڑ چل پڑی ہے

جس کا کوئی اختتام نہیں ہے اس دوڑ کی کوئی منزل نہیں ہے۔ باہم تفاخر کے لئے دولت ہی اصل ذریعہ ہے۔ عام آدمی کے بس میں نہیں کہ وہ اپنے وسائل میں رہتے ہوئے اس دوڑ میں شریک ہو سکے۔ اس لئے دولت کمانے کے ناجائز ذرائع اختیار کئے جاتے ہیں۔ یوں رشوت، ناجائز ذرائع، چوری، ڈاکہ زنی اور چھینا جھپٹی کا ماحول پیدا ہو چکا ہے۔ پاکستان بدعنوانی کے اعتبار سے دنیا کے اولین ممالک میں شمار ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ مالی بدعنوانی نے قوم کو اخلاقی مجرم بنا دیا ہے۔ ملکی وقار داؤ پر لگ گیا ہے۔ اس کے مقابلے میں اگر اپنے وسائل کے اندر رہتے ہوئے کفایت شعاری کو رواج دیا جاتا تو نہ اخلاقی گراوٹ پیدا ہوتی نہ ملکی وقار خاک میں ملتا نہ ملکی وسائل بدعنوانی کی نذر ہوتے۔

ہمارے شادی بیاہ کے رسوم و رواج میں ایک منفی پہلو جو عہد نبوی کے رسوم کے تقابل کے اعتبار سے سامنے آتا ہے وہ غیر قوموں اور غیر مذاہب کی نقالی اور ان کی اتباع ہے۔ اسلام اپنا اسلامی تشخص برقرار رکھنے کے حوالے سے بہت حساس ہے۔ نبی کریمؐ نے اس سے سختی سے منع فرمایا ہے۔

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلعم من تشبہ بقوم فھو منھم (ابو داؤد، کتاب اللباس باب فی لبس الشھرہ.)

عون المعبود میں ہے کہ مناوی اور علقمی نے کہا کہ اس سے مراد ہے ظاہری زیب و زینت لباس اور عادات و اطوار میں غیر مسلموں کی پیروی کی جائے۔ قاری نے کہا کہ اس سے مراد ہے اپنی ذات میں کفار کے ساتھ مشابہت اختیار کرنا اور ان کے لباس میں مماثلت پیدا کرنا۔ عبداللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جو شخص مشرکین کی زمین میں ان کے تہوار نوروز اور مہرجان منائے گا ان کے ساتھ مشابہت اختیار کرے گا۔ مرنے کے بعد قیامت کے دن اس کا حشر ان مشرکوں کے ساتھ ہی ہوگا۔[42]

شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخلفاء میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے آذربائیجان کی عرب رعایا کے نام ایک فرمان بھیجا تھا جس میں غیروں کی تشبیہ اختیار کرنے سے منع فرمایا۔ فرمایا

وایاکم والتغم وزی العجم

(خبردار تغم اور عجمیوں، ہیئت و مشابہت اختیار نہ کرنا)۴۳

حضرت حسنؓ فرماتے ہیں:

بہت کم دیکھا گیا ہے کہ کسی شخص نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی ہو اور آخر کار اسی قوم کا نہ ہو گیا ہو۔۴۴

عہد نبوی کی شادیاں بالکل سادگی سے انجام پاتی تھیں لیکن آج کی شادیاں دولت کی تشہیر کی وجہ سے گوناگوں پیچیدگیوں کا مظہر بن چکی ہیں۔ جہیز، مہر، بارات، مہندی اور دیگر خود اختیار کردہ تقریبات میں دولت کی بنیاد پر عزت حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ عہد نبوی کی شادیوں کی تفصیل دوسرے باب میں بیان کی جا چکی ہے کہ یہ شادیاں بالکل سادہ ہوتی تھیں۔ آج کی شادیاں دولت کا کھیل بن گئی ہیں۔ ایک جگہ رشتہ طے کیا گیا۔ اب اگر رخصتی سے قبل اس سے زیادہ مالدار رشتہ نظر آ جائے تو پہلے رشتے کو ختم کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کی جاتی۔ اس روش سے بہت سے معاشرتی اور نفسیاتی مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ جس لڑکی کا رشتہ ختم کیا ہو اس کے لئے آئندہ کئی سوالیہ نشان کھڑے ہو جاتے ہیں۔ آئندہ رشتے طے کرتے ہوئے لوگ سوال کریں گے کہ پہلا رشتہ کیوں ٹوٹا؟ آئندہ رشتہ طے کرنے میں بہت سی مشکلات حائل ہو جائیں گی۔ اس خاندان کے لئے یہ بات طعنہ بن جائے گی کہ ان کی لڑکی کا رشتہ ٹوٹ گیا تھا۔ ایک رشتہ توڑ کر دوسرا رشتہ کرنے سے دو خاندانوں کے درمیان مستقل ناراضگی بلکہ دشمنی بن جاتی ہے۔ پھر اگر اس طرح رشتہ دولت کی بنیاد پر طے کرنے کا رجحان چل پڑے تو ایک دولت والے سے بڑھ کر دوسرا دولت والا موجود ہے۔ گویا رشتے توڑنے اور جوڑنے کا سلسلہ چل پڑے گا۔ اس کے علاوہ اخلاقی طور پر حرکت قبیح ہے کہ محض دولت کو ترجیح کی بنیاد بنا دیا جائے۔ اس طرح اخلاقی خوبیوں پر کسی کو ترجیح دینے کی بجائے دولت معیار ترجیح بن جائے گی تو معاشرتی خوبیوں کی بے قدری ہو گی۔ نبی کریم صلعم نے دولت اور حسن کی بجائے دین کو شادی کی ترجیحی بنیاد قرار دیا ہے۔ دولت کی بنیاد پر رشتے طے کرنے سے اس حدیث کی بھی خلاف ورزی ہو گی۔

مسلمانوں کو پوری دنیا میں تشخص کی حفاظت و بقاء کا مسئلہ درپیش ہے۔ مسلمانوں نے رواداری اور کسی حد تک جہالت اور لاعلمی کی وجہ سے دوسروں کی معاشرتی اقدار کو قبول کر لیا ہے اور مسلمانوں کی معاشرت اصل میں مختلف اقدار کا ملغوبہ بن گئی ہے اور مسلمان اپنا تشخص کھو رہے ہیں۔ اس تشخص کو محفوظ رکھنے کا ایک مؤثر طریقہ یہ ہے کہ روزمرہ تقریبات میں اسلامی تشخص اور اسلامی رسوم و رواج کو اپنائیں اور ان پر سختی سے کاربند ہوں۔

پاکستانی رسوم کی اصلاح کے لئے تجاویز

اس کتاب کا بنیادی مقصد عہد نبوی اور پاکستان میں رائج شادی بیاہ کی رسوم کا جائزہ لینے کے بعد پاکستانی رسوم کے ان پہلوؤں کی نشاندہی کرنا ہے جن میں اصلاح کی ضرورت موجود ہے ان قابل اصلاح پہلوؤں میں کیا اصلاحات کس انداز سے کی جائیں اور ان اصلاحات کے لئے کیا لائحہ عمل اختیار کیا جائے، اس لائحہ عمل پر کس طرح عمل کیا جائے۔ اس سلسلے میں تجاویز کچھ اس طرح سے ہیں۔

۱۔ پاکستانی رسوم میں اصلاح وترمیم کے لئے اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ لوگوں کو عہد نبوی کی رسومات سے آگاہ کیا جائے اور ان رسوم کی تشہیر کرتے ہوئے لوگوں کو یہ بتایا جائے کہ سادگی کو اپنا شعار بنا کر وہ بہت سارے نفسیات مسائل سے بچ سکتے ہیں۔

۲۔ عوام کو ان پے چیدگیوں اور ان معاشی، معاشرتی مسائل سے آگاہ کی جائے جن کا سامنا ہمیں موجودہ رسوم کو اختیار کرنے کے نتیجے میں کرنا پڑتا ہے تا کہ لوگ خود اس کا فیصلہ کرسکیں کہ جس نظام کے اندر مشکلات اور پے چیدگیاں ہوں اس سے احتراز کرنا ضروری ہے۔

۳۔ لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات جاگزیں کی جائے کہ عہد نبوی میں شادی بیاہ کے موقع پر اختیار کی جانے والی رسومات کے طریقوں میں بہت زیادہ آسانیاں اور سہولتیں تھیں۔ اگرچہ تمام قبائل اپنی اپنی روایات کے حامل تھے لیکن اسلام کے دائرے میں داخل ہونے کے بعد ان پر اسلامی رنگ غالب آگیا۔ انہیں جب اسلامی رسوم اور اسلامی اقدار کی سادگی اور سہولت کا مشاہدہ ہوا تو انہوں نے اپنی تمام سابقہ روایات کو ترک کر دیا اور وہ اسلام کے رنگ میں رنگ گئے۔

۴۔ نبوی دور کے رسوم ورواج سے آگاہ کرنے، ان کے طریقوں کی افادیت کو اجاگر کرنے کے سلسلے میں ذرائع ابلاغ نے ریڈیو، ٹی وی، اخبارات ورسائل وغیرہ بھرپور اور مؤثر انداز سے اپنا کردار ادا کریں۔

۵۔ پاکستان کے لوگوں کو دوسروں کی رسوم اختیار کرنے کے منفی اثرات سے آگاہ کرنا خاص طور پر

ضروری ہے کیونکہ پاکستان کے مسلمان اس وقت غیروں کی روایات کو قبول کرنے کے لئے تیار کھڑے ہیں۔ یہ بات ذہن نشین کروانے کی ضرورت ہے کہ ہندوؤں نے ہندوستان کے تمام مذاہب کو اس طریقے سے ہڑپ کرلیا کہ ان مذاہب کے لوگوں نے ہندوؤں کے اثرات کو قبول کرلیا۔ وہ صرف مسلمانوں کو اپنے اندر جذب نہیں کر سکے لیکن اب صورتِ حال ایسی دکھائی دے رہی ہے کہ مسلمان اپنے مذہب سے بیگانہ ہونے کی وجہ سے غیروں کی اقدار کو قبول کرنے کی طرف مائل ہیں مسلمانوں کو اپنے اسلامی تشخص سے آگاہ کیا جائے اور بتایا جائے کہ اسی تشخص کے تحفظ کے لئے انہوں نے پاکستان کی صورت میں ایک خطۂ زمین حاصل کرنے کا جواز پیش کیا تھا۔ انہیں غیروں کی اقدار کو قبول کر کے پاکستان کے قیام کی وجۂ جواز کو ختم نہیں کرنا چاہیے۔

۶۔ قرآن مجید نے ہمیں یہ اصول دیا ہے کہ زندگی کے ہر شعبے میں اسلامیت غالب ہو۔ قرآن اسی انداز کو قطعاً گوارا نہیں کرتا کہ معاشرہ کی تشکیل میں اسلامی اور غیر اسلامی اقدار کا آمیزہ تیار کر دیا جائے اور آدھا تیتر آدھا بٹیر کا نقشہ تیار کر لیا جائے بلکہ اسلامیت اور اسلامی روح کے عین مطابق معاشرہ تشکیل دیا جائے۔ قرآن یہ بات گوارا نہیں کرتا کہ ہمارے عقائد اور ہماری عبادات تو اسلامی ہوں لیکن عملی زندگی اسلامی کے بجائے غیر اسلامی اقدار پر استوار ہو۔ بلکہ اسلام کا ہم سے تقاضا یہ ہے کہ اے ایمان والو! تم دین اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔

قرآن مجید میں نبی کریمؐ کے طریقوں کو عملی زندگی میں مکمل طور پر جاری و ساری کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا گیا:

فلا وربک لا یومنون حتیٰ یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجاً مماً قضیت ولیسموا تسلیماً ۔(النساء: ۶۵)

”تیرے رب کی قسم یہ لوگ اس وقت تک مکمل مومن نہیں ہو سکتے جب تک آپ ﷺ کے فیصلوں کو خوش دلی سے تسلیم نہ کریں اور ایسا کرتے وقت ان کے دلوں میں ذرا برابر بھی تنگی نہ پیدا ہونے پائے اور یہ لوگ آپؐ کے فیصلوں کے سامنے مکمل طور پر سر تسلیم خم کر دیں۔“

اسلام کے لفظ کے اندر بھی یہ معنی مخفی طور پر موجود ہے کہ اسلام قبول کرنے والا اپنے آپ کو

مکمل طور پر اللہ کی مرضی کے سامنے جھکا دیتا ہے۔ وہ اللہ کے حکم کے سامنے سر تسلیم مکمل طور پر خم کر دیتا ہے۔ اسلام اور تسلیم کا مادہ ایک ہی ہے۔ اسلام لانے کے بعد انسان کی پسند، اللہ کی مرضی کے تابع ہو جاتی ہے۔ سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۱۶۲ میں فرمایا۔

"بے شک میری نماز اور میری قربانی، میری زندگی کے تمام امور اور پسند و ناپسند اور میری موت (آج کے بعد) اللہ ہی کے لئے ہے۔"

اسلام لانے کے بعد اپنی پوری زندگی کو اللہ کے تابع کر دینے کے حوالے سے نبی کریمؐ نے فرمایا:

"تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنی خواہشات کو اس چیز کے تابع نہ کر دے جو چیز (شریعت) میں لے کر آیا ہوں۔

اسلام اپنے ماننے والوں سے یہ تقاضا کرتا ہے کہ ان انفرادی اور اجتماعی معاملات دین کے رنگ میں رنگے ہوں۔ دین ان کے رگ و ریشے میں رچ بس جائے کہ ان کی زندگی کے تمام معاملات دین کے مطابق انجام پائیں۔ یہ مقصد اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب انسان کو ایمان کی مٹھاس (حلاوتِ ایمانی) حاصل ہو جائے اور خوشدلی کے ساتھ وہ اسلامی تعلیمات کو اپنی زندگی میں جاری و ساری کر لے۔

۷۔ پاکستانی رسوم و رواج میں شرک، ضعیف الاعتقادی اور توہم پرستیاں پائی جاتی ہیں اور لوگوں کی پوری زندگی تضادات کا شکار ہو گئی ہے۔ ایک طرف ان کا اسلام کے ساتھ گہرا تعلق ہے اور وہ اسلام پر عمل کرنے میں سعادت و خوش قسمتی محسوس کرتے ہیں لیکن عملی زندگی میں اپنے فلسفہ حیات سے بالکل متصادم نظام رسومات کا شکار ہیں۔ ہمارے ذہنوں میں یہ بات رچی بسی ہے کہ غمی و خوشی کے موقع پر ہر کام جائز ہوتا ہے۔ غمی و خوشی کے موقع پر ہم دین کی تعلیمات سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ اور عملاً ہمارا رویہ بالکل سیکولر ہو جاتا ہے۔ اسلام نے زندگی کی ہر کیفیت کے لئے ہمیں رہنمائی دی ہے۔ اسلام صرف عقائد، عبادات اور چند رسومات کا نام نہیں بلکہ یہ ایک مکمل نظام حیات ہے۔ زندگی کا کوئی شعبہ اس کی تعلیمات سے خالی نہیں ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا آج کے دن میں نے

تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تمہارے اوپر اپنی نعمت مکمل کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔

۸۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ لوگوں کو قرآنی تعلیمات کے قریب لایا جائے تاکہ ان کے لئے دین پر عمل کرنا آسان ہو جائے اور اپنی تعلیمات کو زیر عمل لانا باعث برکت بھی رہے۔ ان کی تقریبات اسلامی تعلیمات کے مطابق انجام پذیر ہوں۔ ایک طویل عرصے تک ہندوؤں کے ساتھ رہنے سہنے اور اسلام لانے کے بعد بھی ہندوانہ رسوم و رواج کو ترک نہ کرنے بنا پر برصغیر کے مسلمان عملی زندگی میں اسلامی تعلیمات اور غیر اسلامی رسوم و رواج کا آمیزہ بن گئے اور برصغیر کی اجتماعی زندگی کی رسومات خالص اسلامی رنگ سے خالی ہو گئیں۔

۹۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے اپنے عقائد، عبادات، دین کی اجتماعی روح اور ہماری اجتماعی زندگی کے انداز میں مکمل مطابقت رہے۔ اگر اجتماعی زندگی کے رسوم و رواج اور دین کی روح کا رخ ایک دوسرے سے متصادم رہا تو مسلمانوں کا مجموعی نظامِ حیات تضادات کا شکار رہے گا۔ قول اور فعل میں تضاد اور تصادم رکھنے والے معاشرے میں کبھی یکسوئی اور مرکزیت پیدا نہیں ہو سکتی اور اس خصوصیت سے محروم معاشرہ کبھی ترقی نہیں کر سکتا۔

۱۰۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے اپنے عقائد، عبادات، دین کی اجتماعی روح اور ہماری اجتماعی زندگی کے انداز میں مکمل مطابقت رہے۔ اگر اجتماعی زندگی کے رسوم و رواج اور دین کی روح کا رخ ایک دوسرے سے متصادم رہا تو مسلمانوں کا مجموعی نظامِ حیات تضادات کا شکار رہے گا۔ قول اور فعل میں تضاد اور تصادم رکھنے والے معاشرے میں کبھی یکسوئی اور مرکزیت پیدا نہیں ہو سکتی اور اس خصوصیت سے محروم معاشرہ کبھی ترقی نہیں کر سکتا۔ مسلمانوں کے آئندہ لائحہ عمل کے حوالہ سے اس بنیادی خلاء اور تضاد کو مٹانے کی اشد ضرورت ہے اور فکر و فلسفہ اور اجتماعی زندگی میں ہم آہنگی پیدا کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

حوالہ جات

۱۔ صبحی محمصانی، ڈاکٹر، فلسفہ شریعت اسلام، مترجم، مولوی محمد احمد رضوی، ط 1985، ص ۳۰۴۔۳۰۵

۲۔ صحیح مسلم، کتاب اللباس، حدیث: ۲۰۹۰

۳۔ میکلیگن، ای، ڈی: پنجاب کے رسم ورواج کا انسائیکلوپیڈیا (ترجمہ یاسر جواد) ۹ بک ہوم لاہور، ۲۰۰۵، ص: ۸۵، ۸۶

۴۔ رزاقی، شاہد حسین، پاکستانی مسلمانوں کے رسوم ورواج، ص: ۲۱۴

۵۔ پنجاب کی عورت، ص: ۳۷۵

۶۔ سنن ابن ماجہ، کتب الطب، حدیث نمبر، ۳۵۳۶۔۳۵۴۱

۷۔ وحید الزمان، علامہ، شرح سنن ابن ماجہ، ج سوم، باب ایضاً ص 195

۸۔ ابن ماجہ، کتاب النکاح، رقم (۱۹۰۰)

۹۔ ابن حبان (۵۸۷۵)

۱۰۔ بخاری، رقم ۳۷۷۹

۱۱۔ ماہنامہ اشراق: ص ۲۹۔۳۰

۱۲۔ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۵۱۴۷

۱۳۔ سیرت ابن ہشام، ج: ۱، ص: ۳۲

۱۴۔ طبری، ابن جریر، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، داراحیاء التراث العربیہ، ۲۰۰۱، ج: ۲۱، ص: ۳۷

۱۵۔ ایضاً

۱۶۔ صحیح البخاری، الأشربۃ، باب ماجاء فیمن یستحل الخمر وسمیہ بغیر اسمہ، ح: ۵۵۹۰

۱۷۔ القرضاوی، یوسف،: الحلال والحرام فی الاسلام، الطبعۃ الخامسۃ المکتب الاصلاحی للطباعۃ والنشر، ۱۳۸۶، ص: ۱۳۱

۱۸۔ تفہیم القرآن، جلد چہارم، زیر آیت نمبر ۳۲ سورۃ الاحزاب

۱۹۔ ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب العقوبات، حدیث نمبر ۴۰۱۹، ص: ۲۷۱۸

۲۰۔ مسلم، کتاب العلم، باب من سن سنۃ حسنۃ او سیئۃ ومن دعا الی ھدی او ضلالۃ، حدیث نمبر ۶۸۰۰ اور ۶۸۰۴

۲۱۔ بخاری ج۔۲، حدیث نمبر ۸۹۶

۲۲۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، اصلاح الرسوم، دیوبند، ۱۹۵۰، ص: ۸

۲۳۔ ترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء فی علامۃ حلال المسخ والخسف، حدیث نمبر ۲۲۱۱، ص: ۱۸۷۴، کتب الستۃ مزید ابن ماجاء، کتاب الفتن، باب العقوبات، حدیث نمبر ۴۰۱۹، ص: ۲۷۱۸

۲۴۔ ایضاً۔ حدیث نمبر ۲۲۲۲

۲۵۔ ایضاً حدیث نمبر: ۲۲۲۳

۲۶۔ جامع الترمذی، النکاح، باب ماجاء فی اعلان النکاح، ح:۱۰۸۹

۲۷۔ ارواء الغلیل حدیث ۱۹۹۳ وسلسلة الأحادیث الضعیفة، حدیث:۹۷۸ وضعیف الجامع:۹۶۶

۲۸۔ صحیح بخاری، النکاح، حدیث:۵۱۰۳

۲۹۔ شاہد حسین رزاقی، پاکستانی مسلمانوں کے رسوم ورواج، ص:۲۱۱-۲۱۲

۳۰۔ مودودی، مولانا، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور ۲۰۰۵ء، ۳/۳۸۳

(محمد شفیع، مفتی: معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی ۲۰۰۱ء، ۶/۴۴۰ تا ۴۰۴ اشرف علی تھانوی، مولانا: بیان القرآن، ایچ ایم سعد کمپنی، کراچی

ج ۲، ص ۱۴، زیر آیت سورۃ النور ۳۱۔)

۳۱۔ ابوداؤد، کتاب اللباس، باب فی قوله تعالیٰ و قل للمومنت یغضضن من ابصارهن، حدیث نمبر ۴۱۱۲

۳۲۔ احکام القرآن جصاص، جلد ۳، صفحہ ۳۸۸-۳۸۹

۳۳۔ شادی تقاریب، (غیر ضروری نمائش اور فضول اخراجات کی ممانعت) کا آرڈیننس ۲۰۰۰ (آرڈیننس ۲ آف ۲۰۰۰)، دانیال لاء پبلشرز لاہور۔

۳۴۔ صحیح بخاری، المواقیت، باب مایکرہ من النوم قبل العشاء...... حدیث:۵۶۸

۳۵۔ ترمذی، کتاب الزهد باب من احسن الاسلام المرة، حدیث نمبر:۲۳۱۷-۲۳۱۸

۳۶۔ ابن عابدین: رد المختار، عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ ج ۵ ص ۳۱

۳۷۔ فتاویٰ عالمگیری، ط۔ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق، مصر، ۱۳۱۰ھ ج:۱ ص:۳۴

۳۸۔ صحیح بخاری، الصلاۃ، باب ما یذکر فی الفخذ، حدیث: ۳۸۱ و کتاب النکاح، باب البناء فی السفر، حدیث:۵۱۵۹)

۳۹۔ اشرف علی تھانوی، مولانا، اصلاح الرسوم، دیوبند، ۱۹۵۰ء، ص:۸

۴۰۔ مسلم، کتاب القدر، بابالقدر ولیابن اادم حظه من الزنا حدیث نمبر:۶۷۵۳

۴۱۔ ابوداؤد، کتاب اللباس: ۴۱۱۲

۴۲۔ ابوطیب، شمس الحق، عون المعبود، شرح سنن ابی داؤد، ج ۴، ص ۷۸

۴۳۔ شاہ ولی اللہ، ازالۃ الخفاء، ج ۳ ص ۵۲۰

۴۴۔ طیب محمد قاری، اسلامی تہذیب وتمدن، التشبہ فی الاسلام، ص ۸۳

[TO BE INTRODUCED IN THE NATIONAL ASSEMBLY]

A

BILL

to prohibit certain practices leading to exploitation and discrimination against womenfolk

WHEREAS it is expedient to provide for prohibition of certain practices leading to exploitation and discrimination against womenfolk;

AND WHEREAS it is necessary to clarify the ambiguities created by misinterpretation of certain legal provisions;

It is hereby enacted as follows:-

1. Short title and commencement.- (1) This Act may be called the Prevention of Anti-Women Practices (Criminal Law Amendment) Act, 2008.

(2) It shall come into force at once.

2. Substitution of section 310-A, Act XLV of 1860.- In the Pakistan Penal Code (Act XLV of 1860), in Chapter XV, for section 310A the following shall be substituted, namely:-

"310-A. Punishment for giving a female in marriage or otherwise in *badla-e-sulh, wanni or sawara*.- Whoever gives a female in marriage or otherwise compels her to enter into marriage, as *badal-e-sulh, wanni, or sawara* or any other custom or practice under any name, in consideration of settling a civil dispute or a criminal liability shall be punished with imprisonment of description for a term which may be no less than three years and shall also be liable to fine of 500,000 Rupees."

3. Insertion of new chapter XXA, Act XLV of 1860.- In the Pakistan Penal Code (Act XLV of 1960), after Chapter XX, the following new Chapter shall be inserted, namely:-

Chapter XXA Offences against Women

498A. Prohibition of depriving woman from inheriting property.- Whoever by deceitfully or by illegal means deprives any woman from inheriting any movable or immovable property at the time of opening of succession shall be punished with imprisonment for a term which may not be less than seven years and a fine in amount of 1,000,000 Rupees.

498B. Prohibition of forced marriages.- Whoever coerces or in any manner whatsoever compels a woman to enter into marriage shall be punished with imprisonment of description for a term, which may not be less than three years and shall also be liable to fine of 500,000 Rupees.

498C. Prohibition of marriage with the Holy Quran.- (1) Whoever compels or arranges or facilitates the marriage of a woman with the Holy Quran shall be punished with imprisonment of description which may not be less than three years and shall also be liable to fine of 500,000 Rupees.

(2) Notwithstanding anything contained in sub-section (1), oath by a woman on Holy Quran to remain un-married for the rest of her life or, not to claim her share of inheritance shall be deemed marriage with the Holy Quran.

498D. Dissolution of marriage in absence of husband undergoing procedure of lian, etc. "Notwithstanding anything in section 14 of the Offences of Qazf (Enforcement of Hadd) Ordinance, 1979 (VIII of 1979), and in addition to the Dissolution of Muslim Marriages Act, 1939 (VIII of 1939), where a husband having knowledge of a complaint or report of his wife to the court of qazf fails to undergo the procedure of lian specified in the aforesaid section by his absence or otherwise, it shall be a valid ground for the wife to seek dissolution of her marriage through the competent Court and the husband shall also be punished for qazf"

4. <u>Insertion of new section 402D, Act V of 1898.</u>- In the Code of Criminal Procedure (Act V of 1898); hereinafter referred to as the said Code, after section 402C, after section 402C, the following new section shall be inserted, namely:-

"**402D Provincial Government not to interfere in sentences of rape.**- notwithstanding anything contained in section 401, section 402 or section 402B the Provincial Government shall not suspend, remit or commute any sentence passed under section 376 of the Pakistan Penal Code (Act XLV of 1860).

5. <u>Amendment of schedule II, Act V of 1898.</u>- In the said Code, in Schedule II,-
(i) For section 310A, in column 1 and the entries relating thereto in columns 2 to 8, the following shall be substituted namely:-

1	2	3	4	5	6	7	8
"310A	Giving a female forcefully in marriage or otherwise in badal-e-sulh, wanni or awara	Shall not arrest without warrant	Warrant	Non-bailable	Non-compoundable	Imprisonment not less than three years and fine of 500,000 Rupees	Court of sessions or magistrate first class"

(ii) after section 498, in column 1 and the entries relating thereto in columns 2 to 8, the following shall be inserted, namely:-

1	2	3	4	5	6	7	8
498A	Prohibition of depriving woman from inheriting property	Shall not arrest without warrant	Warrant	Non-bailable	Non-compoundable	Imprisonment which man not less than seven years and a fine of 1,000,000 Rupees	Court of sessions or magistrate first class
498B	Prohibition of forced marriages	Ditto	Ditto	Ditto	Ditto Non-compoundable	Imprisonment of no less than three years and a fine of 500,000 Rupees	Ditto
498C	Prohibition of marriage with the Holy Quran	Ditto	Ditto	Ditto	Ditto Non-compoundable	Imprisonment of no less than three years and a fine of 500,000 Rupees	Ditto

STATEMENT OF OBJECTS AND REASONS

There are several practices and customs in vogue in the country which are not only against human dignity, but also volatile human rights. Such customary norms are likewise contrary to Islamic Injunctions. It is, therefore, necessary that such inhumane practices and customs are done away forthwith and the persons continuing such practices be dealt with severely by providing penal and financial liabilities. The present Bill intends to achieve these objects.

Sd/-
Ch. Pervez Ellahi
Chaudhry Wajahat Hussain
Dr. Donya Aziz
Jam Mir Muhammad Yousaf
Mian Riaz Hussain Pirzada
Ms. Fiza Junejo
Dr. Attiya Inayatullah
Mr. Humayun Saifullah Khan
Members, National Assembly

اَلائیڈ بُ

کبیر سٹریٹ نمبر 2، بالمقابل ونیس مارکیٹ، 70 اُردو بازار، لاہور
فون نمبر: 042-37241238 - 37325451